

Rashid Ashraf



شکار پابہ رکاب

گھوڑے اور نیزے کا استعمال

مصنف: کرنل پکیری سنگھ

ترجمہ: عبدالعزیز خان

پس لفظ: ہر مانی نہیں مہاراجہ جے ایم سندھیانٹ گواپار



مکتبہ میری لائبریری لاہور ۲

زندگی اور عمل

ڈاکٹر مارڈن

میں تقریباً اڑھائی ارب سالوں سے
ور ہر دور کے کامیاب سالوں کو
کھتے ہیں۔

کامیاب کیوں نہیں ہوتا؟

جہ ہے کہ ہر شخص کو زندہ رہنے
- زندہ رہنا بھی ایک فن ہے -
ایسی کتاب ہے جو اس فن کی
- اس میں بڑے دلکش انداز

coides alone

al Suspension
Teaspoonful

$\frac{1}{4}$

$\frac{1}{2}$

Rashid Ashraf
zest7pk@gmail.com
www.wadi-e-urdu.com

Courtesy: Farooq Ahmed
atlantis@cyber.net.pk

بشیر احمد چودھری

25/00

Comb/Fasil/Cyl 1/02

انتساب

میں اس کتاب کو نہایت ادب سے اپنے ان وانا مبارک چرچے پورے کے عاجز ہوا ہے
کیپٹن مبارک کار بھوانی سنگھ جی اور ان کے بیٹوں بھائی ایم کے۔ جے سنگھ جی کے
ایم پر تقویٰ سنگھ جی اور ایم کے شکت سنگھ جی کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں۔
مجھے ان کا آلیق پینے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اور میرے لیے یہ بات موجب
خیر ہے کہ وہ سب اپنی عظیم روایات کے مطابق اعلیٰ شکاری اور عمدہ نشانہ باز بن گئے
ہیں۔ وہ سب بہترین شہسوار اور اچھے پو لو کھلاڑی بھی ہیں۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ
یہ شہسوارانہ کھیل جو کتاب میں بیان کیا گیا ہے، ان کے لیے باعث دلچسپی ہوگا۔
(کرنل کیسری سنگھ)

نامشور، چودھری بشیر احمد ڈاکٹر کتبہ میری لاہور ۲
طابع : المجدد پریس لاہور ۲
ذمہ نگارانی: چودھری محمد شاہ نواز منظم اشاعت بار اول ۱۹۸۵ء

ترتیب

- ۱۔ دیباچہ ۴
- ۲۔ تمہید ۱۳
- ۳۔ ایک سور کا شیر پر حملہ ۲۹
- ۴۔ اوائلی عمر میں میرے سورت مقابلے ۳۶
- ۵۔ شیر میں سورت ۵۱
- ۶۔ انور میں سورت ۶۲
- ۷۔ آدرگڑھ میں شکار کا ایک کامیاب دن ۷۳
- ۸۔ سورت، چیتا اور رکھ کا شکار ۸۱
- ۹۔ کشت گڑھ میں پینے کا شکار ۹۵
- ۱۰۔ سانحہ میں شکار کا ایک پرچہ ۱۱۲
- ۱۱۔ نظم و مدح خوب روٹھوڑی ۱۳۱
- ۱۲۔ چاندنی رات میں سوکڑی ۱۳۰
- ۱۳۔ چار مسلک حادثات (۱) کرن سنگھ ۱۳۸
- ۱۴۔ (۲) جودھپور کی مہمات ۱۵۶
- ۱۵۔ (۳) میرے گھوڑے کی گردن ٹوٹ گئی ۱۷۰
- ۱۶۔ (۴) میرا آخری بار نیل گائے مارنا ۱۷۹
- ۱۷۔ (۵) ہنس لفظ مبارک چرچی داچی سندھیا آف گوالیار ۱۸۹

مقابل ہمارا ہے جنگل کا سورا

گزرتی ہوتی عمر کمر اور کرتی ہے جب آدمی کو
اور اعصاب ہو جاتے ہیں مضحل سے
یہ خوشیوں کے منظر ہمارے رہیں گے
جنہیں ہم کہیں دور یادوں کے جنگل میں ڈھونڈیں گے
اور ڈھونڈ لیں گے۔

جوانی کی سبب منزلیں گم ہو کر
کہیں دور ماضی میں کھو بھی چکیں گی
ہم ان دوستوں سے کہ جن تک اجل نے رسائی نہ پائی
تغائب کی باتیں کریں گے چل چل کے ہم نے کتنے تھے کبھی
اور جو میدان مارے تھے ہم نے کبھی

میں نے دیکھا ہے کہ گذشتہ دس سال میں زیادہ تر جو نثر ملی کتابیں خوفناک
جانوروں کے شکار کے متعلق شائع ہوتی ہیں، وہ سب شیر، ببر شیر اور دوسرے
ایسے ہی خطرناک جانوروں کے متعلق ہیں جو انفل سے مارے جلتے ہیں اور بڑے
عرصہ سے کسی نے بھی سوزکشی کے موضوع پر قلم اٹھانے میں پیش قدمی نہیں کی ہے
حالانکہ یہ کھیل دوسرے کھیلوں سے زیادہ ممتاز حیثیت رکھتا ہے اور اس قابل ہے
کہ اس پر ایک کتاب لکھی جائے۔

خوفناک جانوروں کے ہر شکاری کی پہلی بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ شیر سے
نبرد آزما ہوں اور اس پر غالب آجائے لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کے صفحات
میں طاقتور سورا اور اس کے شکاری کے متعلق پڑھنے کے بعد وہ اپنی یہ رائے
تبدیل کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

شیر اور دوسرے جنگلی جانوروں کے شکار میں شکاری سے جرات اور عبادت
کی توقع کی جاتی ہے، لیکن سوزکشی میں ان خوبیوں کے علاوہ جسمانی تگ و دو کی بھی
ضرورت پڑتی ہے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر سورا کا پیچھا کرنے میں بڑی رقموں کا سامنا

ویساچ

وہ سورا، وہ شہ زور سورا کہ میری کہانی کا محور بنا ہے
خود مند جو چاہی جی میں کہیں اب
میری جھکوں کا فکر دگرکش، میری نیم شب کا دلاویز خواب
میرے سارے دن کی امیدوں کا مرکز

جنہیں آرزو ہو کہ دھوپ ایسے تابندہ سورا کو دیکھیں
رگوں میں ہوان کی شجاعوں کی روح
اور مردانگی کا پلکتا سا شعلہ
مقدرا نہیں دست نشہ نیستان
نصیبوں میں ان کے ہوشیار کی آنکھ

مقابل میں آئیں وہ سورا کے، شہ زور سورا کے اب
میرے ساتھ سر کو مضحکہ پر رکھ لیں
وہ جن کو ستا یا نہ خوف ہزیمت نے میر گز
میرے ساتھ آئیں تماشا کریں مل کے سورا کا۔ آئیں

امیروں کی دولت سے حسد نہیں ہم
نہ شاہوں کے تاجوں سے ہم کو غرض ہے
کہ گھوڑے کی کاٹھی پر جب بیٹھتے ہیں
وہی تخت بنتا ہے اپنا
یہ نیزہ ہمارا عصا بنے نہیں ہے

نبرد آزماؤں کی نازک کش کو اپنا حریف مقابل سمجھتے رہے ہیں
ہو کے کئی دماغ ادمیہ پر اپنے لئے پھر رہے ہیں
ہے میدان جنگ ایسا جنگل کہ ادھر شجاعت وہیں دیتے ہیں ہم

ساتھ ہوا کرتے۔ ہم عام طور پر ایک درمیانے درجے کا جانور چلی لیتے جہاں خوب روڑا آتا اور پھر ہم اپنی لالچیلوں سے اسے ہلاک کر دیتے۔ بعض اوقات کوئی بڑا سورا بھی آجاتا جو ہمارے قابو میں نہ آتا۔ ایسے موقع پر والد صاحب ہمارے ساتھ ہو جاتے۔ وہ اکثر سورا کے سر پر ایک پُر زور چوڑا مارکر اسے ہلاک کر دیتے۔ اس زمانے کے بعد مجھے یقین ہے کہ میں نے نہایا دوسروں کے ساتھ مل کر ایک سورا زائد سورا مارے ہیں۔

شکار اور نیزہ زنی ہمیشہ میرے خاندانی شوق رہے ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں جبکہ جاپان اور چین مصروف جنگ تھے، میرا لڑکپن تھا۔ اس زمانے میں میرے والد ٹھکانہ دار تین سنگھ جی آف کالونیا انسپیکٹر جنرل پولیس اور اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے شاہ سوار، مجھے کرسمس اور دوسری چھٹیوں میں جنگل لے جاتے اور شکار کرنے کا طریقہ سکھاتے تھے۔ ان کی باوقار شخصیت اور گفتار و کردار کی صداقت نے مجھ پر بہت گہرا اثر چھوڑا ہے جو آج تک موجود ہے۔ نیزے سے چیتے کا شکار کرنے اور کھوڑے پر سوار ہو کر جنگلی سورا کو خیر سے مارنے میں آج تک کوئی ان کا ہمسریہ نہیں ہوا۔ پھر مجھ سے بارہ سال بڑے میرے بھائی جنرل امر سنگھ تھے جنہوں نے چیتے کی جنگ بوکسر میں حصہ لیا تھا۔ ان سے مجھے بے حد عقیدت تھی۔ شکار کے ان اسباق میں مستقبل کا جنرل صرف سورا کشی اور پرندوں کے شکار میں دلچسپی لیا کرتا لیکن میں جہاں ان دونوں کھیلوں کو پسند کرتا وہاں خوفناک دندوں کا شکار بھی کیا کرتا تھا۔ جلد ہی میرا شوق میرا پیشہ بن گیا اور ۱۹۶۲ء میں مرحوم مہاراجہ مادھو لال وسندھیا آف گوالیار نے مجھے اپنے محکمہ شکار کا افسر بنی مقرر کر دیا۔ جب سے اب تک ان چالیس سالوں میں ہر قسم کے جنگلی جانوروں سے میرا سابقہ ان کے دوست اور دشمنی کی حیثیت سے بڑا رہا ہے۔

مجھے اپنے بے لطف اور عاقلانہ طرز تحریر کے متعلق معذرت کرتی ہے۔ میرا زیادہ وقت جنگلی جانوروں کی معیت میں گزارا ہے اور شاید یہ طرز تحریر میں نے ان ہی سے حاصل کیا ہے۔ اگر میری تحریر آگاہی پیدا کرتی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں۔ میں نے تو صرف ان باتوں کو بیان کیا ہے جو میں نے اپنی زندگی میں دیکھی ہیں اور جن کا تجربہ کیا ہے۔

یہ کتاب میرے شکار کئے ہوئے جانوروں کی فہرست نہیں ہے۔ میں نے صرف

کرنا پڑتا ہے۔ ایک طرف تو یہ مکار دندہ ہوتا ہے اور دوسری طرف جنگل کے ناہموار اور شکستہ میدان یا ایسی انجالی ٹھکانے جہاں سورا کا پیچھا کرتے ہوئے آپ پہنچ جاتیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ کا گھوڑا اور نیزہ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں اور آپ کو سورا کا تنہا مقابلہ کرنا پڑے۔

گزشتہ چالیس سال میں جو میں نے ہندوستان کے جنگلی دندوں کے درمیان گزارے ہیں، بہت سے ایسے مواقع آئے ہیں جب کہ میری زندگی موت سے ہلکا رہو گئی لیکن میرا لڑکپن فرشتہ میری حفاظت کرتا رہا اور آج تک مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ایک دیوتا ایسا ہوتا ہے جو شرابیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ شاید ایک دیوتا ایسا بھی ہوتا ہے جو خوفناک دندوں سے شکاریوں کو محفوظ رکھتا ہے۔

میں نے اپنا شکار کا روزنامہ بچہ حفاظت رکھ چھوڑا ہے اور بعض اوقات جب میں اس کے بوسیدہ صفحات الٹا ہوں تو میرا دماغ اچانک بہت سی متحرک یادوں سے لبریز ہو جاتا ہے۔ مجھے یہ سوچ کر افسوس ہوتا ہے کہ اب میرے شکار کھیلنے کے دن ختم ہو گئے ہیں اور میں صرف یادوں کے سہارے ہی زندہ رہنے کے لئے وہ گیا ہوں۔ میں نے مختلف اقسام کے دندوں کا شکار کیا ہے لیکن اس میں میری کوئی برائی نہیں کیونکہ کوئی دوسرا شخص بھی ان مواقع اور ہتھیاروں کے ساتھ ایسا کر سکتا تھا جو مجھے میسر آئے۔

دریا کے بل کے نیچے پانی کبھی ساکن نہیں رہتا۔ ان موضوعات پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں اور اس کے بعد بھی لکھی جائیں گی لیکن ہر کتاب کی اپنی جاذبیت علیحدہ ہوتی ہے کیونکہ ہر شخص اپنا تجربہ، مشاہدہ اور حقائق بیان کرتا ہے۔ کوئی کتاب بڑھنے سے پہلے قاری کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کتاب کے مصنف کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرے۔ یہ کہ اس کا اپنے موضوع کے متعلق کتنا تجربہ ہے اور وہ کتنی معلومات حاصل کرتا ہے۔ یہ ایک جائز توقع ہے اور اس کو پورا کرنے کے لئے میں اپنی روزانہ جیسی بھی یہ ہے بیان کرتا ہوں۔ شاہ سواری کا شوق میرے خاندان کو ورثے میں ملا ہے اور ان دنوں جب کہ میں کم عمر تھا، میرے والد مجھے نیزے کے بجائے پائلس کی ایک لمبی لالچیل سے مسلح کر دیا کرتے جس سے میں سورا پر خوب چوڑیں لگاتا اور بالآخر اس کو ہلاک کر دیتا۔ میرے دوسرے بھائی بھی میرے

حادثات ہی بیان کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ خصوصی دلچسپی کی باتوں کی وضاحت کی جاسکے، خوفناک درندوں کا شکار حقیقت میں سخت ناکامیوں اور خوشگوار تعجب خیز یوں کا مرکب ہوتا ہے۔

ایک آدمی جب گھوڑے پر سوار نیزہ لئے جنگلات میں پہنچتا ہے تو سوار کے علاوہ اور بہت سے درندہ صفت جانوروں سے اس کا سامنا ہونا یقینی امر ہے اور اس طرح اس کو ان جانوروں کے شکار کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ خوش قسمتی سے مجھے سوار کے علاوہ چلتے، بچھٹے، بھڑکتے، نیل گائے، ہرن اسیل اور اژدھوں کو نیزہ سے مارنے کا موقع ملا ہے۔ قاری کو اس کتاب کے صفحات پر ان تمام جانوروں کے حالات ملیں گے۔ مجھے گھوڑے پر سوار ہو کر شیر کا تعاقب کرنے کا اتفاق نہیں ہوا لیکن میں نے ہمارا چالاک لود کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ افسوس کہ ان کی اس طرح شیر شکار کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ورنہ یہ دنیا میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہوتا۔ میں نے ایک بار آسام میں ایک شیر نیزہ سے مارا تھا لیکن وہ بیدل چل کر مارا تھا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر نہیں۔

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کچھ مصنفوں کی مبالغہ آمیزی کی وجہ سے مستند لکھنے والوں کی تحریر پر جو حقیقت سے بڑھتی ہے، یقین کرنا مشکل ہو گیا ہے یہ امید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب ایسے تجسس شکاریوں کے لئے مددگار ثابت ہوگی جن کو ان جنگلوں میں جانے کا اتفاق ہو جہاں یہ واقعات ظہور پذیر ہوتے۔ ہر آدمی فطرتاً شکاری ہوتا ہے لیکن یہ معلومات کہ اپنے شکار کو کہاں اور کیسے تلاش کرے، دوسروں کے تجربات سے حاصل کی جاتی ہیں۔

دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو شکار سے متعلق معاملات کے بارے میں یا تو بہت کم جانتے ہیں یا پھر کچھ بھی نہیں جانتے لیکن ان کو ان امور پر تنقید کرنے میں بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ مجھے اپنی پہلی کتاب دی ٹائیگر آف راجستھان پر ایک ہندوستانی اخبار کے تبصرے میں اپنے ناقد کی اس رائے پر بہت ہنسی آئی کہ مجھے وہ شیر نہیں مارنا چاہئے تھا جس کو میں نے اپنی کتاب میں چالاک، بزدل اور لاپرواہ بیان کیا تھا۔ ناقد کا یہ بھی کہنا تھا کہ مجھے کوئی بھی شیر نہیں مارنا چاہئے تھا کیونکہ ان کی تعداد نہایت تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ شیر کے مزاج اور رویے کا اندازہ اس وقت لگایا جاسکتا ہے جب کہ اس سے آگاہ سامنا ہو اور اس کے بعد اس

کو مارے بغیر چھوڑنے کا زکوہ وقت ہوتا ہے اور نہ ہی ایسا کرنا خطرے سے خالی ہوتا ہے۔ جان تک ان کی تعداد میں کمی کا تعلق ہے۔ میرے محترم ناقد کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے یہاں راجستھان میں مثال کے طور پر تقریباً ایک ہزار شیر ہیں جن میں تقریباً پانچ سو مادہ ہیں۔ ہر مادہ چار پانچ بچے دیتی ہے جن میں سے دو یقیناً بچ رہتے ہیں۔ اس طرح ایک سال میں تقریباً ایک ہزار شیر پیدا ہو جاتے ہیں جب کہ جنگلات ایک سال میں ایک سو سے زائد شیر مارنے کی اجازت نامے جاری نہیں کرتا۔ اس سے یقیناً اندازہ ہو جانا چاہئے کہ شیروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو ہر قسم کے شکار کو غیر اخلاقی اور بے رحم فعل قرار دیتے ہیں۔ اس موضوع پر ان کی رائے بہت عجیب ہوتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شکار کے معاملے میں دنیا اس وقت تک غلط راستے پر چلتی رہی ہے اور وہ اس کی اصلاح کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔

آج کل میں سیاستوں کے لئے شیر کے شکار کا انتظام کرتا ہوں اور مجھے دنیا کے مختلف حصوں کے رہنے والوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ میں جب ان کو سوار کے شکار کے متعلق بتاتا ہوں تو وہ بہت اضطراب سے پوچھتے ہیں کہ کیا میں ان کے لئے اس قسم کے شکار کا انتظام کر سکتا ہوں۔ پہلے سے مناسب انتظام کئے بغیر ان کی یہ خواہش پوری کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس کے لئے سواروں کو ایسے جنگل میں پالنے کی ضرورت ہوتی ہے جہاں گھوڑے دوڑاتے جاسکیں۔ پھر شکاریوں کو اچھے گھوڑے اور نیزے بھی مہیا کرنے پڑتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر حکومت یا کوئی پرائیویٹ ادارہ سیاستوں کے لئے اس قسم کے شکار کا انتظام کرنا شروع کر دے تو اس سے غیر ملکی سرمایہ کار لگایا جاسکتا ہے اور سیاستوں کے لئے مزید دلچسپی کا سامان فراہم کیا جاسکتا ہے۔

اپنے وسیع تجربے کی بنا پر جو کہ میں نے مختلف ہمارا جوں کی ملازمت میں حاصل کیا ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ سواروں کے پالنے کا انتظام کرنا اتنا مشکل کام نہیں جتنا کہ معلوم ہوتا ہے۔ تقریباً ہر ضلع میں جنگل موجود ہیں جو ان کے مالکوں کے لئے بیکار ہوتے ہیں اور آسانی سے تھوڑے کرانے پر حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اگر اس جگہ سوار پہلے سے ہی رہتے ہوں تو ان کو اسی طرح رہنے دیا جائے لیکن چند پرکھدار اور شکار کے محافظوں کا انتظام کر دینا چاہئے تاکہ بلا اجازت شکار

کھینچنے والوں کو روکا جاسکے۔ گیدڑ و بھیڑیوں کے مارنے کا انتظام بھی کر دینا چاہئے کیونکہ وہ چھوٹے سٹوروں کو مار ڈالتے ہیں۔

ایسی جگہیں جہاں سٹور نہ ہوں وہاں کسی دوسری جگہ سے سٹور لاکر چھوڑ دینے چاہئیں۔ اس منصوبے کی کامیابی کا انحصار کس بات پر ہے کہ سٹوروں کو بلا اجازت شکار کھینچنے والوں سے کس طرح بچایا جائے۔ ان کی حفاظت کے لئے ضلع کلکٹر، علاقہ میرٹھ نڈ پولیس اور علاقائی شکاریوں کے تعاون کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جراثیم پیشہ قبیلوں کے پیشہ ور شکاریوں کے خلاف بھی پورا ایذا قائم کرنا پڑتا ہے۔ جنگل کا انتخاب کرتے وقت عام سوچ بوجھ سے کام لیتے ہوئے یہ دیکھنا چاہئے کہ وہاں پانی اور خوراک مناسب مقدار میں موجود ہو۔ حقیقت میں سٹوروں سے بھرپور جنگل ہونا چاہئے۔ ایسی جگہیں جہاں شکاریوں کا گزر زیادہ ہوتا ہو وہاں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ سٹوروں کی تعداد میں کمی نہ ہونے پائے۔ اس طرح بہت سی بریکار زمینیں کو ایک کارآمد مقصد کے لئے استعمال کر کے ایک بین الاقوامی شہرت کے کھیل کو ترقی دینے کا کام کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس کا مناسب انتظام کیا جائے اور پولیسٹی بھی کی جائے تو مناسب معاشی فائدہ بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستان کے اس افضل ترین کھیل پر اس باب کو ختم کرنے سے پہلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ کتاب میری پہلی کتاب "ڈی ٹائیگر آف راجستھان" جس کو امریکی میں "ڈون مین اینڈر سے تھاؤنڈ اینڈ ٹائیگر" کے نام سے شائع کیا گیا "کے نتیجے کے طور پر لکھی گئی ہے۔

میں ان دوستوں اور مصنفوں کا ان معلومات کے لئے شکر گزار ہوں جو میں نے ان سے حاصل کی ہیں۔ میں نے شکار سے متعلق بہت سی کتابیں پڑھی ہیں ان میں کئی بہت عمدہ تھیں۔ جہاں کہیں میں نے دوسرے کے تجزیوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ میں نے اس کتاب میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔ اگر کہیں میں ایسا کرنا بھول گیا ہوں تو یہاں معافی چاہتا ہوں۔ میں سر رابرٹ تھراک، وارن، جارج بلسو اور پروفیسر مدن سنگھ کا پروف پڑھنے اور اصلاح کرنے کے لئے شکر گزار ہوں۔

تہنید

جولاؤں شکاری کی ٹھور آنکھوں
کے جادو کی سرخی کو نوکِ قلم پر
تو یہ سب عجب ہے
سٹور کا کہیں نگاہ سے اپنی ایسے
نکلنا کہ شور و شغب نے بہو اس کا
کھولا دیا ہو
یہاں ایسے پھرے ہوئے جانور کا
عجب ہے۔

وہ تندی سے اٹھنا، اکڑنا، پھرنا
وہ طوفان کی طرح خود اپنی طاقت کے بل پر
ہواؤں میں ایک پر شور طوفان بن کر
بہو اور جھاگوں کے پھینٹے اڑانا
وہی جان سکتا ہے جس نے کہ ایسے مناظر
کو دیکھا۔ مگر پھر نہ بھولا۔
افسردہ لگا ہوں میں تنہائیوں میں
یہ منظر
ایسے یادِ ماضی دلاتا رہے گا۔

بہاروں کے خوشی میں لمحہ لمحہ
اسے اپنے ماضی کی پُر کیف ٹھریوں کی یادیں
دلاتی رہیں گی
وہی دلوں سے پھر اٹھیں گے وہی خوش ہوگا
وہی اس سب و نیرہ کے بے تاب مس کی تفتا
اسے بار بار گھر سے جنگل میں
لاتی رہے گی۔

انسان جنگلی جانوروں کا شکار زمانہ قدیم سے نیزے اور کتوں کی مدد سے کرتا رہا ہے اور آج بھی جرمنی میں ایسا کیا جاتا ہے۔ سور کشی کی موجود شکل ہندوستان کے قدیم کھیلوں سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جنوبی اسپین اور شمالی افریقہ کے علاوہ دنیا میں کوئی دوسرا ملک ایسا نہیں ہے جہاں اس کھیل کو اپنایا گیا ہو۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ملک میں جہاں سور پاتے جاتے ہیں جنگلی اس قابل نہیں ہیں کہ سوروں کا گھوڑے پر سوار ہو کر پھانسیا جاسکے۔

میرے خیال میں شکار کے میدان میں ایک بڑے بڑا کا سور سے نبرد آزما ہونے اور اس کے حملے کو اپنے نیزے پر روکنے سے بڑھ کر پرکشش اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ اس کی دلیرانہ اور تعجب انگیز دوڑنے کی قوت نے اس کو دندہ صفت جانوروں میں سب سے زیادہ پر فریب مگر فراخ دل دشمن بنا دیا ہے۔ جو نہیں اس کو چھیڑا جاتے (جو آسانی سے کیا جاسکتا ہے) وہ اپنی دانقی بڑے غیر محتاط انداز میں استعمال کرتا ہے۔ میں نے دو ایسے موقعوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک اس کتاب میں اور ایک پہلے شائع شدہ کتاب میں جب کہ ایک سور اور شیر کے درمیان لڑائی ہوئی اور نتیجتاً دونوں ہی ختم ہو گئے۔

سور کی چھلانگ مارنے کی قوت بھی بڑی تعجب خیز ہوتی ہے۔ میرے مشاہدے میں ایک مثال ایسی بھی ہے جب کہ ایک سور نے چھلانگ لگا کر ایک پندروہ ماٹھ اونچے گھوڑے کے سوار کو گرادی۔ ایک مرتبہ تقریباً ایک درجن سور میرے باغ کے احاطے میں داخل ہو گئے۔ احاطے کی دیوار تقریباً چھ فٹ اونچی تھی میں نے باغ کا دروازہ بند کر دیا اور ان کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ سب چھ فٹ اونچی دیوار چھلانگ کر بھاگ گئے۔ سور کشی میں چار قسم کے عنصر شامل ہوتے ہیں۔ دوڑ، شاہ سوارسی، شکار اور لڑائی۔ سور کو نیزے سے مارنے کے پہلے تجربے کو کوئی شخص زندہ بھی نہیں بھلا سکتا۔ یہ ایک ایسا کھیل ہے جس میں جانور کو فرار کے تقریباً مساویانہ مواقع پیش ہوتے ہیں۔ سور اکثر ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے اور زخم صرف اسی کے نہیں آتے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بالکل محفوظ بچ نکلے۔ سور ایک ایسا جانور ہے جو دنیا کے ہر حصے میں پایا جاتا ہے۔ ہندوستان

میں یہ تقریباً ہر جگہ موجود ہے لیکن اس کی جسامت جگہ اور آب و ہوا کے مطابق مختلف ہوتی ہے۔ یہ کالے، اٹھیلے، سرخی مائل اور بھورے رنگ کا ہوتا ہے۔

سور کے کھر کو بھڑ بھڑ کی طرح ہوتے ہیں لیکن پھر بھی یہ چارہ کھانے والے جانوروں کی برادری سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور گائے کی طرح چارہ نہیں چرتا۔ اس کا سر لمبا ہوتا ہے اور تھوخص یا تھکی کی سونڈ کی مانند ہوتی ہے جس کے سر پر ایک چھوٹی بڑی ہوتی ہے اور جس سے یہ زمین کھودنے اور جڑیں کاٹنے کا کام لیتا ہے۔ اس کی کھال بہت سخت ہوتی ہے۔ پشت پر کھٹے جیسے بال ہوتے ہیں جو کندھوں اور گردن پر پہنچ کر ایال کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جنگلی سور ایک زمانے میں برطانیہ میں بھی پائے جاتے تھے۔ لیکن خانہ جنگی کے زمانے میں بالکل ختم ہو گئے۔ یہ زیادہ تر سبزیاں، درختوں کی جڑیں اور اناج کھاتے ہیں۔ لیکن پالتو سوروں کی طرح کیڑے مکوڑوں سے لے کر چھپکناک ہر چیز ہڑپ کر جاتے ہیں۔ ان کے رہنے کی پسندیدہ جگہ گھنٹا جنگل یا پہاڑیاں ہوتی ہیں لیکن بعض اوقات وہ گاؤں میں رہنا پسند کرتے ہیں تاکہ کھیتوں میں کھڑی فصلوں سے اپنا نذرانہ وصول کر سکیں۔ میدانوں میں وہ اپنا گھر گھاس دار جنگلی میں پانی کے نزدیک بناتے ہیں۔ وہ گتے کے کھیت بھی پسند کرتے ہیں۔ گنا ان کی من پسند خوراک ہے اور اکثر اس کی تلاش میں وہ کسی کئی میل سفر کرتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ گتے کے کھیت میں مستقل بود و باش بھی اختیار کر لیتے ہیں اور اس کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اگر کوئی ان کو دباؤ سے ہٹانے کی غلطی کر بیٹھے تو اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ سردی کے زمانے میں وہ یا تو ہیر کی جھاڑیوں یا کھجور کے درختوں کے جھنڈ یا کھیت کی باڑوں میں لیٹے رہتے ہیں اور دباؤ سے بھی ہٹنے پر تیار نہیں ہوتے ان کی ایک اور عام پناہ گاہ جو ان کا کھیت بھی ہے جہاں سے ان کو نکالنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔

گتے کی فصل تقریباً سارا سال کھڑی رہتی ہے۔ یہ ان کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ ان کو کھانے کے لیے رس دار کھا جاتا بھی مہیا کرتی ہے۔ گھاس دار جنگل میں اپنے دانتوں سے گھاس کاٹ کاٹ کر وہ پاشا تیار کرتے ہیں جنہیں وہ اپنا گھر بنا لیتے ہیں اور اپنے اس قلعے سے اس وقت تک باہر نہیں آتے جب تک کہ ان کو مجبور نہ کر دیا جائے۔ ایک بوڑھا سور خاص

طور سے اپنا ہاتھ چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہوا اس کے لئے کتنی مضر ہے اور اس کے اعضاء جنگل میں دوسری پناہ گاہ تک پہنچنے کے لئے کمزور ہیں۔ اس حالت میں اگر اس کو اپنی پناہ سے نکلنے پر مجبور کیا جائے تو وہ مرنے مارنے پر تیل جاتا ہے۔

سور کشی کے لئے عام طور سے موزوں جگہ ایسا ہموار میدان ہوتا ہے جہاں گھاس ہو اور بیچ میں کچھ خشک اور کچھ پانی سے بھرے ندی نالے موجود ہوں۔ اکثر مختلف قسم کے کھڈوں اور کھیتوں سے بھی سابلتہ پڑتا ہے۔ جن میں سے بعض اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ گھوڑا مع سوار کے غرق ہو جاتے اور بعض صرف اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ گھوڑے کا پاؤں پھنس جاتے اور وہ گر جاتے۔ گرہ دار جھاڑیاں اور ٹٹے ہوئے درختوں کی شاخیں بھی گھوڑا دوڑنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔ کسی بھی جگہ گھوڑے سے گرنا ممکن ہوتا ہے کیونکہ میدان کی بناوٹ اور دوڑ کی تیزی اتنا موقع نہیں دیتی کہ صحیح جگہ منتخب کی جاسکے۔ اس لئے اگر نا اس کھیل میں اتفاقاً نہیں بلکہ ایک لازمی امر ہے۔ ہر حال خطرات ایک حقیقی کھلاڑی کے لئے زیادہ کامیاب تک و دو کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔

کسی ذی عقل انسان کو نہیں مرعوب کھیل ایسا

کہ جس کے کھیلنے میں حادثہ کوئی نہ پیش آئے

نہ کوئی واقعہ رستے کا پھتر ہو

شکار کے لئے جب یا کا دلوا یا جاتا ہے تو سور کی پناہ گاہ کے قریب مناسب جگہوں پر دو دو تین تین کی پارٹیوں میں شکاری کھڑے کر دیتے جاتے ہیں جب سور باہر نکلتا ہے تو وہ پارٹی جو اس کے قریب ہوتی ہے اسکا پیچھا شروع کر دیتی ہے پارٹی کا ہر آدمی اس کو شش میں ہوتا ہے کہ سور کے پہلانیزہ مارنے کا سہرا اس کے سر بندھے۔ اس کے بعد یہ کام پوری پارٹی (جس کو ٹیپٹ کہا جاتا ہے) کا ہوتا ہے کہ وہ اس کا کام تمام کر دے۔ سور کو باہر نکالنے کے لئے یا کا دینے والوں کو ایک لائن میں کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ یہ لاکھٹیوں، بگل اور ڈھول لئے ہوتے ہیں جو یہی ان کو اشارہ کیا جاتا ہے وہ ڈھول وغیرہ بجاتے اور چیختے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اگر یا کھی مل سکیں تو کچھ وقفے کے بعد ان کو لائن کے ساتھ کھڑا

کر دیا جاتا ہے۔ چند شکاریوں کو بارہ بوزر بندوق بھی دے دی جاتی ہے تاکہ اگر کوئی بوڑھا خندہ سور اپنی جگہ چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو اس کو گولی مار کر نکال دیا جاسکے۔ بعض اوقات سور کو اس بات کا فائدہ ہی احساس ہو جاتا ہے کہ یا کا دینے والے قتل بالکل معصوم مخلوق ہیں اور اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے وہ ان کے شور شرابے کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور آرام سے اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے۔ ایسے مواقع پر اگر ذرا فاصلے سے اس کو گولی مار دی جاتے تو وہ غصے میں مل کھاتا، غڑاتا باہر نکلتا ہے۔ کبھی کبھی وہ معمولی سی آہٹ سے باہر آ جاتا ہے۔ لیکن کبھی بیسیوں یا کا دینے والے بھی منہ لا کتے رہ جاتے ہیں۔ ایک سور کو اس کی مرضی کے خلاف باہر لانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اچھا طریقہ یہ ہے کہ اس کی پناہ گاہ معلوم کر لی جائے اور اس کا اس وقت تک پیچھا کیا جائے جب تک کہ وہ ہموار میدان میں نہ آجائے۔ جب وہ اپنی جگہ سے باہر نکل آئے تو بھی بہت احتیاط کوئی چاہئے۔ اکثر ذرا سی مشتبہ بات جیسے کہ کھڑے سوار جو کھلے میدان میں منتظر ہوتے ہیں، اس کو واپس بھیج دینے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اگر اتفاق ایسا ہو کہ وہ اس جگہ تک نہ آئے جہاں نیزے بردار اس کے منتظر ہوں تو کچھ لوگوں کو جھنڈے دے کر درختوں کے اوپر چڑھا دیا جاتا ہے تاکہ شکاریوں کو وہ سمٹ بتائی جاسکے جس سمت ان کا شکار موجود ہے۔

یہ ایک اصول ہے کہ سور کو جب شور برپا کر کے اٹھایا جاتا ہے تو وہ شور کی مخالفت سمت میں بھاگنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ جنگل کے دوسرے سرے پر پہنچ جائے۔ جہاں اگر کوئی نہ ہو تو وہ کھلے میدان سے گزرو کر اپنی دوسری پناہ گاہ تک چلا جاتے۔ اس کے برعکس اگر اس کو دوسرے سرے پر کسی کی موجودگی کا احساس ہو جاتے تو وہ انجانے خطرے کا مقابلہ کرنے کے بجائے واپس آکر یا کا دینے والوں پر حملہ کرتے ہوئے بیچ نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر یا کا دینے والے اس کی پناہ گاہ تک پہنچ جائیں تو وہ خاموشی سے کھڑا ہو کر بیچ نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک مرتبہ بیچ نکلنے کے بعد وہ اپنی دوسری پناہ گاہ تک پہنچنے کے لئے منصوبہ بہت جلد اور آسانی سے بنا لیتا ہے، چاہے اس کو کتنی میل تک جانا پڑے۔ ایسے مواقع پر اگر یہ پتہ چل جاتے کہ ہوا میدان نزدیک ہی ہے تو اس کو کچھ کھانے کا لقمہ دے کر بھانے

کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے سامنے نہیں آنا چاہئے بلکہ صرف اس پر نگاہ رکھنی چاہئے تاکہ اس کو یہ احساس ہو جائے کہ وہ آپ سے کافی فاصلے پر ہے ایک مرتبہ ہوا زمین میں لانے کے بعد آپ اس پر ایک دم حملہ کر کے اس کو اچھٹکے میں ڈال سکتے ہیں اور قبل اس کے کہ وہ خطرے کا احساس کرے آپ کا نیزہ اس کو گھاتی کر سکتا ہے۔

عام طور سے کتے سورگشی میں استعمال نہیں کئے جاتے ہیں حالانکہ وہ اکثر سور کو اس کی بوسنگھ کر تلاش کرنے اور اس کی پناہ گاہ سے باہر لانے میں بہت مفید ہوتے ہیں۔ کتے جب سور پر حملہ کرتے ہیں تو وہ اپنے بچاؤ میں حملہ آوروں کے خلاف ایک گھیرا سا بنا لیتے ہیں اور اپنے بچوں کو بیچ میں رکھتا ہے۔ اگر بچے پر حملہ ہو تو سور اس کے چپانے کی آواز سن کر فوراً اسے بچانے کے لئے آتا ہے۔ جو کئی کتے سور پر حملہ کرتے ہیں تو وہ پہلے منہ سب جگہ سے خاندہ اٹھاتے ہوتے ان کا حملہ روکنے کے لئے ہر اشدی پوزیشن اختیار کر لیتا ہے۔ عام طور پر یہ اس وقت زیادہ ممکن ہوتا ہے جب کہ اس کا پچھلا حصہ کسی درخت یا چٹان سے محفوظ ہو۔

کبھی کبھی سور اپنے رہنے کے لئے ایسی جگہ منتخب کر لیتا ہے جس کے انتخاب کی نظر کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ یہ کوئی دور تنہا جھاڑی ہوتی ہے جہاں سے اس کو خوراک بھی میسر نہیں آتی لیکن ایسی جگہ یقینی طور سے کسی خاص سبب سے موزوں ہوتی ہے کیونکہ جب ایسی جگہ سے کوئی سور مار لیا جاتا ہے تو ایک ہفتے کے اندر اندر وہاں کوئی دوسرا سور آیا ہو جاتا ہے۔ میں نے ایک ایسی ہی جگہ سے ایک سال میں تین سور مارے تھے۔ جنگلی جانور جن میں پھمیلی بھی شامل ہے، یہ خصوصیت رکھتے ہیں کہ ایک جگہ جب ان کی جنس کو بہت زیادہ تعداد میں مار دیا جائے تو اس کی جگہ لینے دوسرے سور آ جاتے ہیں۔

سور کے دوڑنے کی رفتار اس کی سب سے زیادہ حیرت انگیز خصوصیت ہوتی ہے۔ اس کی اصلی رفتار کا دار و مدار اس کی نسل، جسمانی حالت، عید کی نوعیت اور اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کا شکار کس طرح کیا جاتا ہے۔ عام طور پر ایک گھڑ سوار کے لئے یہ مشکل ہوتا ہے کہ وہ دوڑ کے پہلے آدھے

میل میں سور سے آگے نکل جاتے۔ اگر سوار اپنے گھوڑے کو بچانا چاہتا ہے اور صرف سور کو اپنی نگاہ میں رکھنے پر اکتفا کرتا ہے تو تھوڑی دیر بعد وہ دیکھے گا کہ سور آہستہ رفتار اختیار کر لے گا جس کی وجہ سے گھڑ سوار کے سامنے تو رہے گا مگر اس کو دم لینے کا موقع مل جائے گا۔

ایک پارٹی جس میں تین چار آدمی پہلے نیزہ مارنے کے لئے دوڑ رہے ہوں ممکن ہے کہ سور خود کو محفوظ رکھنے کے لئے ذرا زیادہ رفتار سے دوڑے لیکن وہ آدھ میل تک ہی اس رفتار سے دوڑ سکے گا۔ پھر تھک جائے گا۔ ایسے موقع پر اس کو آسانی سے زیر کیا جاسکتا ہے۔ ایک نوجوان سور ایک دم اتنا تیز دوڑ سکتا ہے کہ شاید ہی کوئی گھوڑا اس کا مقابلہ کر سکے۔ ایک نیزہ باز دوسرے کے پیچھے ہو تو اس کو سور کے مڑنے ہی نیزہ مارنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ نیزہ اس طرح مت پڑے کہ دوسروں کے لئے خطرہ پیدا ہو جائے۔ اگر آپ چھلانگ لگاتے ہیں تو اپنے نیزے کا خیال رکھتے۔ اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو یہ ہو سکتا ہے کہ نیزہ آپ کے یا گھوڑے کے پار ہو جائے۔ ایک غصیلے سور کے سامنے بالکل ہی ہتھیار بغیر ہونا بہت ہی نقصان کا باعث ہو سکتا ہے۔ ایسے حالات کے مقابلے کے لئے اپنے ساتھ ایک شکاری چاقو رکھنا چاہئے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب سور کے لئے مارا دیا جا رہا ہو تو سور کے بجائے جیتا نکل آئے۔ جیتے کو نیزے سے شکار کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہوتی لیکن یہ کام لاپرواہی سے نہیں کرنا چاہئے۔ حملہ کرنے والے کو یقین دینا چاہئے کہ اس کا وار بھر پور پڑے گا ورنہ زخمی ہونے کی صورت میں جیتا ایک طرف مڑ کر پیچھے آئے والے سوار کو گریہ کر زخمی کر دے گا یا پا کا دینے والوں پر حملہ کر دے گا۔

یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر ادھر ادھر فصلیں کھڑی ہوں تو وہ سور بھی ضرور ہوں گے۔ کیونکہ خوراک کی کشش کے علاوہ یہاں ان کو یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے بڑے دشمن شیر اور چیتے وغیرہ سے محفوظ رہیں گے۔ عام طور سے شیر چیتے انسانی آبادی کے نزدیک نہیں آتے۔

شکار کی صحیح تنظیم اس طرح ہونی چاہئے کہ مارا دیا جانے سے پہلے پارٹی کو مختلف "پٹریں" میں تقسیم کر دینا چاہئے۔ ہر "پٹری" میں دو یا تین آدمی ہوں اور

ان کے لئے ایک ایک جگہ متعین کر دینی چاہیے۔ جہاں وہ اس وقت تک انتظار کریں جب تک کہ سوار باہر نہ نکل آئے۔ ہر ہیٹنگ کو خود کو چھپائے رکھنے کی کوشش کوئی چاہیے اور سوار کو بھاگنے کا راستہ دے دینا چاہیے۔ اچھا یہ ہے کہ اس کو کافی دور تک بھاگنے کا موقع دیا جائے ورنہ خیال رہے کہ اگر وہ واپس اپنی پناہ گاہ میں چلا گیا تو اس کو نکلنا جوئے شیر لانے سے کم نہ ہوگا۔

ہندوستان کی دیاستوں کے باہر بھی نیرے سے سوار گشتی سے متعلق کئی کتب تھیں۔ ان کو سینٹ کلب "کہا جاتا تھا۔ اور کوئی بھی خواہشمند شکاری ان کے سالانہ مقابلوں میں حصہ لے سکتا تھا۔ اس قسم کے کئی کلب میرٹھ، امیتھرا، کانپور اور ناگ پور وغیرہ میں تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور میرٹھ سینٹ کلب تھا۔ جہاں ۱۸۵۷ء میں "قادر کپ" کا مشہور مقابلہ ہوا تھا۔ میں یہاں کچھ قواعد درج کرتا ہوں تاکہ قاری کو اس کھیل کی نوعیت کا اندازہ ہو جائے۔

- ۱۔ ہمیشہ کپتان کا حکم ماننا چاہیے۔
- ۲۔ جنگل کی سمت مکمل خاموشی اختیار کرنی چاہیے اور اپنی مقررہ جگہ پر کھڑے ہونے کے بعد کوئی بل جُل نہیں کرنی چاہیے۔
- ۳۔ وہ شخص جو سوار کے پہلا نیرہ مارے اس وقت تک اس کا پیچھا کرے جب تک وہ اسے مار نہ ڈالے۔ اگر کسی حادثے کی وجہ سے وہ نہیں مار سکتا تو شکار دوسرے شخص کا کہلائے گا۔
- ۴۔ پہلے نیرہ مارنے کا حق اس وقت تسلیم کیا جائے گا جب کہ منصف کو خون دکھایا جائے گا۔
- ۵۔ اگر کوئی سوار دوسرے کو دھکا دے کر ہٹائے یا اپنے نیرے کو غیر مناسب طریقے سے پکڑے تو اس کو جرمانہ کرنا چاہیے۔
- ۶۔ ایسے مگر جو سوار کا بدوق سے شکار کریں کلب سے نکال دیئے جائیں۔
- ۷۔ نیرہ پھینک کر مارنے کی سختی سے ممانعت ہونی چاہیے۔
- ۸۔ وہ نیرہ جو غافل سوار کے مارا جائے شمار نہیں کیا جائے گا۔
- ۹۔ ایک معمولی زخمی سوار اگر ہیٹنگ کے دوران بچ نکلے اور دوبارہ تلاش

کر کے مار دیا جائے تو کامیابی اس شخص کی تصور ہوگی جو دوسری مرتبہ پہلا نیرہ مارے۔

- ۱۰۔ اگر ایک پارٹی سوار کا پیچھا کر رہی ہے تو دوسری پارٹی کا کوئی شخص اس وقت تک مداخلت نہیں کرے گا جب تک اسے مدد کے لئے نہ کہا جائے۔
- ۱۱۔ ممبروں کو چاہیے کہ ایسے مواقع پر سفید لباس نہ پہنیں۔

ایک سینٹ کلب کے ممبروں کو اس بات کی اجازت ہوتی تھی کہ فیس دے کر وہ ایک یا ایک سے زیادہ گھوڑوں کو مقابلوں میں داخل کر دیں اور مقررہ تاریخ پر جو عام سے اپریل میں ہوا کرتی تھی۔ ایک مقررہ مقام پر جمع ہو جائیں جہاں ایک کیمپ پہلے ہی ان کے لئے لگا دیا جاتا تھا۔ پھر ان کو چار چار کی پارٹیوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ ہر پارٹی کے ساتھ ایک منصف ہوتا تھا جو سوار کے طے پر تعاقب کے لئے سوار ہونے کا حکم دیتا اور پھر اس بات کا فیصلہ کرتا کہ پہلا نیرہ مارنے کا شرف کس کو حاصل ہوا ہے۔ پہلی ہیٹنگ کے جیتنے والوں کو پھر تین تین کی پارٹیوں میں تقسیم کر دیا جاتا اور یہ جگہ بھی پہلے کی طرح پورا ہوتا۔ یہاں تک کہ آخری مقابلہ انجام کے لئے کیا جاتا۔ اس قسم کے مقابلے میں عام طور پر چار دن لگ جاتے تھے۔

یاد رکھنے کے وقت اس کھیل کے سچے پرستاروں کا جوش بڑا شدید ہوتا ہے دل دھڑکتا ہے، ہاتھ لپکتے ہیں۔ یہ جذبات گھوڑے کو منتقل ہو جاتے ہیں اور اس کا جسم بھی اشتیاق سے تھر تھرانے لگتا ہے۔ تعاقب میں روانہ ہونے کا یہ وقت آپ کا اور آپ کے گھوڑے کے امتحان کا وقت ہوتا ہے۔

نیرے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک لمبا اور نیچے ہاتھ سے پکڑا جانے والا دوسرا چھوٹا یا کوپے کی مانند۔ پہلے کی لمبائی پچھلے سے آٹھ فٹ تک ہوتی ہے۔ اس کا دستہ سخت ہانس کا ہوتا ہے اور پھل لوہے کا۔ دن دو سے تین پونڈ تک ہوتا ہے۔

اس کو پکڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ دستے کو بغل میں دبایا جائے لیکن اس طرح کہ تقریباً دو تہائی حصہ آگے نکلا رہے اور انگلیاں نیچے کی طرف رہنی چاہئیں۔ کوپے کی مانند نیرے کا دستہ پانچ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس کا گندا اور پی لوہے کا ہوتا ہے اور گندے سے چھ اپرچ کے فاصلے سے پکڑا جاتا ہے تو تو ان

قائم رہتا ہے۔ اس کا وزن دو سے چار پونڈ تک ہوتا ہے۔ اس کو اوپر اٹھا ہوا کپڑا جاتا ہے۔ انگلیاں سامنے کی طرف ہوتی ہیں اور انگوٹھا خنجر مارنے کے انداز میں نکلا ہوا ہوتا ہے۔ اس نیزے کے پھل کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ میں ذرا طور سے "بودھ راج" قسم کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ وہ دستانے سے پوڑا ہوتا ہے اور آسانی سے اندر گھس جاتا ہے جہاں تک نیزے کا تعلق ہے میں لمبا اور نیچے سے پکڑے جانے والا پسند کرتا ہوں۔

جب سوار کا پیچھا کیا جائے تو اس سے نگاہ نہیں ہٹانی چاہیے اور راستے کی رکاوٹوں سے بچنے کا کام گھوڑے پر چھوڑ دینا چاہئے جو مداخلت نہ ہونے کی صورت میں یہ کام زیادہ بہتر طریقے سے انجام دے سکے گا۔ آپ کا کام تو صرف یہ ہے کہ گھوڑے کو اس طرف چلاتے جائیں جس سمت سوار جا رہا ہے ایسا میدان بہت کم ہوتا ہے جہاں گھوڑا نہ جا سکے۔

جب سوار کا گھوڑے پر سوار ہو کر پیچھا کیا جائے تو سوار کو اس کے حملے کے لئے کسی وقت بھی تیار رہنا چاہئے۔ سوار جو اپنی سوار کو اپنے نزدیک دیکھتا ہے تو وہ گھوڑے کے راستے سے ایک طرف ہٹ جاتا ہے اور اپنے بے لوث کیلئے دانت نکال کر سیدھا آتا ہے اور حملہ کر دیتا ہے۔ ایسے موقع پر نیزہ کا پھل نیچے کر کے اس کی گردن کی طرف کر دینا چاہئے اور اس طرح دونوں کے زخموں سے بچنے کے لئے اس کی وجہ سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہو سکے گا۔

اس قسم کے شکار میں کوئی شخص اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ایک اچھا شاہ سوار نہ ہو۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ فوج میں بھی مشینوں کے استعمال کے اس دور میں گھڑ سوار ہی ختم ہوتی جا رہی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ شاہ سوار کی طرح اور سواروں دونوں شعبہ ہائے زندگی میں ایک قیمتی اثاثہ تصور کی جاتی رہے گی۔

یو لو اور نیزے سے سوار کشی ایسے بہترین کھیل ہیں جو گھوڑے پر سوار ہو کر کیے جاتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ یو لو میں ہوا زمین اور آٹھ کھلاڑیوں کا حوروت ہوتی ہے مگر سوار کشی میں قدرتی میدان، ایک سوار اور ایک سوار کی ضرورت پڑتی ہے۔

ایک کامیاب سوار کشی میں دو خاص صلاحیتوں کو نشوونما دینا ضروری

ہوتا ہے۔ پہلی انتہائی چالاکی سے شکار کرنے والے شکار کی نگاہ پیدا کوئی چاہئے۔ اس سے وہ اس قابل بن جاتا ہے کہ اپنے نزدیک وہ دور کا جانور لے سکے کیونکہ ناہمواری میدانوں میں کئی رکاوٹیں آتی ہیں اور ایک رکاوٹ سر کرنے کے بعد دوسری رکاوٹ کے بارے میں فوری فیصلہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوسری صلاحیت جو اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ پہلی۔ یہ ہے کہ معمولی سے اشارے سے اسی سمت کا اندازہ لگانے کی عادت پیدا کرنی چاہئے جس طرف سوار کے جانے کا امکان ہو۔ سوار کشی بہت ہی پر جوش اور مردانہ کھیل ہے۔ ایسا کہ جس میں استعداد، تیزی، دلیری اور اپنی ارادہ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جسمانی مشقت جو اس کھیل میں ہوتی ہے۔ انسان کے جسم و دماغ دونوں کے لئے مفید ہے۔

لومڑی کے شکار کے بارے میں بہت کچھ کہا جاتا ہے۔ کچھ کتوں کو ایک چھوٹے سے جانور کے پیچھے چھوڑ دیا جاتا ہے جو مقابلہ کرنے کے بجائے بھاگ جانے ہی میں اپنی خیریت سمجھتا ہے۔ اس میں اصلی مزہ سرسٹ وورٹنے، پھلانگیں لگانے اور ندی نالے تیزی سے پار کرنے یا ان میں اتر جانے میں ہوتا ہے۔ لیکن لومڑی کے شکار کی کو کسی اچھے سوار کے پیچھے دوڑا دیجئے اور اس کے بعد وہ خود مقابلہ کر سکتا ہے کہ کونسا کھیل زیادہ پرکشش ہے۔ سوار کشی میں ملاحظیوں کا منظم طریقہ سے آگے بڑھنا، ملاحظیوں کا دینے والوں کا شور و غلبہ، سوار کا اپنی پناہ گاہ سے باہر نکلنا اور پھر پہلے نیزہ مارنے کی جدوجہد، الغرض عجیب و غریب کاشان ہوتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کا مقابلہ ہی نہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں کسی جانور کے شکار میں مصروف ہوں تو اس وقت وہی سب سے اچھا معلوم ہے لیکن میرے دماغ میں یہ بات موجود ہوتی ہے کہ سوار کے تعاقب سے بڑھ کر مزے دار اور کوئی کھیل نہیں ہو سکتا کیونکہ جہاں آپ اکثر ان جلنے جنگل میں ہوتے ہیں اور آپ کو اپنی جہارت اور ہمت، سوار کی جہارت اور ہمت کے مقابلے میں استعمال کرنی پڑتی ہے۔ اور یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ آخر میں سخت لڑائی ہوگی۔

اگر سوار کا تصور ہے تو وہ ایک میل یا اس سے زیادہ تو بڑی ہولناک رفتار سے

جائے گا۔ اور پھر اگر یہ محسوس کرے کہ وہ اپنی جان نہیں بچا سکتا تو وہ واپس
مڑے گا اور حملہ کر دے گا۔ اور پھر آپ کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ زخمی ہو کر
کتنی خوفناک مخلوق بن جاتا ہے۔ میں شرط یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس کے سامنے
لوہڑی کا شکار بہت ہی بزدلانہ کھیل دکھائی دیتا ہے۔ صرف یہی ایک کھیل
ہے جس میں آپ کو اپنے جوہر دکھانے کی ضرورت پڑتی ہے اور جہاں آپ کو او
آپ کے شکار کو مسادہ یا نہ مواقع میسر ہوتے ہیں۔ ایک طرف تو تعاقب کی
مہیاں انگریزی ہوتی ہے جوڑ کاوٹوں اور خطرات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے او
پھر اس میں وہ جو شکار بھی شامل ہو جاتا ہے جو اپنے ساتھی سواروں سے پہلا
نیزہ مارنے کی جدوجہد میں پیدا ہوتا ہے۔

سور میں مستقل مزاجی کی بھی کمی نہیں ہوتی۔ وہ نہ صرف ایک طاقتور حرف
ہوتا ہے بلکہ ایک باہر قوت مخلوق بھی ہے۔ انگریزی کا وہ شعار "Pig
Herd" جس کا مطلب جندی ہوتا ہے قابل احترام ہے۔ سور جب
ایک فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر وہ بلا جھجک اس پر عمل کرتا ہے اور اس کی
اسی خوبی کی وجہ سے (Pig Herd) محاورہ وجود میں آیا ہے یہ
ایک ایسی خوبی ہے جس کو ہمارے جرنیلوں اور سیاست دانوں کو اپنانا
چاہیے۔ اگر سور یہ فیصلہ کرے کہ اسے آگے بڑھنا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت
اس کو ایسا کرنے سے نہیں روک سکتی۔ اگر اس نے یا کا دینے والوں کی
لائن میں سے نکل بھاگنے کا ارادہ منتخب کر لیا ہے تو سوا ہاتھی بھی اس کے لئے
رکاوٹ نہیں بن سکتے۔

سور کی فطرت کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اس کی تعداد پریشان کن تیزی سے
بڑھتی ہے اور غریب کسان کے لئے یہ ایک بڑی آفت بن جاتا ہے۔ وہ چوکنی
مگر مستعد چال سے ایک گھنٹے میں پانچ چھ میل چل لیتا ہے اور کافی فاصلے
تک اپنی اس رفتار کو برقرار رکھتا ہے۔ رات میں وہ جنگل میں بہت دور
دور تک اپنے پسندیدہ کھیتوں پر چھاپا مارنے کے لئے سفر کرتا ہے اور سورج
نکلنے سے پہلے واپس اپنی پناہ گاہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جب یہ زیادہ تعداد میں ہو
تو ان درندوں کی قوتِ غارتگری ناقابل یقین حد تک زیادہ ہوتی ہے۔ میں نے
کھیت در کھیت اس طرح پامال شدہ دیکھے ہیں جیسے انہیں کسی زور ٹی آئے یا

اور اس سے کاٹا گیا ہو اور فصل کا نشان بھی باقی نہ رہے۔ اس لئے سور کشی
کرتے وقت یہ اطمینان ہوتا ہے کہ عوام کے لئے ایک بڑی خدمت انجام دی جا
رہی ہے۔

یہ غول پسند جانور ہے۔ ایک غول میں بیس سے لے کر تیس سور تک ہوتے
ہیں۔ لوڑھا سور تنہا زندگی گزارنا زیادہ پسند کرتا ہے اور غول میں صرف
مستی کے زمانے ہی میں شامل ہوتا ہے۔

کھلے میدان میں انسان سور کے حملے سے باخبر رہ سکتا ہے لیکن زیادہ
حادثات اس وقت ہوتے ہیں جب یہ کہیں چھپا ہو۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آپ
آہستہ آہستہ جارہے ہیں اور سور کو دیکھ نہیں پاتے۔ لیکن وہ آپ کو دیکھ
لیتا ہے اور حملہ کر دیتا ہے۔ اس پر کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ ورنہ آپ
اس کو شکار نہیں کر سکتے۔ اپنے ہاتھوں کو مستعد رکھئے اور جب وہ حملہ آور
ہو تو اپنا وزن نیزے پر ڈال کر بھر پور وار کیجئے۔

مندرجہ ذیل باتیں بھی گھوڑے پر سوار ہو کر سور کا تعاقب کرتے وقت دماغ
میں رکھنا ضروری ہیں۔ اول یہ کہ ہمیشہ سور کے پیچھے گھوڑا بہت تیزی سے دوڑائیے
گھوڑے کو تمام زخم اس وقت لگتے ہیں جب کہ وہ کھڑا ہو یا آہستہ چل رہا ہو۔
دوسرے یہ کہ سور کا حملہ ہمیشہ ایک نوا دیہ بنا کر روکنے، اگر آپ سنبھلے آ
کر روکتے ہیں تو یا تو آپ کا گھوڑا سور کو پھلانگ جائے گا یا اس سے ٹکر کر
گر پڑے گا۔ تیسرے نیزہ اس جگہ مارتے جہاں ضرب کاری لگائی جاسکے۔ چوتھے
یہ کہ اگر سور آپ کے وار سے بچ نکلے تو آگے بڑھ جائیے۔ پانچویں اپنے نیزہ کو
گم نہ بننے کی بجائے لئے سور پر کبھی نہ پھینکیے۔ آخری مگر سب سے اہم بات یہ
ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو اپنے گھوڑے کو تنہا چھوڑ دیجئے۔ بنا سوار گھوڑا
کبھی نہیں گرتا۔ کیونکہ وہ اپنی دیکھ بھال خود کرتا ہے۔ اس لئے اس پر بھروسہ
کر لینا چاہیے۔ آپ ایسا نہ کریں کہ سور کا تعاقب چھوڑ دیں۔ اس کا یہ مطلب بھی
نہیں کہ آپ بالکل اس کے پیچھے چولیں۔ وقتاً فوقتاً ایسے مواقع آئیں گے جب
کہ آپ کسی قریبی راستے سے سور کو واپس ناہموار میدان یا اس کی پناہ گاہ
سے باہر نکال لائیں گے۔

جب آپ اس کے قریب آئیں تو اس کو اپنے آگے رکھئے اور جب اس میں

تھکاوٹ کے آثار نمودار ہوں یا آپ یہ دیکھیں کہ وہ حملہ کرنے والا ہے (جب وہ چڑا چڑا کے اپنے نوکیلے دانت نکالتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آفت آنے والی ہے) تو آپ ہر ممکن تیزی سے اس کے پیلو پر پیلو آجلیے اور اپنے میرے سے اس کے کندھے پر وار کیجئے۔ جو ہی نیزہ اس کے لئے آپ گھوڑا دوڑا دیکھتے تاکہ آپ کے گھوڑے کے پاؤں محفوظ رہیں اور آپ نیزہ بھی واپس نکال سکیں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو اپنی مہارت اور تھوڑی سی خوش قسمتی سے اسے آپ وہ ہیں ڈھیر کر دیں گے۔ اگر اس کے کوئی ہلکے زخم نہیں لگتا تو بڑی تیزی سے اس کو گھیرے میں لے لیجئے اور دوبارہ نیزہ مار بیٹے۔ لیکن اس بات کا خیال رہے کہ ایسا موقع پر وہ انتہائی غضب ناک ہو جاتا ہے۔

سور کو تقریباً دس گز آگے دامن طرف رکھنا چاہئے تاکہ وہ جو ہی وہ گھوڑے کی جانب حرکت کرے سوار اس کو نیزہ مار دے۔ یہ ایسا موقع ہوتا ہے جب کہ شاہ سوار ہی اور جہاوت کام آتی ہے۔ اگر آپ کا نیزہ صحیح نشانے پر نہیں لگتا تو گھوڑے کے ساتھ ساتھ آپ کی جان بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ پہلے نیزہ مارنے کا فن ایک شخص کچھ خصوصی معلومات کے ذریعے حاصل کر سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں اس بات کو کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی کہ آپ سب سے آگے ہوں۔ سب سے زیادہ فائدہ تھوڑا پیچھے رہ کر اور سور کی متواتر حرکات کے انداز سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اگر آپ گھوڑے سے گر جائیں تو پہلے بیان کی ہوئی وجوہات کی بنا پر گھوڑے کی لگام نہ چھوڑ دیتے۔ اس طرح آپ رکاب میں پاؤں پھینسنے کی صورت میں خود کو گھسیٹنے سے بچا سکتے ہیں۔ میں آئندہ اور اتنی میں ایسے حادثات کا ذکر کروں گا جو اس نصیحت کو نہ ماننے کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں۔

اگر سور کھلے میدان میں مل جائے جہاں سے وہ نظروں سے باہر ہو سکتا ہے تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کے پیچھے نہ دوڑا جائے تاکہ وہ کسی گھٹے جھنڈ میں غائب نہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں اس کا ہوشیار سی سے تعاقب کرنا چاہئے۔ اس کو نگاہ کے سامنے رکھنا چاہئے مگر اس کو یہ احساس ہو کہ اس کا پیچھا کیا جا رہا ہے۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد کے کا لیکن ایسے موقع پر بھی آپ اس تک براہ راست پہنچنے کی کوشش نہ کریں بلکہ زبردستی کئے

بغیر ایسے واقعات نہ چاہیں کہ آپ اس کو اس کی اُس پناہ گاہ تک پہنچنے نہ دیں جو اس نے سوچ رکھی ہو۔

اگر آپ کا گھوڑا سور کے پیلو پر پیلو دوڑ رہا ہے تو عام طور پر سور اس کے کندھے یا آگے کے پاؤں پر حملہ کرے گا۔ اگر ایسے موقع پر سوار نیزے کی ضرب کاری نہ لگا سکے تو گھوڑا یقیناً گر پڑے گا جس کا نتیجہ ناخوشگوار ہوگا اور جو بعض اوقات گھوڑے اور سوار دونوں کے لئے ممیٹک ثابت ہو سکتا ہے لیکن ایسے حالات میں سور کو آسانی سے نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ نیزہ اگر کندھے کے نیچے مارا جائے تو وہ فوراً پھینچڑوں میں داخل ہو جائے گا اور قسمت کی تھوڑی یا وری کے ساتھ بس ایک ہی وار میں سور کا خاتمہ ہو جائے گا۔

جس علاقے میں آپ سور کا تعاقب کرنا چاہتے ہیں اس کا بغور جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے۔ سور تو یقینی طور سے ایسا رستہ اختیار کرے گا جو اس کے لئے محفوظ مثلاً گھٹے جھنڈ، ندی نالے یا ہموار میدان جس میں گہری گہری گھاٹیاں بنی ہوئی ہوں جو اس کے تعاقب میں رکاوٹ پیدا کر سکیں۔ وہ بہت زیادہ سیراب کی ہوئی زمین کی طرف جاتے گا تاکہ گھوڑے کا پاؤں دلدل میں پھنس جائے یا کپاس بوٹی کالی زمین میں جائے گا جہاں ایسے شگاف اور دراڑیں پڑی ہوں جن کو وہ سہ سے نہ دیکھا جاسکے اور پھر گھوڑے کے کھڑان میں پھنس جائیں۔ وہ کسی بگڑا ٹی پر نہیں چلے گا بلکہ کھڑی چٹانوں جیسی گھاٹیوں میں چھلانگیں لگائے گا جہاں گھڑا سوار کا گزر نہ ہو سکے۔ سور کے لئے مفید جبکہ ایسا ہموار میدان ہوتا ہے جہاں گھوڑے کے زیر بند تک اونچی گھاس ہو۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اپنی نیام میں بند ایک شکاری چاقو ہونا چاہئے جو پیٹھی کے ساتھ لٹکا رہے۔ یہ ایسے موقع پر ایک اتمول چیز ثابت ہوتا ہے جب کہ سوار گھوڑے سے گر چکا ہو یا نیزہ ہاتھ سے چھوٹ گیا ہو اور سامنے ایک غضبناک سور موجود ہو۔ اگر آپ نے اپنا شکار مار لیا ہے یا بد قسمتی سے آپ ایسے حالات میں ہیں کہ مدد کی ضرورت ہے تو ایسے مواقع پر غلیوں کو بلائے کے لئے ایک پولیس کی سیٹی بھی مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

گھوڑا ایسے موقعوں پر سوار کو نیم کا کیتان سمجھتے ہوئے ایک حد تک اس

کی راہ نمائی قبول کر لیتا ہے۔ لیکن یہ اپنے سوار کی دماغی حالت پہنچنے کی حدت بھی رکھتا ہے۔ سوار کی پریشانی اور تذبذب سے فوراً باخبر ہو جاتا ہے اور کچھ خود بھی اس سے اثر قبول کر لیتا ہے۔ اس لئے یہ کہا جاتا ہے کہ ایک دلیر سوار کا گھوڑا بھی دلیر ہوتا ہے لیکن اگر سوار بزدل ہو تو گھوڑا بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ اس کھیل میں گھوڑا ایک لائق ساتھی ہوتا ہے اور اس پر اس شکار کے تمام مزے یا ناکامی کا دار و مدار ہوتا ہے میں ہمیشہ عربی گھوڑے کو ترجیح دیتا ہوں۔ گو بعض حضرات میری اس رائے سے اختلاف رکھتے ہیں۔



ایک سوار کا شیر پر حملہ

سوار کے مقابل میں ایک بار جو شیر آیا

حال اس کا ہوا ایسا

خونریز تصادم میں

اس شیر کی سبب شیری

آغشتہ خون ہو کر

بے جان ہوئی ایسی

دیکھی نہیں جاتی تھی

شعلے سے لپکتے تھے

خونریز کی آنکھوں سے

تھا جان سے بے پرواہ

اور غیظ میں تھا ایسا

جاننا نہ تھا وہ اتنا

ہر لحظہ جھپٹتا تھا

ہر آن پلٹتا تھا

قدرت نے کوئی پیدا

حیوان نہ کیا ایسا۔



یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تمام جانوروں میں سوار ہی ایک ایسا جانور ہے جو ایک تالاب پر شیر کے ساتھ پانی پینے سے خوف نہیں کھاتا۔

ایک مرتبہ مجھے ریاست جے پور کے ارباب اختیار نے ڈگوتا جا کر ایک شیر مارنے کے لئے کہا۔ جہاں کہ وہ ایک بہت بڑی لعنت من گیا تھا۔ باولی او پچان باندھنے کا پہلے سے انتظام کرنے کے بعد میں بذریعہ موٹر کار وہاں پہنچا اور چاندنی رات میں شکار کا پروگرام بنایا۔ جس دن میں روانہ ہونے والا تھا میرے ایک دوست کیپٹن گنپت سنگھ (جے پور لائسنس) بھی میرے پاس موجود تھے۔ انہوں نے شیر کے شکار پر میرے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر

کی۔ یہ صاحب سوگرشی کے لئے اس مرتبہ میرے ساتھ تھے۔ جب جہانگیر نے اس کے گھوڑے سے گھسیٹ گھسیٹ کر مار ڈالا تھا۔ میں نے ان کی ساتھ جانے کی پیشکش خوشی سے قبول کر لی اور انہیں اپنے ساتھ لے گیا۔

موسم بڑا خوشگوار تھا اس لئے ہم دوپہر کے کھانے کے بعد فوراً روانہ ہو گئے۔ میں اپنی فورڈ ۸۔ ایک آپ چلا رہا تھا اور کیپٹن میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میرا ڈرائیور اور دو مزید شکاری پیچھے کھلی ہوئی سیٹ پر بیٹھے تھے جب ہم دوسرے کے قریب سے گزرے تو ہم نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ایک بکرے کو دلوچے بیٹھا تھا اور بکرے کا مالک بڑی بے کسی کے عالم میں شور مچا رہا تھا۔ ہر طرف کھلا میدان تھا۔ میں نے اپنے دوست سے پوچھا کہ اگر میں بھیڑیے کا بذریعہ کار تعاقب کروں تو کیا وہ اس کو شکار کرے گا۔ میرے دوست نے میری اس تجویز سے اتفاق کیا۔ میں نے گاڑی روکی اور اپنے دوست کو پچھلی سیٹ پر بیٹھا دیا جو کھلی ہوئی تھی۔ میں نے اسے ایک بارہ بور بندوق بھی لے دی اور سڑک سے اتر کر سیدھا بھیڑیے کی جانب روانہ ہوا جو اس اٹار میں دوسرا بکرہ مار گرانے میں مصروف تھا۔ مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر بھیڑیے نے بکرا اچھڑ دیا اور بھاگنے لگا۔ میں نے بھی فوراً کار کی رفتار تیز کر دی۔ میں چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کار چلا رہا تھا۔ اس لئے جلد ہی اس کے قریب پہنچ گیا۔ کیپٹن نے بارہ بور بندوق سے گولیاں برسنا شروع کیں لیکن بد قسمتی سے وہ چھوٹے چھوٹے چھرے استعمال کر رہا تھا جن کا اس جانور پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں نے کیپٹن کو بہن مارنے والی گولیاں استعمال کرنے کو کہا۔ کار کی رفتار بھیڑیے کی رفتار سے زیادہ تھی اس لئے وہ سیدھا نہیں بلکہ چکر کھاتا ہوا دوڑ رہا تھا۔ اس کے اس طرح دوڑنے کی وجہ سے میرے دوست کو ایک اچھا موقع مل گیا۔ لیکن بہت سی گولیاں ضائع کرنے کے بعد پانچسواں داؤد میں گولی بھیڑیے کے سر میں لگی اور وہ قلابا زیاں کھا گیا۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ دوڑتی ہوئی کار سے خاص طور پر ایسے حالات میں نشانہ لینا بہت مشکل ہوتا ہے جب کہ زمین ناہموار ہو۔ اس لئے میں نے کیپٹن کی اس کامیابی کو ست سراہا۔ اس نے اس کے بدلے میں میرے کار چلانے کی داد

دی۔ اپنے ہونٹوں پر باہمی تعریف کے یہ کلمات لیے۔ ہم اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے۔

ہم نے اس بھیڑیے پر آدھ گھنٹہ صرف کیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ہمیں دیر ہو رہی ہے اس لئے کار کی رفتار تیز کر دی۔ ابھی چند میل ہی گئے تھے ایک بڑا ناگہانی اور خوشگوار واقعہ رونما ہوا۔ ایک مورسڑک پا کر رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ میرے قریب پہنچنے تک وہ میرے راستے سے نکل جائے گا لیکن ایسا کرنے کے بجائے وہ سڑک کے بیچ میں ٹھہر گیا اور وہاں سے ہی اڑنا شروع کر دیا۔ اس اٹار میں کار اس کے قریب پہنچ گئی اور وہ وند سکریں سے بائیں جانب بکرایا۔ جہاں کیپٹن بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ اس کے وزن اور کچھ کار کی رفتار کی وجہ سے وند سکریں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ اور مورسڑک میرے دوست کی گود میں آ پڑا۔ وند سکریں کے ٹکڑے اڑھار اڑھار بکھر گئے جس کی وجہ سے ہم دونوں معمولی زخمی ہو گئے۔ میں نے فوراً ہی کار روکی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے شکاریوں کو مردہ مورسڑک اڈایا۔ ہم نے سیٹ صاف کی اور وند سکریں کے چوکھٹے سے شیشہ کے ٹکڑے علیحدہ کئے اور سفر جاری رکھا۔ اب کار زیادہ رفتار سے چلانا مشکل ہو گیا کیونکہ ہوا کے تھپیڑے سیدھے میرے منہ پر لگنے لگے تھے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی وند سکریں کے کھلے چوکھٹے سے ایک کبوتر اُندرا گیا اور اس تیزی سے آیا کہ ہم دونوں کے بیچ سے گزر کر پچھلی سیٹ پر بیٹھے شکاری کے سر پر اس زور سے لگرایا کہ وہ چیخ اٹھا اور اس کی پیٹھی نیچے گر گئی۔ ہماری منزل مقصود جے پور کے شمال مشرق میں تقریباً پچاس میل دور تھی جہاں ہم شام کو پہنچے۔ یہاں چان کا مہمانہ کرنے پر پتہ چلا کہ وہاں بیچھ کر ہم پورے طور سے چھپے نہیں رہ سکتے تھے اور خاص طور سے چاندنی رات میں تو یہ بہت مشکل تھا کہ ہم نظر نہ آئیں میں نے فوراً ہی درختوں کے پتوں اور شاخوں سے ایک پردہ بنوایا اور مچان پر گلوادیا اور اس کے پیچھے اپنے دوست کے ہمراہ اندھیرا ہونے سے آدھ گھنٹہ پیشتر ہی جا بیٹھا۔

پندرہ سہر کا مہینہ تھا۔ رات کو بہت سردی تھی لیکن پتوں کے بنے ہوئے پردے کی وجہ سے ہم ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے محفوظ رہے۔ کچھ دیر بعد

سورج غروب ہو گیا اور چاند ابھر آیا۔ مچان کے بالکل سامنے ایک تالاب تھا جہاں شیر روزانہ پانی پینے آتا تھا۔ چاندنی رات میں یہ تالاب بڑا ہی حسین نظر دے رہا تھا۔ چاروں طرف کھلا میدان تھا۔ اس تالاب پر رات ہونے سے پہلے بہت سے جانور اور پرندے پانی پینے آتے۔ تقریباً سات بجے ایک بڑا جنگلی سور تنہا ہی پانی پینے آیا۔ ابھی اس نے پانی پینا شروع نہیں کیا تھا کہ ایک سانپ بھر کے چلانے کی آواز کوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ شیر کہیں اس پاس ہی موجود ہے۔ میری یہ عادت ہے کہ ایسے موقعوں پر راتفل اور دوسرے لوازمات بالکل تیار کر کے بیٹھتا ہوں۔ اس لمحے میں نے بڑے اطمینان سے پردے کے ایک سوراخ سے سور کو دیکھنا شروع کیا۔ سور نے بھی سانپ بھر کی آواز سن لی تھی اور میرا خیال تھا کہ یہ تنبیہ سن کر یہ جنگل کی جانب بھسک جاتے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ سور نے بڑی ہوشیاری سے چاروں طرف دیکھا اور جب اس نے شیر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو غرایا۔ اس کے بال کمر پر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ اس کے جواب میں شیر بھی دھاڑتا ہوا آگے بڑھا۔ ہم یہ سب کچھ پردے کے سوراخوں سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن ان جانوروں کو اس کا احساس نہیں تھا۔ اس وقت اگر میں چاہتا تو شیر کو ایک گولی سے ہی مار سکتا تھا۔ لیکن میں نے جو کچھ دیکھا اُس میں اتنا محو ہو گیا کہ کچھ دیر گولی چلانے کا خیال ہی نہیں رہا۔

شیر کی دھاڑ سننے کے بعد سور نے اپنی غراہٹ کچھ زیادہ جارحانہ اور سرکشانہ انداز میں دہرائی۔ اور اس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ بڑے نیچے تلے قدم اکٹھا ہوا شیر کی جانب بڑھنے لگا۔

شیر نے اب ذرا نیچے دبے ہوئے بڑے براسر اور انداز میں سور کے اوڑھ چلنا شروع کیا۔ سور شیر کی ہر جنبش کے ساتھ بڑی چھتری اور ثابت قدمی سے اس کے بال مقابل ہو جاتا اور اپنی مہلک دانستلی اپنے اس دعا باز دشمن کی جانب کٹے رکھتا۔ چاندنی رات میں سور اپنے اٹھے ہوئے بالوں کی وجہ سے بہت بڑا دکھائی دے رہا تھا۔

شیر نے اب اپنے چکر چھوٹے کر دیے اور زیادہ قریب آکر گر جتے ہوئے اپنے دانت دکھانے لگا۔ اب وہ اتنا زیادہ نیچے ہو گیا تھا کہ زمین سے

بالکل چسکا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ پھر چند ہی لمحوں بعد اس نے اپنے اعضاء سمیٹ کر ایک زوردار دھاڑ کے ساتھ سور پر وار کیا۔ ایک لمحہ کے لئے دونوں میں بڑی تیز اور ہیجان انگیز جدوجہد ہوئی۔ شیر نے اپنے محفوظ پنجے کو ہراتے ہوئے سور کے منہ پر ایک زبردست طائر مارا جس کی وجہ سے وہ کئی قلابازیاں کھا گیا۔ سور فوراً اکٹھا اور بڑی بھرتی میں غراہٹ کے ساتھ شیر سے متصادم ہو گیا اور اپنے تیز دانتوں سے اس پر اندھا دھند وار کرنے لگا۔

شیر کے عجیب پنجے کے تھپیڑے نے سور کی پیشانی سے گوشت اور کھال اتار دی جو اب اس کے منہ پر لٹک رہی تھی اور جس نے اس کو نیم اندھا کر دیا تھا۔ اس معذوری کے باوجود سور ایک اور بھرتی ہوئی غراہٹ کے ساتھ دوبارہ سیدھا شیر پر چھپٹا جو بڑی چالاک سے اس جھکے کی زد سے بچ گیا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے سور کی پشت پر آ پڑا۔ اور اس کو اپنے تیز پنجوں سے پھاڑ ڈالا۔ میرا خیال تھا کہ اب کھیل ختم ہو گیا ہے لیکن نہیں سور نے اپنا توازن قائم کر کے دوبارہ حملہ کیا اور اپنے تیز سفید دانتوں کے پتھروں سے شیر کے پیٹ میں بڑے بڑے شکاف ڈال دئے جس کی وجہ سے اس کی تقریباً تمام آنتیں باہر نکل آئیں۔ شیر اب ایک قریب پڑے پتھروں کی طرف بھسک گیا اور سور جس کی قوت بھی اب بالکل سلب ہو چکی تھی ڈنگاتا ہوا ایک طرف ہو گیا۔ وہ زمین پر لیٹ گیا لیکن اب بھی اپنی دانستلی وار کرنے کے لئے تیار کتے رہا۔ تھوڑی دیر میں شیر پتھر کے پاس بے سدھ ہو کر پڑ گیا کیونکہ سور کے ڈالے شکافوں سے خون بڑی مقدار میں بہہ چکا تھا اور اس کی آنتریاں بھی باہر نکل آئی تھیں اب یہ دونوں جنگجو حریف ایک طرف پڑے ہوئے تھے اور میں نے سوچا کہ یہ بڑا مفاہمت کا وقت ہے کہ ان دونوں کو ان کی تکلیف سے نجات دلا دی جائے۔

میری معلومات کے مطابق یہ دوسری مثال ہے جس میں ایک شیر اور سور میں مقابلہ ہوا اور دونوں ہی مد مقابل کھیت رہے۔ دوسرا واقعہ گوالیار اسٹیٹ سنگھ پور کے مقام پر ہوا جس کی اطلاع مجھے میرے

دفتر کے ایک شکار می نے دی تھی۔ اس کے بیان کے مطابق شیر اور ستور
میں لڑائی تقریباً ساری رات جاری رہی اور صبح ہونے تک دونوں ختم
ہو گئے۔ شکاری نے جب صبح ان کے قریب جا کر دیکھا تو دونوں کے جسم
مردہ تھے مگر گرم تھے جس کا مطلب تھا کہ مرے ہوئے زیادہ دیر نہیں گئی
تھی۔ اس واقعہ کو میں نے اپنی کتاب "دی ٹائیگر آف راجستھان" میں تفصیل
سے بیان کیا ہے۔

ستور اور شیر میں یہ تاریخی مقابلہ دیکھ کر ہم بہت محفوظ ہوتے۔ ایسے
معرکے بہت کم لوگوں کو دیکھنا نصیب ہوتے ہیں۔

کوئی جانور ستور سے زیادہ خون خوار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کا
ہمت و استقلال میں مقابلہ کر سکتا۔ ایک مرتبہ اس کو مشتعل کر دیکھے
پھر کوئی طاقت اس کو نہیں روک سکتی۔ اگر کوئی مانتھی بھی امکوڈر پریشیا
کو دے تو وہ اس پر بھی بڑے ولیر انداز میں حملہ کر دے گا۔ اگر آپ اس
کو زخمی کر دیں تو پھر وہ بڑی ہی بے جگر می سے حملے کرتا ہے۔ چاہے نیرے
پر نیزہ مارے جائیے وہ نہیں ہٹے گا اور جس آدمی یا گھوڑے کو دیکھے
گا اس پر زخموں کی پرواہ کئے بغیر چھپٹ پڑے گا اور بہادری سے لڑتا
ہوا ختم ہو جائے گا مگر تیجھے نہیں ہٹے گا۔ ایک لڑاکا کی حیثیت سے وہ کسی
جانور سے بھی نہیں ڈرتا۔ میں نے اسے اونٹ کو مار گراتے اور مانتھی کو دھکا
دے کر ایک طرف جھکاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اپنی شکاری زندگی میں میں
نے شاید ہی کوئی ایسا ستور مارا ہو جس نے بہادری سے مقابلہ نہ کیا ہو۔
ستور کی طاقت اور اپنے دانتوں سے خاص جگہوں پر قاتلانہ شگاف ڈالنے
کی صلاحیت بڑی ہی تعجب انگیز ہوتی ہے۔ اپنے سر کو تیزی سے موڑ کر
وہ گہرے اور خطرناک زخم لگانے کی پوری طاقت رکھتا ہے۔ وہ نہ صرف
اپنی نوکیلی دانتی سے شگاف ڈالتا ہے بلکہ اپنے دانتوں سے کاٹتا بھی
ہے۔ اس کتاب میں ایک ایسے واقعہ کا بھی ذکر آئے گا جبکہ ستور نے اپنے
دانتوں سے گھڑ سوار کو گر کر زخمی (کاٹھی) سے پیچھے کھینچ لیا تھا۔

ان خوبیوں کی وجہ سے ستور کو ہندوستان کی تاریخی دستاویزات میں
ایک پر شکوہ چوپایہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ اس کا حقدار بھی ہے۔ جانوروں

کی دنیا میں تمغہ کا حقدار جنگلی ستور سے زیادہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ بظاہر
وہ ایک بد صورت سادہ اندہ دکھائی دیتا ہے۔ لیکن قدرت نے اس کو
دلیری کے انمول تحفے سے نوازا ہے۔ کوئی آدمی اس وقت اس کی جرات
کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا جب وہ بلا جھجک اپنے دشمن پر ٹوٹ
پڑتا ہے اور آخری دم تک ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے۔ وہ موت کو ایک ہیرو کی
طرح خوش آمدید کہتا ہے اور ایک بھی پیچھے یا آہ تک نہیں نکالتا۔

شیر اور چیتا فطرتاً شکاری جانور ہیں۔ لیکن جارحانہ لڑنے یا لڑائی کو
طویل دینے کے عادی نہیں ہوتے۔ اور جب تک ان کو طیش نہ دلایا جائے
وہ حملہ نہیں کرتے۔ ستور ہی ایک ایسا جانور ہے جو بڑا مضبوط لڑاکا
ہوتا ہے اور جس کو لڑائی سے عشق ہوتا ہے۔ اس معاملے میں وہ دوسرے
تمام جانوروں پر فوقیت رکھتا ہے تو وہ ہمیشہ لڑنے کے درپے رہتا ہے
یہ معلوم کرنے کے لئے بڑے سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے کہ ستور
کی مختلف قسمیں میں جو میدہ مولیشیا میں دکھائی جاتی ہیں ایک ہی نسل کی
ہیں۔ ان سب سے ستور جیسی شکلی رکھنے والے جانوروں اور جنگلی
ستور میں کوئی مشابہت نہیں ہوتی۔ یہ تو خوفناک دانتی رکھنے والا درندہ
ہوتا ہے اور اپنی مرضی سے جنگل میں پھرتا رہتا ہے اور شیر کو گزرنے کا
راستہ دینے پر تیار نہیں ہوتا۔

اول عمر میں میرے سور سے مقابلے

جب میں کم عمر تھا تو والد کے ساتھ سور کشی کے لئے جایا کرتا۔ ان دنوں والد مجھے نیزے کے استعمال کی اجازت نہیں دیتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ نیزہ میرے اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ مجھے اور میرے بڑے بھائیوں کو وہ بانس کی پانچ فٹ لمبی لائٹھی سے مسلح کر دیتے جس سے ہم سور کے سر پر چوٹیں مار مار کر اسے ہلاک کر دیتے۔ وہ عام طور سے ہمارے لئے ایک چھوٹا سور منتخب کر دیتے اور حادثے ہونے کے امکانات کم سے کم ہوتے۔

ابتداء میں میرے لئے ایک سور کو لائٹھی سے مار ڈالنا بہت مشکل ہوتا اور ہمیشہ والد ہی اپنی لائٹھی کے ایک بھر پور وار سے اس پر ضرب کا رہی لگاتے تھے۔ شروع میں میں لائٹھی سے سور کے تمام جسم پر چوٹیں لگاتا۔ لیکن ان کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔ آہستہ آہستہ میں نے خاص نشانی پر چوٹ لگانا سیکھ لیا۔

اس کھیل کے لئے ہم اکثر باہر جایا کرتے تھے اور مجھے یاد ہے نتھارا کے مقام پر پہلی مرتبہ میں نے ایک سور کے ضرب کا رہی لگا کر ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ ایک مرتبہ ایسی جگہ ہمارا سامنا ایک بڑے سور سے ہو گیا۔ جس نے دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے گھوڑوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ ہمارے والد اس وقت دوسرے سور کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے جب ہمیں مشکل میں دیکھا تو فوراً ہمارے ساتھ آئے۔ صرف لائٹھوں سے ایک بڑے سور پر حملہ کرنے پر ہمیں برا بھلا کہنے لگے۔ اس وقت تک سور بہت تھک چکا تھا۔ اس لئے ہم نے والد سے کہا کہ اس کو ختم کر دیں اس وقت والد ایک خود ساختہ ہتھیار ”جوگ پلیٹ“ سے مسلح تھے۔ اپنے اس ہتھیار کو آزمانے کے لئے وہ تیزی سے سور پر چھپے اور ایک خاص انداز سے سور کی دونوں آنکھوں کے درمیان اتنے زور کی چوٹ ماری کہ وہ فوراً ہی زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

”جوگ پلیٹ“ ایک قسم کا کوڑا ہوتا ہے جس میں لوہے کی ایک زنجیر کے سرے پر اسٹیل کی ایک پونڈ وزنی گیند لگی ہوتی ہے۔ ایک ڈھائی فٹ لمبا دستہ بھی ہوتا ہے۔ استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سور کی جانب اس ہتھیار کو بڑھایا جائے اور جب فاصلہ اتنا رہ جائے کہ آسانی سے مارا جاسکے تو گیند کو گھما کر اس انداز میں مارے کہ ٹھیک اس کے سر پر لگے۔ اس دن والد نے سور کے اتنی طاقت سے گیند ماری کہ اس کی کھوپڑی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ ابھی وہ تڑپ ہی رہا تھا کہ والد نے مجھ سے کہا کہ گھوڑے سے اتر کر اس کے دل میں ان کے بتاتے ہوئے طریقے سے زنجیر گھونپیو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور میری اس کارگزاری پر انہوں نے مکمل اطمینان کا اظہار کیا۔

سور کو زنجیر سے مارنا ایک بہت بڑا فن ہے جس میں ہمارا جہر پابا سنگھ آف جودھیپور، ہمارا جہرے سنگھ آف آلو اور میرے والد مامہر سمجھے جاتے تھے۔ زنجیر مارنے کے اس فن کا انحصار معتدل مزاجی اور سبک دستی پر ہے۔ میرے والد نے ایک لڑاکا سور کو ایک مرتبہ پیادہ ہی زنجیر سے مارا تھا۔ بوا یہ تھا کہ ایک مرتبہ وہ اپنے گھوڑے کی لگام اپنے سوار اردلی کو پکڑ کر زخمی سور کی طرف بڑھے۔ سور نے ان پر حملہ کیا لیکن اسی لمحے والد نے اس کی توجہ اپنا کر تھپاتیں جانب کر کے اس طرف کر دی۔ اور پھر بجلی کی سی تیزی سے اپنے دائیں ہاتھ سے زنجیر اس کے کندھے کی چوڑی بڑی کے نیچے پیوست کر دیا۔ اس کے بعد سور گھوڑے فاصلے سے والد پر حملہ کرنے کے لئے مڑا۔ لیکن اس کے دل سے خون ابل رہا تھا اس لئے وہ ۱۵۵۰ اس جگہ نہیں پہنچ سکا۔ جہاں والد گھڑے تھے اور فوراً ہی مر گیا۔ یہ ہی کارنامہ ایک مرتبہ ہمارا جہرے سر پر تاپ سنگھ آف جودھیپور نے انجام دیا تھا۔ وہ بھی بہت بہادر اور اس کھیل کے بہت مامہر تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری سورتوں کو لائٹھی سے مار ڈالنے کی مہارت بہت بڑھ گئی۔ کچھ مشق کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ سور جب حملہ کرے تو اس کے منہ کے دائیں جانب چوٹ مارنا چاہیے۔ یہ ضروری ہے کہ جتنی مرتبہ آپ سور کو ماریں، اس وقت ماریں جب وہ آپ کے سامنے

سے گزرے۔ جیسے سے اگر نہیں مارنا چاہیے۔ جان سے مارنے کے لئے سوار کے دل میں خنجر گھونپنا ضروری ہے کیونکہ لاکھٹی کی چوٹوں سے وہ بیوقوف ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ ہم صبح سویرے سی گھڑ سواری کے لئے گئے ہوتے تھے۔ ابھی اندھیرا ہی تھا۔ راستہ میں ایک لکڑ بھگتا مل گیا جو کھلے میدان پر باڑی پر واپس جا رہا تھا۔ لکڑ بھگتے بہت بد صورت درندہ سے ہوتے ہیں۔ ان کا سر بڑا شانے اونچے اور پھیلا حصہ نیچے کو جھکا ہوتا ہے۔ قد کندھوں تک تقریباً ۲۸ انچ اونچا ہوتا ہے۔ گردن کے بال عموماً ہونے کی وجہ سے بہت بڑے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ درندہ صفت بھی ہوتے اور بزدل بھی۔ اور ملک کے بعض حصوں میں جہاں وہ زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں وہاں خوف و ہراس پھیلا دیتے ہیں۔ وہ آدمیوں پر اپنے بچاؤ کے علاوہ شاید ہی کبھی حملہ کرتے ہوں۔ لیکن بچوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں، بھیر، بکریوں، مگھوں اور بھیر کو مار ڈالتے ہیں۔ ان کے جھڑوں میں غیر معمولی طاقت ہوتی ہے۔ ان کے دانوں کی ہی نہیں بلکہ پورے منہ کی بناوٹ اس طرح ہوتی ہے کہ وہ سخت سے سخت ہڈی توڑ سکتا ہے۔ وہ ہڈی جو شیر سے نہیں ٹوٹتی یہ آسانی سے چا لیتے ہیں۔ لیکن ان کا پھیلا حصہ بہت کمزور ہوتا ہے۔ وہ کتوں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے بچے سکڑنے کے قابل نہیں ہوتے۔ دن میں وہ خود کو اپنی پناہ گاہ میں چھپا لیتے ہیں جو زیادہ تر ویرانے یا جاڑ جگہوں پر ہوتی ہیں۔ یہ بڑے پراسرار جانور ہوتے ہیں رات کے وقت ان کی خوفناک چیخوں سے دل دہل جاتے ہیں۔ یہ چیخیں سن کر کمزور جانور ڈرتے اور اس کو گھٹے رہتے ہیں یا بھاگ جاتے ہیں۔ ان کے جسم کا رنگ عام طور سے زردی مائل ہوتا ہے۔ دم بال دار ہوتی ہے۔ یہ عام طور پر سڑا ہوا گوشت کھاتا ہے۔ بعض اوقات کسان کے باڑے پر حملہ کر کے اس کے مویشی مار کھاتا ہے یا ان کو زخمی کر دیتا ہے۔ مردہ لکڑ بھگتے انسان اور چوپایوں کے پیٹ کے دردی مخصوص دوا ہوتے ہیں۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ اس کو مار کر زمین میں گاڑ دیا جاتا ہے اور پھر مریض کو اس جگہ کے چکر لگانے کو کہا جاتا ہے۔ جو نہی چکر لگا یا جاتے آرام آ جاتا ہے۔

لکڑ بھگتا اس قابل تو نہیں کہ اس کا شکار کر کے جانوروں کے ساتھ ذکر کیا جاتے۔ اس کو مارنے میں ہی مزہ ہوتا ہے کہ اس کو ادھر ادھر خوب دوڑایا جاتے اور پھر نیزے یا لاکھی سے مار دیا جاتے۔ جب اس کا پیچھا کیا جاتے تو بہت تیز دوڑتا ہے۔ یہ بڑا چالاک جانور ہوتا ہے۔ اس کو نیزہ مارنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جب وہ دوڑتا ہے تو ڈمگتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک پتہ ہوا میں اڑ رہا ہو۔ اس کی گردن کے بال لمبے ہوتے ہیں جس کی وجہ اکثر اس کے قد کا غلط اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ نیزے کی زد سے بچ نکلتا ہے۔ وہ فطرتاً لڑاکا نہیں ہوتا لیکن اگر حملہ کیا جاتے تو پھر شکاری پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ راتیں باتیں کاٹنے کی کوشش کرتا ہے یا شبانہ مارتا ہے۔

والد نے ہمیں لکڑ بھگتے کا تعاقب کرنے کی اجازت دے دی۔ ہم سرپٹ گھوڑا دوڑاتے ہوئے فوراً ہی اس کے پاس پہنچ گئے۔ میں شروع میں سب سے آگے تھا۔ جب اس کے قریب پہنچا اور نیزہ مارنے کی کوشش کی تو وہ نیچے جھک کر بچ نکلا۔ میرا بھائی جو میرے ساتھ ہی تھا اس کو نہ مار سکا۔ اور اس طرح وہ بدھ سنگھ کے وار سے بھی بچ گیا۔ پھر ہم سب مرے اور ایک گھبراہٹ کر اس پر چاروں طرف سے حملہ کیا۔ لکڑ بھگتا تمام رات ایک مردہ بھینس کا گوشت کھاتا رہا تھا۔ اس لئے اس کا پیٹ بھرا ہوا تھا۔ ہمارے سرپٹ دوڑانے کی وجہ سے اس کا سانس بھر گیا۔ نتیجہ وہ پہاڑی کی جانب زیادہ دوڑنگ نہ جاسکا اور ادھر ادھر ہی چکر کھانے لگا۔ دوسرے چکر میں میرے بھائی نے اس کی گردن پر وار کیا لیکن یہ اس کو مارنے کے لئے ناکافی تھا۔ دوسری مرتبہ جب میں مارنے لگا تو پھر دیک کر لکل گیا اور پھر میرے گھوڑے کے نیچے گھس گیا۔ گھوڑے کے پاؤں سے ٹکرا کر گر پڑا۔ اس وقت بدھ سنگھ جو میرے پیچھے آ رہا تھا اپنے گھوڑے کو تیار کرنے لگا تا کہ صحیح نشانہ لے سکے۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اس کے نیزہ مارنا لگتا۔ لکڑ بھگتے نے میرے گھوڑے کا آگے کا پاؤں ٹخنے سے پکڑ لیا اور ایک ہی لمحے میں ہڈی چبا ڈالی۔ یہ دیکھ کر ہم سب نے اس درندے کے سر پر لاکھی برسنا شروع کر دیں جس کی وجہ سے اس کا بھیجا باہر نکل آیا۔ لیکن اس نے

گھوڑے کی ٹانگ اس وقت تک نہیں چھوڑی جب تک کہ وہ خود گر کر مرنے
 نہیں گیا۔ پھر بھی گھوڑے کی ٹانگ چھڑانے کے لئے ہمیں اس کے جھڑوں کو
 علیحدہ کرنا پڑا اور اس غریب گھوڑے کو بھی ختم کرنا پڑا۔ کیونکہ اس کی
 ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ نہیں سکتی تھی۔
 یہ ایک بہت ہی ناگہانی حادثہ تھا۔ اگر بدھ سنگھ اپنے گھوڑے کو اس



یہ حقیقت ہے کہ ہمارے گھوڑے جو پہلے ان سے ڈرتے تھے۔ اب بے خوف ہو گئے اور ہمیں بھی سڑور کے عادتوں کے مطالعہ کا موقع مل گیا۔ اس زمانے میں، میں نے ان کو چھپے پاؤں سے پکڑ کر گنا سیکھا۔ دونوں کئی سال تک ہمارے اصطبل میں رہے اور ہمیں ان کے بڑھنے، رنگ تبدیل ہونے اور عادتوں میں تبدیلی کے واقعات کا مشاہدہ کرنے کا نادر موقع ملا۔ جب ہم

سور کا آگے کا دانت بہت لمبا اور اوپر کو مڑا ہوتا ہے جس سے وہ نوکیلا بن جاتا ہے۔ اوپر کے جباڑے میں دو چھوٹے نوکیلے دانت ہوتے ہیں جن کے تیز سرے بند ہوتے وقت نیچے کے جباڑے کے دانتوں سے مل جاتے ہیں اور اس مسلسل ٹکراؤ کی وجہ سے ان کے سرے تیز ہوتے رہتے ہیں۔ اس کی دانسی کی لمبائی نوایچ ہوتی ہے جو آدھی جباڑوں کے اندر آدھ آدھی باہر۔ فرسور کے پاؤں کے نشانات مادہ سور سے جدا ہوتے ہیں

نر کے کھر کا اگلا حصہ زیادہ پھیلا ہوا اور ایڑی بھی زیادہ پورھی ہوتی ہے۔ سوئی پر چار سال سے بارہ سال شباب رہتا ہے اور ہر سال ایک یا دو جھول دیتی ہے۔ پہلی جھول میں چار پانچ بچے ہوتے ہیں اور پھر بعد کی ہر جھول میں بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک جھول میں بچوں کی تعداد دس تک ہو جاتی ہے۔ اس کے دانسی بھی ہوتی ہے۔ وہ بہت چست ہوتی ہے اور اپنے دشمن کے مقابلے کے لئے ضرورت کے مطابق مسلح بھی ہوتی ہے۔ ہانچہ سونہیوں کو اکثر سرسورسچ لیا جاتا ہے کیونکہ وہ بہت بڑی اور نگڑی ہوتی ہیں۔

سونہی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک ٹیلیٹا اور دوسرا مکھنا۔ ٹیلیٹا چھوٹا نگڑیزوڑنے والا ہوتا ہے اور مکھنا بڑا مگر سست رفتار ہوتا ہے۔ ان دونوں کے ملاپ سے جو سونہ پیدا ہوتا ہے وہ ٹیلیٹا کہلاتا ہے جو کھانے میں اچھا نہیں ہوتا۔ اس میں چربی کے بجائے تیل جیسا مادہ ہوتا ہے جو کھانے میں بدمزہ ہونے کے علاوہ نقصان دہ بھی ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ میں ہمارا جہیز ایک میعت میں تھا کہ اتفاقاً سونہ کے متعلق ایک اور مبینہ تجربہ حاصل ہوا۔ ہم نے شہر سے قریب بیس میل دور کیمپ لگا یا ہوا تھا اور ایک دوسرے جانوروں کا شکار اور ایک دن سونہ کشی سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ ایک شام جب کہ ہم ایک بڑا سونہ مار کر لائے تو ہمارا جہیز نے مجھ سے اس کا گوشت خود پکانے کو کہا کیونکہ اس معاملے میں انہیں میری مہارت کا علم تھا۔

ایک جنگلی سونہ کو پکانے کے لئے صاف کرنا ایک بڑا فن ہے۔ اس کو کاٹتے وقت مسلسل اپنا ہوا پانی ڈالتے رہنا چاہئے اور جس حصے پر پیر گرم پانی ڈالا جائے اس کو ایک کند چاقو سے چھیلے رہنا ضروری ہے تاکہ جلد کا پتلا حصہ جو بالوں کے ساتھ ہوتا ہے بالکل خراج ڈالا جائے۔ اور پورا جسم گرم رنگ اختیار کرے۔ آپ کو شاید یہ جان کر تعجب ہو کہ اس طرح صاف کی ہوئی کھال کا یہ حصہ ہی کھانے میں سب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ یہاں اس موقع پر جب بال کھرچے جا رہے تھے تو چند دیہات ان کو جمع کر رہے تھے۔ جب ان سے پوچھا کہ ان کا کیا کر دے تو انہوں نے جواب دیا کہ انہیں سنار کے ہاتھ فروخت کریں گے جو ان سے پرش بنا

کر دھات صاف کرنے کا کام لے گا۔ کچھ اور دیہاتی آتے جنہوں نے تھوڑی سی چربی مانگی جو وہ اپنے بیلوں کے پرانے زخموں پر لگانا چاہتے تھے۔ سونہ کی چربی اگر پرانے زخموں پر لگائی جائے تو آرام آجاتا ہے۔ میں نے انہیں چربی دے دی جسے وہ دعائیں دیتے ہوئے لے گئے۔ دیہاتیوں میں ایک ایسا بھی تھا جس کی خواہش میں پوری نہیں ہو سکا۔ وہ چاہتا تھا کہ سونہ کے سر کو توڑا جائے اور اس میں موتی تلاش کیا جائے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ایک بوڑھے سونہ کے سر میں بوڑھے ہاتھی کی طرح ایک موتی پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اس کہانے میں شاید کوئی سچائی ہو۔ لیکن میں نے ابھی تک سونہ کے سر میں موتی تلاش کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی ہے۔

سونہ کی پشت پر سے تقریباً آٹھ پونڈ کا ایک نگڑا کاٹ کر میں نے اسے کیمپ فائر کے ساتھ پکانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنے نیچے میں بٹانے کے لئے چلا گیا اور کیمپ کے ایک ملازم سے کہہ گیا کہ میری غیر حاضری میں گوشت چلاتا رہے۔ میں بیس منٹ بعد واپس آیا۔ اس ملازم نے مجھے بتایا کہ اس کو شب کو رسی کی بیماری تھی جس سے اس وقت اس کو بالکل فائدہ ہو گیا ہے۔

میں پہلے یہ نہیں سمجھ سکا کہ ایسا کس طرح ممکن ہو گیا۔ لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ جب وہ سائن چلا رہا تھا تو سونہ کے گوشت کی بھاپ اس کی آنکھوں میں گئی جس نے اس کو شب کو رسی کی بیماری سے نجات دلادی۔

میں نے مزید آزمائش کے لئے اپنے میزبان سے کچھ اور ایسے لوگوں پر اس تجربے کو دہرانے کی درخواست کی جن کو شب کو رسی کی بیماری ہو۔ اس کیمپ کے دوران ایسے دو آدمی لائے گئے اور ان پر یہ تجربہ دہرایا گیا اور وہ دونوں بھی شفایاب ہو گئے۔ اس کے بعد میں ہمیشہ دیہاتیوں کو اس طریق علاج پر عمل کرنے کو کہتا ہوں۔

میرے میزبان نے میرے پکاتے سائے کی بہت تعریف کی، ایک دوسرے دن شام جب ہم کیمپ فائر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے سونہ سے دو اور لذیذ چیزیں ایک، اچار اور دوسرا آنت تیار کیا۔ اچار تو عام طریقے

سے ہی تیار کیا جاتا ہے۔ احتیاط صرف یہ کرنی چاہیے کہ اس میں پانی پورے طور سے سوکھ جائے۔ اس کو عام طور پر تیل میں تیار کیا جاتا ہے۔ اس کو کئی سال تک رکھا جاسکتا ہے۔ رات صرف کمر کے درمیانے حصے کی کھال سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ کھال تقریباً چوتھائی انچ موٹی ہوتی ہے اس کھال کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ابالا جاتا ہے تاکہ گل جائے۔ اس کے بعد اس کو دہی میں ڈال دیا جاتا ہے اور ساتھ میں کچھ نمک، کالی مرچ اور راتی بھی ملا دی جاتی ہے۔ اگر دہی خراب ہو جائے تو گوشت کٹ کر اس میں سے نکال کر دھو لینا چاہیے اور پھر تازہ دہی میں ڈال کر استعمال کرنا چاہیے۔

جب ہم یہ پکار رہے ہوتے تو ہمیں کچھ آدمیوں کی کیمپ کے قریب ہی لکڑیاں کاٹنے کی آواز آئی۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ چور ہیں اور عارٹی لکڑی چرانے میں ہیں۔ میرے میزبان نے پولیس کو حکم دیا کہ انہیں گرفتار کر کے لائیں۔ تھوڑی دیر بعد انہیں پکڑ کر ہمارے سامنے پیش کیا گیا۔ جب ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ صرف بانس کاٹ رہے تھے۔ بانس کو اگر دن میں کاٹا جائے تو اس کو ٹھنک جاتا ہے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ سوڑ گشتی کے نیزے کے لئے ایک مضبوط اور قوی بل اعما د لکڑی حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بانس کو گرم موسم کے اختتام پر کاٹا جائے کیونکہ اس وقت ان کی جڑوں میں پانی ہوتا ہے اور اگر بانس کو چاند کی پہلی تاریخوں کو کاٹا جائے تو یہ کبھی نہیں ٹوٹتا اور اگر چاند کی چودھویں کو کاٹا جائے تو دو تین سال میں ختم ہو جاتا ہے۔ کاٹنے کے بعد اس کے سرے پر چودہ پونڈ وزن باندھ کر اس کو چھت کے کڑے سے پکے مہینوں تک لٹکا دینا۔ چاہیے تاکہ وہ سیدھا سوکھتا رہے اور پختہ ہو جائے۔ لیکن کام کے بانسوں کا انتخاب دن میں ہی کر لینا چاہیے۔ ان پر کپڑے کی پیشیاں باندھ دینی چاہئیں تاکہ رات کو کاٹتے وقت ان کو شتادت کیا جاسکے۔ جب ان غریب لوگوں نے بتایا کہ وہ کیا کر رہے تھے تو ہم نے ان کو اپنا کام جاری رکھنے کی بخوشی اجازت دے دی بلکہ اتنی دیر روکنے کا ان کو ہرجا نہ بھی دیا۔

ساڑھے نو بجے کے قریب کھانا تیار ہو گیا۔ میں نے اس کا اعلان کر دیا میرے میزبان کو اچار زیادہ پسند آیا کیونکہ وہ گرم کھانے کو ترجیح دیتے تھے۔ ہنر مانی تیس ہزار اجڑنجیت سنگھ جی میرے میزبان تھے اور ان کے بھائی کا نام ہزار اجڑنجیت سنگھ جی تھا۔ ان دونوں میں بڑا پیار تھا جب ایک خوش ہوتا تو دوسرا بھی خوش ہوتا۔ یہاں تک کہ اگر ایک بیمار ہوتا تو دوسرا بھی بیمار پڑ جاتا۔ وہ شکایت کی اس راتے کی بالکل ضد تھے کہ جتنا زیادہ نزدیک خونی رشتہ اتنے ہی زیادہ خون کے پیاسے۔

دوسرے دن ہم ایک دو کیمپ میں دس میل جنوب کی طرف منتقل ہو گئے۔ جہاں ایک چیتے کے شکار کے تمام انتظامات مکمل تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ہمیں بتایا گیا کہ ایک سوڑ بہت تنگ کر رہا ہے اور چیتے کو ڈرا رہا ہے۔ شکار می نے ہمیں یہ بھی اطلاع دی کہ اس نے پہاڑی کے نیچے ایک چھوٹے اونچے چبوترے پر ایک بکرہ بطور باؤلی باندھ دیا ہے۔ یہ جگہ ہمارے کیمپ سے تقریباً ایک میل دور تھی۔ ابھی باؤلی باندھتے ہوئے دوسرا ہی دن تھا کہ ایک سوڑ نے ادھر سے گزرتے ہوئے بکرے کی بو سونگھی اور چبوترے پر چیتے کو بکرہ اکھاتے ہوئے دیکھا۔ بکرے کا ایک حصہ چبوترے کے نیچے لٹک رہا تھا۔ سوڑ نے اسے پکڑ کر کھینچ لیا۔ اسی وقت چیتا جنگل کی جانب چھلانگیں لگاتا ہوا غائب ہو گیا۔ اس دن کے بعد سوڑ اس جگہ کے چکر لگاتا رہتا ہے اور جو بھی چیتا بکرے کو مارتا ہے وہ آجاتا ہے اور چبوترے کے چاروں طرف چکر لگاتا ہے تاکہ بکرہ پکڑ کر کھینچ لے نتیجہ یہ نکلا کہ چیتا وہ جگہ چھوڑ کر غائب ہو گیا۔ اور پھر کبھی نظر نہیں آیا۔

ہماری خواہش تو یہ تھی کہ اس سوڑ کو گھوڑے پر سوار ہو کر نیزے سے شکار کیا جائے۔ لیکن گھنا جنگل ہونے کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے ہم نے فیصلہ کیا کہ اس کو راتفل سے ہی مار دینا چاہیے۔ اسی شام ہم نے چبوترے سے گوشت کا ایک ٹکڑا لٹکوا دیا۔ اور جب سوڑ اس کو کھانے کے لئے آیا تو میرے میزبان نے اس کو پہلی ہی گولی میں ہلاک کر دیا۔ ہم نے اپنے شکاری سے کہا کہ لکڑی کے اس چبوترے کو کسی اور جگہ لے چلے اور چیتے کے لئے دوبارہ باؤلی باندھ دے۔ خوش قسمتی سے دوسرے

ہی دن ہمیں باؤلی باندھنے کی اطلاع ملی۔ اور میرے میزبان نے اندراج نوڈز میں مجھے وہ چپٹا شکار کرنے کو کہا۔ دوسرے دن میں کیمپ سے جلد ہی روانہ ہو گیا۔ ویاں پرنس کو اندھیرا ہونے سے آدھ گھنٹہ پیشتر ہی چھان پر بیٹھ گیا۔ مجھے بیٹھے ہوتے ابھی آدھ گھنٹہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے کسی چیز کو دے پاؤں گھاس اور جھاڑیوں سے نکل کر بکسے کی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ جب قریباً تین فٹ فاصلہ رہ گیا تو یہ رک گیا اور پھر بکرا دیکھنے کو سر اٹھا یا۔ بکرا چیتا دیکھتے ہی سخت خوفزدہ ہوا اور دہشت سے مہسوت ہو گیا لیکن اس ہی لمحے مجھے پیٹے کے کندھے کے نیچے گولی مارنے کا موقع مل گیا۔ اور قبل اس کے کہ وہ بکسے کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اس کو مار ڈالا گولی چلانے کے بعد میں نے کچھ دیر انتظار کیا کہ شاید چیتا بے جگہ بگڑوہ بالکل ٹھنڈا ہو گیا۔ بکسے نے بندوق چلنے کی آواز سنی اور اپنے دشمن کو قلابازاں کھاتے ہوئے دیکھا لیکن اپنے اس ظالم دشمن سے وہ اتنی دہشت کھا گیا تھا کہ پھر بھی نہیں ہلا۔ وہ اس وقت ہلا اور خوشی سے چلانے لگا۔ جب میں نے اس کو پکارا۔ اس کی جان بچنے کے لئے میں اس کے جذبات ممنونیت محسوس کرتے بغیر نہ رہ سکا۔

اس کیمپ میں آنے سے پہلے ہمیں امید تھی کہ سورکشی کے مواقع میسر آئیں گے۔ لیکن جب ہم نے سنا کہ موگنیر ایک وحشی قبیلہ جو کہ گوشت پر ہی گزار کرتے ہیں انے اس علاقے کے تمام سور مار ڈالے تھے اور اس کام پر ان کو کسانوں سے مامور کیا تھا تو ہمارا پروگرام ختم ہو گیا۔ ہمیں بتایا گیا کہ موگنیر مختلف طریقوں سے سور مارتے ہیں۔ ایک طریقہ تو بہت ہی ظالمانہ تھا۔ سور کے سونگھنے کی قوت بہت تیز ہوتی ہے اور وہ زیر زمین چیزوں کو بھی سونگھ لیتا ہے۔ وہ اناج بھی بہت پسند کرتا ہے۔ موگنیر ایسا کرتے کہ تھوڑا سا آٹا لیتے اور اس میں پانی ملا تے اور زمین کے ساتھ ساتھ اس کو اس جگہ تک ڈال دیتے جہاں انہوں نے ایک زمینوں کے برابر پروٹا ش کی گند رکھی ہوتی اور اس پر گہیوں کا گوندھا ہوا آٹا لگا ہوتا۔ سور زمین پر ڈال ہوا آٹا سونگھتے سونگھتے آتے اور وہ گند کھا لیتے اور جب چبانے تو پروٹا ش کا دھماکا ہوتا اور ان کے جڑے نکل جاتے جس

کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو جاتے۔ اس کے بعد وہ اپنے کتوں کے ساتھ آتے اور ان کو چیر ڈالتے۔

میزبان نے واپس پر یا ٹوٹنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہاں اگر مجھے بوٹ پاؤس میں ٹھہرایا گیا۔ یہ ہمارا اجر پر یا کا جہان خانہ تھا جس کو ایک مٹھی کی شکل میں بنایا گیا تھا اور رہنے کی جگہ بھی ایسی ہی تھی جیسی کہ جہاز میں ہوتی ہے۔ میں زیادہ دن تک بوٹ پاؤس کے تکلفات سے محفوظ نہیں ہو سکا کیونکہ میری چھٹی ختم ہو رہی تھی۔ دوسرے دن مجھے واپس روانہ ہونا تھا۔

میزبان اور ان کا بھائی بڑے پرجوش سورکش تھے اور سور کی خوبیوں کے معترف بھی تھے۔ وہ اکثر سور سے متعلق کچھ ہندی کے شعر سنایا کرتے۔ میں نے ان کی تعفن طبع کے لئے مندرجہ ذیل اشعار موزوں کئے تھے :-

وہ سور، وہ مشہ زور سور کہ جرات کا جس کی

ہر سولقارہ بجائے

ذرا ہوشیاری سے دیکھو

کہیں اس کے دانتوں کی زد میں نہ آنا

اگر کوئی چھوٹے گا اس کو تو سمجھو

غذا چیموٹیوں کی بنا ہے۔

تھوٹھی اس کی لمبی ہے، دم مختصر

چھڑانا اس کو بس دعوت قہر ہے

جسے آتش فشاں کا غضب یا کہ طوفان کا زور

آیا جو اس کی زد میں، وہیں ڈھیر ہے۔

کوش ہے مثل خر۔ چشم کوتاہ

وہ ہے بد بخت جس کا کہ ٹھوڑا اگرے، پھر وہ تو بکرے

اور لریہ کرے۔
اس کے دانتوں کی تیزی سے دشمن کی جان
چھوڑا اس جہو خاکی کو۔
چند لمحات میں
سوئے جنت چلے

یاد ہے کس طرح ایک شیر ہر ایک سٹور سے پھڑا
اور پھر ان درندوں کی سفاکیاں
شیر کا پیٹ تھا چاک مثل انار
گویا اپنی سزا نہیں بھگت کر چلے

میرے فرزند! ہوشیار، ہوشیار باش
گر تجھے ایسے موذی کا سایہ ہے پیر پر چڑھ ذرا
پھر بھی اس پر بھروسہ خدا کی پناہ! الامان
وہ تجھے دھوکہ دے کر، ستا کر چلے

شہر میں سٹور

بعض لوگ شاید اس بات پر یقین نہ کریں کہ چند سال پہلے جنگلی سٹور
شہر جے پور کے بیچوں بیچ رہتے تھے۔ ۱۹۲۲ء کے اس زمانے میں جب
میں سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا تو تھا نہ کو توالی بھی میرے زیر نگرانی تھا۔ میں شہر میں
اپنی حویلی میں رہتا تھا۔ بعض اوقات جب میں رات کو گشت پر نکلتا تو
جنگلی سٹوروں کو ایک گلی سے دوسری گلی میں پھرتا دیکھتا کہ ان پر بھونکتے
رہتے مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوتا۔

ایک دن میں کو توالی، اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ یہ خبر آئی کہ گھاٹ پوگرہی
میں ایک سٹور ایک مکان میں گھس گیا اور مالک مکان نے اس کو مارنے
باہر نکالنے کے لئے میری مدد کی درخواست کی تھی۔ ایک طرف تو یہ معاملہ
فوری توجہ کا مستحق تھا اور دوسری طرف کچھ تماشے کی توقع بھی تھی۔ اس
لئے میں فوراً ہی اپنی کار میں دو کانسٹیبل لے کر مقام مقصود پر پہنچ گیا۔
ایک بڑے شہر میں اس قسم کی خبر سے بہت سے تماشا شائق جمع ہو جاتے ہیں۔
وہاں پہنچ کر میں نے ان کو چلے جانے کے لئے کہا اور بتایا کہ اگر وہ ٹھہرے
تو جنگلی سٹور ان کو مار گرائے گا یا زخمی ضرور کر دے گا۔ لیکن وہ خطرے
کی نوعیت پوری طرح نہیں سمجھ سکے اور جانے پر رضامند نہ ہوئے۔ البتہ
وہ مکان سے کچھ دور ہو گئے۔ اس کے بعد میں مالک مکان کے پاس گیا
جو دروازے سے باہر کھڑا تھا۔ وہ اس شور کو سن رہا تھا جو سٹور نے
اندر مچا رکھا تھا۔ دروازے کے سٹور انہوں سے اس کو وہ نقصان بھی
دکھائی دے رہا تھا جو سٹور اس کے سامان کو توڑ پھوڑ کر یا دھوا دھیر
بکھیر کر کر رہا تھا۔ یہ غریب آدمی اپنی قیمتی اشیاء کا یہ حال دیکھ کر تقریباً
رو پڑا تھا۔

میں نے کو توالی سے چلتے وقت کچھ نیزے لئے تھے جن میں سے ایک تو
میں نے لے لیا اور دو دونوں کانسٹیبلوں کو دے دیئے۔ میں نے ان کو

ہدایت کر دی کہ جب سورج حملہ کرنے تو نیزے کا پھل اس کی جانب رکھیں لیکن اس پر پھینک کر نہ ماریں۔ کانسیٹیل مادیو سنگھ تو دیر تھا۔ لیکن ریلوے سنگھ بالکل بزدل نکلا۔

میرا خیال تھا کہ کوئی معمولی سا سورج ہوگا۔ اس لئے میں دروازے کی ایک جانب کھڑا ہو گیا اور دوسری جانب مادیو کو کھڑا کر دیا اور دروازہ کھولنے کو کہا۔ حقیقت میں یہ ایک بڑا جنگلی سور نکلا اور جب دروازہ کھلا تو وہ ایک غراہٹ کے ساتھ تیزی سے نکلا۔ وہ اتنی تیز رفتاری سے باہر نکلا کہ میں نیزہ نہ مار سکا۔ مکان کی دیوار کو چھلا گئے ہوئے اس نے سیدھا مجمع پر حملہ کر دیا۔ مجمع نے دباؤ سے بچنے کے متعلق میری ہدایت پر عمل نہیں کیا تھا۔ میرے بعد کھڑا ہوا مادیو بھی اس کو نہ مار سکا تھا۔ اور ریلوے سنگھ کچھ گھبرا گیا اور اس نے اپنی گھبراہٹ میں نیزہ سور پر پھینک دیا جو اس کے ٹوٹکا نہیں گر ایک گدھے کے جالنگا جو کہ مجمع کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ نیزہ لگتے ہی گدھے نے بڑی زور کی آواز نکالی اور سر پیٹ دوڑنا شروع کر دیا۔ ادھر سورتے تماشا بیوں میں سے ایک مالی پر حملہ کیا اور اس کو ہوا میں اچھال دیا۔ گدھے کی چیخ و پکار اور مالی کے چلانے کی آواز سن کر مجمع تو فوراً منتشر ہو گیا اور سور ایک چھوٹی ٹکلی میں گھس کر ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔

میں نے پہلے مالی کو دیکھا جو خوش قسمتی سے زیادہ زخمی نہیں ہوا تھا۔ گدھا بھی اس جگہ سے غائب ہو چکا تھا۔ اس لئے میں پھر سور کی جانب متوجہ ہو گیا۔ پڑوس کے لوگوں کو اس جگہ کا پتہ تھا جہاں سور دن میں آرام کیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک نے میرے ساتھ چلتے ہوئے اس جگہ کی جانب اشارہ کیا جہاں سور تھے۔ یہ ٹکلی کے آخری سرے پر ایک ویران مکان کا شکستہ کمرہ تھا جس کے ارد گرد کوئی انسانی آبادی نہیں تھی۔ یہ جگہ نمایاں طور سے سورتوں کے قبضے میں معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اپنے راہنما سے کہا کہ اب وہ چلا جائے اور دونوں کانسیٹیلوں کو لے کر اس مکان کی طرف بڑھا۔ ریلوے سنگھ نے اپنا نیزہ اٹھالیا تھا۔ اس مرتبہ اس پر اعتبار کرتے ہوئے میں نے اسے آگے رکھا۔

سور جس کمرے میں گیا تھا اس کا کوئی دروازہ نہیں تھا۔ جب میں آگے بڑھا تو میں نے وہاں بہت سے سورتوں کو حرکت کرتے دیکھا۔ اچانک بڑا سور آگے بڑھا اور کھلے دروازے کے بیچ میں آکر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے کان اور بال کھڑے کر لئے اور ایک غراہٹ کے ساتھ ہم پر حملہ کر دیا۔ ریلوے سنگھ نے اس مرتبہ بھی اپنا نیزہ اس پر پھینکا۔ پھر ادھر ادھر دیکھا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ غصے سے سور نے اس کا پیچھا کیا لیکن اسی وقت مجھے اپنا نیزہ اس کے مارنے کا اچھا موقع مل گیا۔ نیزہ دل پر لگا اور سور گر کر مر گیا۔ بڑے سور کو مارنے کے بعد میں نے چھوٹے سورتوں کا ہاتھ لوج نہیں دی اور دفتر واپس آ گیا کیونکہ ان دنوں کام کچھ زیادہ ہی تھا۔

ایک مرتبہ جب میں شہر سے باہر گیا ہوا تھا تو ایک دن جنگلی سور ہماری حویلی کے صحن میں گھس آیا۔ میرے بھائی میری سال سنگھ نے اسے دیکھا اور دروازہ بند کر دیا اور سور پکڑنے کی کوشش کی۔ خطرہ محسوس کر کے سور سیدھا دروازے کی جانب دوڑا۔ اسے بند پا کر اپنے پکڑنے والوں کی طرف ٹپڑا۔ اسے آنا دیکھ کر وہ سب ادھر ادھر بکھر گئے۔ سامنے ہی میرا دفتر تھا جس کا دروازہ کھلا تھا۔ سور یہ دروازہ کھلا پا کر اس میں گھس گیا اور میری فالتوں اور فرنیچر کو تار مار کر تار مار کر دیا۔ کسی نے بھی اندر جا کر اس کو باہر نکالنے کی جرأت نہیں کی۔ میرا ہیڈ کلرک وہاں تھا۔ میرے بھائی نے اس سے کہا کہ وہ سور کو یا تو باہر نکال دے ورنہ میرے آنے پر اس کو تیرا دلوائے گا۔ سخت پریشانی کے عالم میں وہ اندر جا کر سور کو باہر نکالنے پر تیار ہو گیا۔ لیکن ابھی اس نے اندر قدم دکھایا تھا کہ سور اس پر حملہ آور ہوا اور اسے نیچے گر دیا۔ اس کی پولیس کی پگڑی اس کے سامنے گر گئی اور سور نے اپنی توری توجہ اسی کی طرف نہ کر لی۔ اور پھاڑ کر تار تار کر دیا۔ اس کے بعد سب لوگ ایک ساتھ اس کی بڑھتے اور خالصے مقابلے کے بعد اس کو مار ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔ سور عام طور گندمی چیزیں کھاتے ہیں۔ وہ شہر کے کسی ویران حصے میں رہنے کی عادت ڈال لیتے ہیں اور رات کو اپنی خوراک کی تلاش میں ٹکلی پھرتے ہیں۔ مٹرے پوٹے پھل اور سبزیاں جو لوگ عام طور سے باہر

پھینک دیتے ہیں وہ بڑے مزے سے کھاتے ہیں اور باورچی خانے کی خراب شدہ اشیاء بھی کھا لیتے ہیں۔ اس زمانے میں مہاراج نے شکار کے جانوروں کے لئے ایک پناہ گاہ بنا رکھی تھی جو شہر سے شروع ہو کر دس میل کے رقبے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس پناہ گاہ میں پرندوں اور دوسرے جانوروں کی پورے طور سے حفاظت کی جاتی تھی۔ شہر میں رہنے والے سٹور بھی اس پناہ گاہ میں تصور کئے جاتے تھے۔ کیونکہ شہر بھی پناہ گاہ کا ایک حصہ تھا اور اس طرح سپرنٹنڈنٹ پولیس کی پوزیشن اس لاڈلی مخلوق سے بچنے میں بڑی نازک ہو جاتی تھی۔

کو توالی کے انچارج کی حیثیت سے تھے ان سودوں کی دست درازوں کے متعلق بہت سی اطلاعات ملتی تھیں۔ میں اکثر بہت سے معاملات کی نوعیت کے مطابق قدم اٹھانے میں اپنی قوت فیصلہ سے ہی کام لیتا۔ مجھے اس کا احساس ہوتا کہ جن قواعد کے تحت شہر کے سٹوروں کو پناہ دی گئی تھی۔ وہ بہت سخت تھے۔ ان کو تفریح کے لئے شکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جب کہ یہ شہر کے بہت سے لوگوں کے لئے ایک بڑی لعنت بن گئے تھے۔

ایک دن صبح مجھے جے پور کے دو معزز شہریوں نے یہ اطلاع دی کہ انہوں نے بھٹ جی مہاراج کے تین نوکر کو دیکھا ہے جو ایک سٹور، گاڑی میں ڈال کر لے جا رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ نوکر کہتے تھے کہ بھٹ جی نے یہ سٹور خود ہی مارا تھا اور اسے فوراً اپنے گھر لے جانے کا حکم دیا تھا۔ بھٹ جی شہر کے مندر کے سب سے بڑے پجاری تھے۔ اس لئے ان کی حکم عدولی نہیں کی جاسکتی تھی لیکن چچان میں کمرے پر پتہ چلا کہ وہ تو سخت قسم کے نہات خود تھے اور ان کے بہانے سے ان تین افراد نے اپنا اٹو سیدھا کر لیا تھا۔ وہ تو دراصل شکار کے چور تھے۔ اس معاملے کو مذاق سمجھتے ہوئے مزید کارروائی سے گریز کیا۔

دس میل کے رقبے میں شکار کھیلنے کی پابندی ان افسروں کے لئے بھی بڑی مصیبت بن گئی تھی جو اپنے میدان کو ان سے زیادہ دور نہیں جاسکتے تھے۔ میں اور میرا بھائی صبح اکثر گھر سے سواری کے لئے جایا کرتے تھے۔ شکار کھیلنے کی پابندی کی وجہ سے میں نے تیرتر زندہ پکڑنے کی ایک ترکیب نکال

تھی۔ تیرتروں کے پیچھے دوڑتے اور ان کو زندہ پکڑ لاتے۔ ہم نے ان پرندوں کو بھی نہیں مارا کیونکہ مارنا شکار کے اصولوں کی خلاف ورزی ہوتا تھا۔ تیرتروں کو ایک جگہ سے پکڑ کر دوسری جگہ چھوڑ دیتے۔ بعض لوگوں کو یہ جان کر تعجب ہو گا کہ تیرتر دو یا تین ہی اڑا سکتا ہے۔ اس کے بعد یہ بھارتی میں گھس جاتا اور اس موقع پر سوار گھوڑے سے اتر کر اس کو آسانی سے پکڑ کر اپنے قبیلے میں محفوظ کر سکتا ہے۔ تیرتر دیوں میں تین اڑا کر آتا اور گرمیوں میں دو۔ اس کھیل میں ضروری بات یہ ہے کہ تیرتر کے پیچھے تیرتری سے دوڑا جائے اور جب یہ زمین پر اترے تو اس کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔ اور اس کو ایک اور اڑان پر مجبور کیا جائے۔ اس نقل و حرکت میں اگر وہ آپ کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتا تو وہ آپ کا ہے۔ ریگستانی علاقے میں ان کا پیچھا کرنا آسان ہوتا ہے لیکن اگر گھنے جنگلوں اور زیر آب علاقوں میں ایسا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

مجھے معلوم ہے کہ مور کی بھی تیرتری طرح دو تین اڑان ہی ہوتی ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ یہ طریقہ مور پر بھی آزمایا۔ راجستھان میں مور اتنے بزدل اور سست ہو گئے ہیں کہ اگر آپ کا رہیں جا رہے ہیں اور وہ سامنے آجائیں تو ان کی گزرنے کے لئے کار روک کر راستہ دینا پڑتا ہے۔ ایسا اس لئے کہ ان کا مارنا مذہبی وجوہات کی بنا پر ممنوع ہے۔ ملک کے دوسرے حصوں میں مذہبی بنیاد پر ان کی حفاظت نہیں کی جاتی۔ اس لئے ان کو پکڑنے میں سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کو قدرت نے بڑی تیز آنکھیں اور کان عطا کئے ہیں۔ عام طور سے وہ گھنے جنگلوں میں رہتے ہیں جہاں ان کو شناخت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ راجستھان کے بہت سے حصوں میں جہاں ریگستان ہے ان کے لئے حالات مناسب نہیں ہیں لیکن پھر بھی وہ بڑی تعداد میں موجود ہیں کیونکہ ان کا شکار ممنوع ہے۔ ایک مرتبہ میں ایک گھنے علاقے سے گزر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ گھنے میدان میں ایک مور درخت پر آرام کر رہا تھا۔ میں تیرتر پکڑنے کا طریقہ اس پر آزمانا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے دو سوار اوردیوں سے کہا کہ اس کو درخت پر سے اڑائیں۔ انہوں نے مور کو پتھر مار کر اڑانے کی کوشش کی۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ قریب ہی چاروں کی کچھ جھوٹریا

تھیں۔ میں نے وہاں سے تین لوگوں کو بلوایا اور ان سے کہا کہ درخت پر چڑھ کر مور اڑائیں۔ لڑکے بندر کی طرح درخت پر چڑھے اور اس کو فوراً اڑا دیا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ مور اڑ کر گاؤں کی طرف گیا جس کے راستہ میں آدھ میل تک بڑے بڑے درخت تھے۔ اس کے بعد جھاڑیوں سے پھر کھلا میدان تھا۔ میں نے اس کے تعاقب میں گھوڑا بہت تیز دوڑایا۔ دو تین سو گز دوڑانے کے بعد یہ نیچے آنا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے اور میرے وارلیوں کو تعاقب میں پا کر وہ تقریباً سو گز اور اڑا اور پھر زمین پر آ رہا۔ زمین پر ہنرتے ہی پھر دوڑا اور پھر ایک خاردار جھاڑی میں گھس گیا۔ ہم نے اس کو باہر نکالا پھر اسی درخت تک واپس لے گئے۔ کنویں سے پانی لے کر اس پر چھڑکا اور جھونپڑی میں رہنے والے لوگوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔

مور اتنا وزنی ہوتا ہے کہ اس کو ہوا میں اڑانے کے لئے سخت کوشش کرنی پڑتی ہے۔ ہر اس گاؤں میں، جو پہاڑی کے دامن میں ہو، یہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ درخت پر چڑھنے کے لئے مور پہلے آہستہ آہستہ پہاڑی پر چڑھتا ہے اور پھر وہاں سے پھسلتا ہوا درختوں پر ات کو ارام کرنے کے لئے آ بیٹھتا ہے۔ پھر ایک اچھا شکاری جانور ہونے کے علاوہ کھانے کے قابل بھی ہوتا ہے۔ راجستھان میں جو بھی اس کے شکار پر سے پابندی اٹھائی جاتے اس کا بچ رہنا محال ہے جیسا کہ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں ہوا ہے۔

جھونپڑی میں رہنے والے غریب لوگوں نے جب مجھے مور پکڑتے دیکھا تو انہیں اس کی آنکھوں پر یقین نہیں آتا تھا کہ ایک قانون کا محافظ ہی قانون توڑ رہا تھا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ہم نے مور کو آزاد کر دیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے مجھے اندازہ طور سے بتایا کہ ان کے گاؤں سے کچھ فاصلے پر سانسیوں (ایک جراثیم پیشہ قبیلہ کی کچھ جھونپڑیاں ہیں جو جال لگا کر تیز اور مور پکڑ لیتے ہیں اور ان کے آس پاس جو بھی پوندے ہوتے ہیں شکار کر لیتے ہیں۔ وہ جگہ چونکہ دس میل کے رقبے میں تھی اس لئے میں وہاں تقشیش کے لئے گیا۔ یہیں آتا دیکھ کر سانسیوں نے اپنی جھونپڑیوں سے جنگل کی جانب بھاگنا شروع کر دیا۔ لیکن جلد ہی ہم نے انہیں پکڑ لیا۔ اور ان کی جھونپڑیوں کی خوب تلاشی لی۔ ہم نے

دیکھا کہ وہاں جانوروں کی بہت سی کھا لیں تھیں جن میں لومڑی اور کیدڑ کی بھی کھا لیں تھیں۔ ایک لومڑی میں تقریباً ایک درجن تیرتے تھے۔ اور ایک مور خور جالو بھی تھا۔ میں نے اپنے اردلیوں کو حکم دیا کہ انہیں گرفتار کر لیں اور انہیں تیز اور مور خور جانور سمیت دفتر میں میرے سامنے پیش کر دیں۔ مور خور ایک قسم کا حقن دار جانور ہوتا ہے۔ یہ گرم خور ہوتا ہے۔ یہ پھلی کی طرح کڑے کھاتا ہے اس کا جسم کانٹے دار مثلث نما پروں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ اس کے پر ایک سر پر پڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ جسم محفوظ ہو جاتا ہے۔ جسم لمبا مگر قد نیچا ہوتا ہے۔ کمر گولی ہوتی ہے۔ سر چھوٹا اور مخروطی ہوتا ہے۔ زبان لمبی اور دانوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ اعضاء چھوٹے مگر موٹے ہوتے ہیں۔ اور جسم کے دوسرے حصوں کی طرح پروں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ آگے کے پاؤں کے نیچے بہت لمبے کھردارے اور مڑے ہوئے ہوتے ہیں اور ان پر یہ جانور چلتا ہے۔ لیکن رفتار سست ہوتی ہے۔ قدرت نے اس کو اپنے دشمن سے بچنے کی صلاحیت دی ہے۔ اس میں خود کسی پر حملہ کرنے کی قوت نہیں ہوتی۔ لیکن جب اس پر حملہ ہوتا ہے تو یہ ایک گیند کی سی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور پھر اس پر اپنی دم لپیٹ لیتا ہے۔ دم چوڑی ہوتی ہے اور اس کے سرے پر سخت کانٹے ہوتے ہیں جن کے نوکیلے سرے ابھر کر برابر برابر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر اسی کو نقصان پہنچانا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہ عام طور سے دیگ اور چیمونٹیاں کھاتا ہے جنہیں یہ اپنی لمبی زبان سے چاٹ لیتا ہے۔ یہ زمین میں مسوراج بن کر رہتا ہے۔

جب سانسیوں کو ترسیت میں لے جایا جا رہا تھا تو مور خور جب انور لومڑی میں سے تین بار نکل بھاگا۔ ہر مرتبہ زمین پر گرنے کے بعد یہ گیند سا بن جاتا ہے مگر آسانی سے پکڑ کر دوبارہ لومڑی میں رکھ دیا جاتا۔ چونکہ یہ ایک نایاب جانور تھا۔ میں اس کو فوراً چڑیا گھر لے گیا اور اس کے ارباب اختیار کو پیش کر دیا۔ سانسیوں کا جالان کر کے عدالت میں پیش کیا گیا۔ جہاں ان کو جال سے تیر پکڑنے کی مناسب سزا ملی۔ دوسری جمع میں سے تیروں کو مہاراجہ کے بارے میں چھوڑ دیا۔

ایک ہفتہ بعد میں اس مور خور جانور کا حال معلوم کرنے پر چڑیا گھر گیا۔ لیکن

یہ جان کر سخت افسوس ہوا کہ وہ زمین میں ایک سو داغ کر کے ہمیشہ کے لئے غائب ہو گیا۔



باز کی تصویر

میرے دفتر کے قریب بازداروں کی گلی تھی جس میں بہت سے ماہر بازدار رہا کرتے تھے۔ ان میں سے چھوٹے خاں بازدار مجھے اپنا فن دکھانے کا بڑا خواہش مند تھا۔ موجودہ جہاز کا دادا باز رکھنے کا بڑا دلدادہ تھا۔ انہوں نے بہت سے آدمی یہ پرندے پکڑنے اور تربیت دینے کو ملازم رکھے ہوتے تھے۔ لیکن چونکہ موجودہ جہاز اور ان کے والد کو ان میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لئے یہ لوگ بیکار ہو گئے تھے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا بہت سے جہازوں اور نوالوں کے شناساں بازیاں قائم کر رکھی تھیں۔ لیکن اب یہ کھیل تھریبا ختم ہوتا جا رہا ہے۔

میں نے چھوٹے خاں سے کہا کہ مجھے اپنے باز دکھاتے۔ اس وقت اس کے پاس کوئی باز نہیں تھا۔ لیکن اس نے وعدہ کیا کہ کل ایک باز پکڑ لائے گا۔ اور پھر ایک مادہ بند اس کے کرتب دکھائے گا۔ میں نے اس کے پکڑنے کی ترکیب دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔

دوسرے دن چھوٹے خاں صبح بہت جلد ہی آگیا اور مجھے کھاتی پورے کے قریب ہی ایک جگہ لے گیا۔ یہاں اس نے خود کو ایک جھوٹے بیڑی میں چھپا لیا اور اس کے دروازے میں چند گز کے فاصلے پر ایک کبوتر پاؤں سے باندھ کر کھلے میدان میں چھوڑ دیا۔ اوپر اڑتے ہوئے ایک باز نے کبوتر دیکھا۔ اور فوراً ہی غوطہ کھا کر نیچے آیا اور کبوتر کو اپنے پنجے میں جکڑ لیا۔ جب وہ اپنے شکار کو مار رہا تھا تو چھوٹے خاں جھوٹے بیڑی سے باہر آیا اور قبل اس کے کہ باز کبوتر سے اپنے پنجے چھڑائے۔ اس نے اس کو پھنسی پکڑنے والے جال سے ڈھک دیا۔ باز کی چوڑی بڑی مضبوط اور نوکیل ہوتی ہے اور طاقت ور مڑے ہوئے پنجے ہوتے ہیں۔ گویہ بلی کی طرح ٹسکڑنے والے نہیں ہوتے۔ لیکن وہ ان کو اوپر اٹھا سکتا ہے۔ جب چٹان یا درخت پر بیٹھتا ہے تو انہیں تیز کر لیتا ہے۔ قدرت نے ان کو بڑی دور بین نظر عطا کی ہے۔ وہ قید کر کے پرورش نہیں کئے جاتے بلکہ ہر باز جنگل ہی میں پکڑا جاتا ہے اور ان کو مناسب تربیت دی جاتی ہے۔ پرندوں کو شکار کرنا انہیں سکھایا نہیں جاتا بلکہ یہ تو ان کی گھٹی میں ہوتا ہے۔ کھیل کرتب سکھانے کے لئے مادہ باز بہتر ہوتی ہے کیونکہ وہ بڑی اور زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ ان کی تربیت بہت مشکل سے ہوتی ہے۔ تربیت دینے میں بہت عقل اور صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے پرانے زمانے میں بازدار کا عہدہ بہت اہم سمجھا جاتا تھا۔

ایک ماہ گزرنے سے پہلے ہی چھوٹے خاں میرے پاس آیا۔ اور بتایا کہ باز کی تربیت مکمل ہو چکی ہے۔ اس وقت تو میں بہت مصروف تھا۔ لیکن چند جفتوں کے بعد میں نے اس کو بلایا اور اپنی کار میں بٹھا کر چھلانے کے قریب تیرتوں کے شکار کے لئے گیا۔ وہاں پہنچ کر ہمیں تیرتوں کی ایک جھول نظر آئی تو کار روکی اور چھوٹے خاں کو اشارے سے بتایا۔ وہ باز لے بیٹھ سیٹ پر بیٹھا تھا اس کو اپنی کلائی پر بٹھا رکھا تھا۔ لیکن ایک ڈوری سے بھی باندھ

رکھا تھا اور اس کا سر ایک ہڈ سے ڈھکا ہوا تھا۔ جب چھوٹے خاں تیرتوں کو دیکھا تو باز کے سر سے ٹوٹی اتار دی۔ اور اس کو تیرتوں پر چھو دیا۔ باز کو آتے دیکھ کر ایک تیراڑ اکیونکہ چھینے کی جگہ کوئی نہیں تھی۔ لیکن جوہی وہ اٹھا باز نے اس کو پکڑ لیا۔ اور نیچے آگیا۔ ہم اس جگہ پہنچ گئے اور کو اپنا شکار کھانے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد باز کے سر پر ٹو دو بارہ رکھ دی گئی۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی اس لئے میں نے چھوٹے کو اس کی کامیابی پر مبارک باد دی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا باز کھانا کا بھی شکار کر سکتا ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ اس لئے میں نے اس کھیل کے لئے دوسری جگہ اور وقت کا تعین کر دیا۔ دوسرے صبح میں چھوٹے خاں کو اکھڑے کے بندے گیا۔ جہاں جھیل پر بہت سے کلنگ منڈا رہے تھے۔ باز کی ٹوٹی اتار کر اس کو کلنگ دکھائے گئے۔ یہ ایک بڑا جھپٹے کے ساتھ ان پر جاگرا اور ان میں سے ایک منتخب کر کے اس کا پیو کیا۔ یہ اس کو اڑانا جو بہت اونچا لے گیا اور پھر اس کے اوپر سے اگرا۔ سر اپنے پنجوں میں پکڑ لیا۔ کلنگ نے چھڑانے کی بہت کوشش کی۔ جب کامیاب نہیں ہوتی تو وہ چکر کھانا ہوا نیچے آیا۔ مگر باز نے اب بھی اس کا سر پکڑا ہوا تھا۔ ہم دونوں فوراً اس جگہ پہنچ گئے جہاں وہ دونوں اترے۔ اور پھر کھانا کے گوشت کا ایک ٹکڑا باز کو دے کر دوبارہ اس کے سر پر ٹوٹی رکھ دی گئی۔ مجھے باز کی اتنی اونچی اڑان اور اس کے پھٹوں کی طاقت دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ وہ اپنے سے دس گنا زیادہ وزن پر بندے کو پکڑ کر لایا تھا۔ اسے تفریح سے میں بہت خوش ہوا اور میں نے چھوٹے خاں کو باز سدھانے انعام دیا۔

پرانے زمانے میں مشرق اور مغرب میں باز کے ذریعہ شکار کھیل ایک عام طریقہ تھا اور بہت سی ایسی قصا ویر آج بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ جن میں بادشاہ و نواب باز اپنی کلاتی پر بٹھاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ انگلستان میں تو یہ اتنا عام تھا کہ تمام معزز آدمی اپنی کلاتی پر باز بٹھاتے بغیر باہر نہیں نکلتے تھے۔ کیونکہ یہ امر ان کا امتیازی نشان تھا۔ ایڈورڈ سوم کے زمانے میں باز چرانے کی سزا ایک سال قید تھی۔ بادشاہ نے جب فرانس

پر حملہ کیا تو تیس باز دار بھی اس کے ساتھ تھے اور جب لڑائی نہ ہو رہی ہوتی تو وہ باز کے کرتب دکھا کر بادشاہ کو خوش کیا کرتے تھے۔

الور میں سور کشی

میرے والد الور کے مہاراجہ مرحوم سر جے سنگھ جی کے سرپرست تھے اور انہوں نے مہاراجہ کو پلو کھیلنے، سور کشی اور نشانہ بازی کی مکمل تربیت دی تھی۔ ہندوستان میں چند آدمی ہی ان کھیلوں میں ان کا مقابلہ کر سکتے تھے اس کے علاوہ میرے والد نے ان کو گھوڑے پر سوار ہو کر سور کو خنجر یا تلوار سے قتل کرنا بھی سکھایا تھا۔ نیزہ زنی اور تلوار بازی تو بہت سے گورکھپوتہ ہیں لیکن آگے بڑھ کر جھکنا اور پھر خبیث سور کو خنجر سے مارنا ہر کسی کا کام نہیں۔ اس میں بے حد پھرتی اور شاہ سواری کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرے اپنی زندگی میں یہ کار نمایاں صرف تین آدمیوں کو انجام دیتے دیکھا ہے ایک مہاراجہ سر پر تاپ سنگھ آف جودھپور، میرے والد اور مرحوم مہاراجہ الور۔

مہاراجہ الور پلو کے کھلاڑی کی حیثیت سے تمام دنیا میں مشہور تھے اور ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۳ء تک جتنے پلو ٹورنامنٹ ہوئے، سب ان کی جیت تھی۔ اس میں وہ ٹورنامنٹ بھی شامل ہے۔ جو ۱۹۰۳ء میں بادشاہ کی جنگ تاج پوشی کے موقع پر ہوا تھا۔ مہاراجہ دنیا کے بہترین پلو کھلاڑیوں میں تھے اور پوزیشن نمبر دو پر کھیلنے میں تو ان کا جواب ہی نہیں تھا۔ وہ الور اور پستول کے بھی بڑے ماہر نشانہ باز تھے۔ ان کو گھوڑے پر سوار ہونے دوڑتے ہوئے ہرن کو پستول سے شکار کرتے دیکھنا ایک نادر تجربہ ہوتا ہے جو وار میدان میں سٹروں کا موجد ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ پہاڑی دامن اور دوسری ناقابل رسائی جگہوں پر رہتے ہیں۔ مہاراجہ الور کو سور کشی کی مشق کرانے کے لئے میرے والد نے الور میں چار سو گاہیں بنوائی تھیں۔ جہاں سور ہر وقت مل سکتے تھے۔ ان میں سے ہر سو گاہ کا رقبہ چار سو ایکڑ تھا اور وہ ایک دوسرے سے ایک ایک میل سے فاصلے سے جدا تھیں۔ ان جگہوں پر پولیشیوں کا چرانا بالکل ممنوع تھا۔

کو ان مقامات پر ٹھہرنے کے لئے ان کی خوراک اور پانی کا انتظام بھی کر دیا گیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سور، پہاڑیوں اور دوسرے جگہوں سے نکل کر ان پناہ گاہوں میں آ گئے تھے اور ان کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ اکثر پڑوس کے کھیتوں میں فصلوں پر دھاوا بولتے ہیں لیکن پھر واپس ان پناہ گاہوں میں آ جاتے۔

پناہ گاہوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ اس لئے رکھا گیا تھا کہ سور کو جب ایک جگہ سے چھوڑا جائے تو وہ دوسری سور گاہ کی طرف دوڑیں اور اس طرح اس ایک میل کے درمیان راستے میں گھوڑے پر سوار ہو کر سور کو نیزے سے مارنے کا موقع مل جاتے۔ ہر سال الور میں کرسمس کی چھٹیوں کے دوران ایک بڑا شکار کیمپ لگتا اور مجھے مہاراجہ الور ان پارٹیوں میں شرکت کی دعوت دینا بھولتے۔

اب میں ایک ایسے ہی کیمپ کے دوران سور کشی سے متعلق ایک دن کے کھیل کا قصہ بیان کروں گا۔ جب کہ ہم نے ایک درجن سور مارے۔ ہماری پارٹی میں نو نیزہ باز شامل تھے اور میرے والد منصف کے فرائض انجام دے رہے تھے، ان سب نیزہ بازوں کو میرے میزبان نے مندرجہ ذیل پولیش میں تقسیم کر دیا تھا۔

- دائیں :
- ۱۔ مہاراجہ مدن سنگھ جی آف کشن گڑھ۔
 - ۲۔ مہاراجہ ہنسوت سنگھ۔
 - ۳۔ مہاراجہ رتن سنگھ۔
- درمیان :
- ۱۔ مہاراجہ الور۔
 - ۲۔ مہاراجہ کمار امیر سنگھ آف شاہ پور۔
 - ۳۔ میں خود۔
- بائیں :
- ۱۔ مہاراجہ سچن سنگھ آف تلام۔
 - ۲۔ موتی لال۔
 - ۳۔ شیونا تھ سنگھ (میرا بھائی)

اس بات کا خاص خیال رکھا گیا تھا کہ تمام حریفوں کو جہاں تک ہو سکے

پہلا نیزہ مارنے کے مساویانہ مواقع پیش نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں سوار کے چہرے اور اس کے گھوڑے کا بھی خیال رکھا گیا تھا۔ سوکرکشی کا اصلی مزہ سوکر مارنے ہی میں نہیں بلکہ رقابت کی اس جدوجہد میں بھی ہوتا ہے جو اپنے ایک قابل حریف سے پہلا نیزہ مارنے کا موقع جیت لینے کے لئے کوئی پڑتی ہے۔ اس پارٹی میں تقریباً ایک درجن سوار ایسے بھی تھے جو ٹینس کے ممبروں کو بوقت ضرورت فالٹو گھوڑے اور نیزے مہیا کر سکتے تھے۔ پارٹی میں سب پولو کھلاڑی بھی تھے۔ ان میں مہاراجہ کشن گڑھ، مہاراجہ تمام اور موتی لال مہاراجہ اور کی اس پولو ٹیم کے ممبر تھے جس نے ۱۹۰۶ء میں کلکتہ کے پولو ٹورنامنٹ میں چیمپئن شپ جیتی تھی۔ مہاراجہ ہنسوت سنگھ جو اب پولو کے ایک مشہور بین الاقوامی کھلاڑی ہیں اس وقت بہت کم عمر تھے۔

سوکرکشی کا یہ مقابلہ فتح آباد کے مقام پر ہوا۔ یہاں ایک میل کے فاصلے پر سوکر کا میدان تھا۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک میل لمبا ہموار میدان تھا اس دن صبح یہ منصوبہ بنایا کہ ایک سوکر گاہ میں لڑا دلیا جاتے اور ان کو دوسری سوکر گاہ کی جانب بھاگنے پر مجبور کیا جاتے لیکن ان کو دوسری پناہ گاہ تک پہنچنے سے پہلے ہی نیزے مار کر ہلاک کر دیا جاتے۔ جب تمام سوکرکشی بغیر تصور مچاتے ہوتے جمع ہو گئے تو اٹھ باقیوں اور لڑا دینے والوں سے لڑا کا دلیا گیا۔ تمام ٹینس نے کسی نہ کسی چیز کی آڑ میں ہلو کر اپنی پوزیشن سنبھال لی۔



لڑا دینے پر پہلے کچھ سوکر کے بچے باہر نکلے لیکن ان کے پیچھے ایک بڑا جنگلی سوکر تھا۔ مہاراجہ اور نے میزبان کی حیثیت سے دائیں جانب کی ٹیسٹ کو ان کا پیچھا کرنے کا اشارہ کیا۔ اس کے فوراً بعد ہی چند بڑے جنگلی سوکر پناہ گاہ سے باہر آئے۔ میزبان سے بائیں جانب ٹیسٹ "کو ان میں سے ایک منتخب کرنے کو کہا۔ پھر ایک دوسرے سوکر کے پیچھے ہماری پادری ٹیسٹ دوڑ پڑی۔

ہم نے جس سوکر کا تعاقب شروع کیا وہ بوڑھا تھا اور وہ ہماری طرف مڑا کر دیکھتا اور بڑے وحشیانہ انداز میں سڑاتا۔ وہ آہستہ آہستہ دوڑ رہا تھا۔ یہاں تک کہ جلد ہی ہم اس کے قریب پہنچ گئے۔ اس وقت وہ زور سے اچھلا اور پھر ایک نالے میں چھلانگ لگا دی جس کے کنارے ڈھلوان تھے۔ جہاں وہ آسانی سے جاسکتا تھا۔ مہاراجہ اور جن کا گھوڑا بہت تیز و تھا۔ فوراً اس کا تعاقب کیا اور قبل اس کے کہ وہ ادھر ادھر ہو اس کو نیزہ مار دیا۔ لیکن ان کا نیزہ ٹوٹ گیا اور تقریباً دو فٹ لمبا دستہ سوکر کے جسم سے باہر نکلتا رہ گیا۔ نالے کی سطح لمبی اور تنگ تھی اور کنارے ڈھلوان تھے۔ اس لئے مہاراجہ اور کے سامنے اپنے نیزے کا دستہ پکڑے ہوئے سوکر کے آگے آگے دوڑنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں سوکر کے پیچھے ہی تھا۔ بالٹس کا دستہ سوکر کی پشت پر سے بڑے بڑے انداز میں لہرا رہا تھا۔ میں ابھی اس کو نیزہ مارنے کا موقع تلاش ہی کر رہا تھا کہ نالے کا ایک نیچا کنارہ آیا۔ اور سوکر نے اس پر چڑھنا شروع کیا۔ اور اس طرح مجھے آگے بڑھ کر اس کے کنارے میں نیزہ مارنے کا موقع مل گیا۔ میرے نیزے کے وار سے سوکر نیچے کی طرف مڑا اور مجھ پر ایک غراسٹ کے ساتھ حملہ کیا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ مجھے کچھ نقصان پہنچاتے میں اس کے آگے ہو گیا۔ میرے پیچھے مہاراجہ کمار شاہ پور آ رہے تھے۔ اور اب ان کو سوکر کا مقابلہ کرنا پڑا۔ سوکر نے پیچھے مڑ کر شاہ پور کا راستہ روک لیا۔ یہ اتنے جلدی ہوا کہ گھڑ سوار کے سامنے سوکر سے ٹکرا جاتے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں رہا تھا۔ گھوڑے کے آگے کے پاؤں جو ہی سوکر سے ٹکراتے وہ گر گیا اور ساتھ ہی سوار بھی زمین پر ادا ہوا۔ جب گھوڑے کے پاؤں سوکر سے ٹکے تو وہ بھی قلاباڑی کھا گیا اور

دو فٹ لمبا نیزہ اس کے جسم میں ہونے کی وجہ سے اس کو اٹھنے میں بڑی
وقت ہوتی۔ لیکن اس وقت حالات بڑی نازک صورت اختیار کر گئے تھے
جب سوار نے کھڑے ہو کر گرے ہوئے سوار کی طرف بڑھنا شروع کیا تو
نے مداخلت کی اور سوار کے ایک نیزہ ان کے جسم سے نکلے ہوئے نیزے کے دستے سے میرا کھڑ
گیا۔ مگر اس مرتبہ اس کے جسم سے نکلے ہوئے نیزے کے دستے سے میرا کھڑ
نہی ہو گیا۔ مگر اب وہ گھوڑا اور سوار بالکل بچ گئے۔ گھوڑا اٹھنے کے بعد
کیمپ کی جانب بھاگ گیا۔ میں نے فوراً شاہی پور کے لئے ایک دوسرا گھوڑا منگو
لیا اور وہ بہار سے ساتھ پھر شامل ہو گیا۔

اب ہم نالے سے باہر اوپر آ گئے۔ جہاں ہم نے دیکھا کہ درمیان ہیٹ اور
بھی سوار کے پیچھے سر ہیٹ دوڑ رہی تھی۔ ان کو بہت دور تاڑا۔ اس لئے
کہ ان کا سوار بہت ہلکا تھا۔ جب ہم ان کے قریب گئے تو وہ اس کو مار چکا
اس "ہیٹ" میں بہار اچر کشن گڑھ نے پہلا نیزہ مارا تھا۔ اور اچر کشن گڑھ
سنگھ جو ایک بڑے بھاری سوار کے تعاقب میں گئے تھے اس کو مار کر گڑھ
ہو چکے تھے۔ باتیں ہیٹ نے اپنی واپسی پر ہمیں اطلاع دی کہ بہار اچر کشن
اور میرے بھائی نے ایک ایک سوار مارا تھا۔

یہ ایک اصول ہے کہ جب پارٹیاں سوار کے تعاقب میں روانہ ہوتی ہیں
تو ہلکا دینے والے بالکل خاموش ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جب ہم سب
دوبارہ اپنی اپنی جگہوں پر آ گئے تو ہم نے ہلکا پھر شروع کر دیا۔ جب
اپنی پوزیشن پر واپس آ رہے تھے تو بہار اچر کشن گڑھ نے یہ تجویز پیش کی کہ
سوار کو نیزے کے بجائے خنجر سے مارنا چاہیے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنا
پھینک دیا اور خنجر لے لیا۔ پارٹی میں سے اور کسی نے ان کی اس تجویز پر
نہیں کی۔ کیوں یہ خیال ہی محال تھا۔ اور یہ بیل منڈھے چڑھتے نظر نہیں
تھے۔ مجھے تعجب نہیں ہوا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ بہار اچر کشن گڑھ
تھے۔ پارٹی کے باقی ممبروں نے کہا کہ اب اگر سوار باہر آئے تو وہ نیزے سے
کے بجائے ایک جگہ کھڑے اس کا رہنمائی کو دیکھیں گے۔

ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ پناہ گاہ سے ایک سوار باہر نکلا۔
ایک طرف ہیٹ گئے اور بہار اچر کشن گڑھ کے بڑھ گئے۔ میں یہاں یہ بتانا

سمجھتا ہوں کہ بہار اچر کشن گڑھ بہترین پولو کھلاڑی تھے۔ اس لئے وہ نایاب
قسم کے گھوڑے رکھتے تھے جو حیرت انگیز تہ بیت یافتہ ہوتے تھے۔ ان میں
سے زیادہ تر اتنے ماہر ہوتے کہ سوار کے مرنے کے ساتھ ہی خود بھی مڑ جاتے
تاکہ سوار پر پورا کنٹرول رہے۔ جب بہار اچر کشن گڑھ وغیرہ گھوڑا سوار
دوڑاتے سوار کے پیچھے جا رہے تھے تو ایسا معلوم دیتا تھا کہ ایک باز اپنے
شکار پر جھپٹ رہا ہے۔ یہ بڑا بھاری سوار تھا اور جو بھی وہ داہنی طرف
مڑا گھوڑا بھی اسی طرف مڑ گیا۔ اور اسی لئے بہار اچر کشن گڑھ اور
سوار کی ایک جانب دل پر خنجر مار دیا۔ ہلکا جھپکنے کے ساتھ ہی غضب آلود
سوار حملہ کرنے کو مڑا لیکن سوار اس کی پہنچ سے دور نکل گیا تھا۔ سوار کے دل
سے خون بڑی تیزی سے فوراً کے کی مانند نکل رہا تھا۔ اس لئے وہ جلد ہی زمین
پر گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ ہر شخص نے اس تعجب خیز کارنامے کی جی کھول کر داد
دی۔ لیکن بہار اچر کشن گڑھ نے کہا کہ یہ محض اتفاق تھا۔ بہار اچر کشن گڑھ
یہ بات پیچھے گئی۔ اور انہوں نے کہا کہ وہ یہ کارنامہ پھر انجام دیں گے۔

تھوڑی دیر بعد ایک اور سوار نظر آیا۔ اس مرتبہ سوار ہلکا تھا اس لئے
خوب دوڑا۔ یہ اتنا تیز دوڑ رہا تھا کہ پہلے دو موڑ پر بہار اچر کشن گڑھ نہیں کر سکے
لیکن تیسری بار مڑنے پر ایک جانب سے اس کے دل پر خنجر مار دیا۔ اس غضبنا
سوار نے فوراً ان پر حملہ کر دیا اور اس طرح ان کو اپنا پورا خنجر اس کو مارنے
کا ایک اور موقع مل گیا۔ اس مرتبہ خنجر دستے تک سوار کے اندر چلا گیا۔ اس
لئے یہ واپس نہیں نکلا جاسکا۔ اور سوار کے جسم کے اندر ہی چھوڑ دیا گیا
سوار چند قدم دوڑا اور پھر گر کر مر گیا۔ یہ بہار اچر کشن گڑھ بلاشبہ بڑی
فتح تھی۔ اور ہر شخص حتیٰ کہ ان کے معترضین نے بھی ان کو مبارکباد دی۔
میرے والد ان کے اس کارنامے پر بھولے نہیں سماتے تھے۔

جب خنجر زنی کا مظاہرہ ختم ہو گیا تو ہم سب نے اپنی اپنی جگہ دوبارہ
سنجھال لی۔ اور ہلکا دوبارہ شروع کر دیا گیا۔ سواروں کا ایک غول باہر
آیا۔ اس میں تقریباً آدھی درجن تر سوار تھے۔ ہر ہیٹ نے ایک سوار تعجب
کر کے اس کے پیچھے سر ہیٹ دوڑنا شروع کر دیا۔ ہم نے بھی ان میں سے ایک
علیحدہ کر لیا۔ جو ہمارے خیال میں سب سے اچھا تھا۔ بہار اچر کشن گڑھ ہیٹ

اسی وقت ختم ہو گیا۔

اس وقت ہمیں تیسری ہیٹ بھی آتی ہوئی نظر آئی۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو ہم سے آئے۔ ان کی بھی بڑی اچھی تفریح رہی۔ ان میں سے تینوں نے علیحدہ علیحدہ سوئر منتخب کیا اور اس کو اپنی انفرادی کوشش سے ہی مارا۔ سوائے موتی لال کے جس کی چاراجہ تلام اور میرے بھائی نے اس وقت مدد کی جب کہ اس کا سوئر گھٹنے جینٹل میں غائب ہونے والا ہی تھا۔

اب پنج کا وقت ہو گیا تھا۔ اس لئے ہمارا میزبان ہمیں واپس کیمپ لے آیا۔

دوسرے دن ہم پھر بڑے کامیاب رہے اور نو سوئر شکار کئے۔ اس دن کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا۔ میں نے یہاں ۵۵ واقعات بیان کئے ہیں جو ولولہ انگیز تھے اور غیر معمولی نوعیت کے حامل تھے۔ ان دو دنوں میں ہم نے کل اکیس سوئر مارے۔ اور ان میں زیادہ تر بڑے بھاری سوئر تھے۔ سب سے بڑا سوئر ۵۵ تھا جس کو ہمارا چہلے اور نے خنجر سے مارا تھا۔ اس کا وزن ۳۱۵ پونڈ اور قد کندھوں تک ۳۶ اینچ تھا۔

میں نے یہاں بیان کیا ہے کہ پہلے دن جب سوئروں کو ان کی پناہ گاہوں سے نکالنے کے لئے مارا دیا گیا تو اکثر بڑے بھاری تھے جن پر ایسے مہمان سوار تھے جو سوئر کش نہیں تھے۔ ان میں مسٹر اور مسز پلا ایک بڑے اور تربیت یافتہ بڑے بھاری تھے۔ اتفاق سے یہ وہ ہی بڑے تھے جس کو سوئر نے زخمی کیا تھا۔ مسز پلانے بتایا کہ جب سوئر پناہ گاہوں سے باہر

نکلے تو ایک سوئر اپنے غول کے ساتھ جانے کے بجائے بڑھتے ہوئے بڑھتے ہوئے کے ساتھ آگے بڑھا۔ چند سیکنڈ بعد اپنے کان اور بال کھڑے کئے اور بڑھتے ہوئے چلے کر دیا۔ بوڑھے سوئر روایتی طور پر بڑے دلیر اور چالاک ہوتے ہیں اور اگر ایک مرتبہ شکار ہونے لگے جائیں تو پھر دوبارہ ان کو اپنی جگہ سے ہٹانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بڑھتے ہوئے بڑھتے ہوئے کی ایک قطار بھی ان کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتی۔ یہ چونکہ بہت تربیت یافتہ بڑے تھے اس لئے اپنی جگہ قائم رہا اور سوئر کو اپنے اگلے پاؤں سے مارا اور اس

جانور ثابت ہوا اور ہمیں اس کو مارا ہوا میدان سے نکالنے میں بڑا ڈنکا لگا۔ جب وہ ہوا میدان میں آگیا تو اس نے اپنے دائیں جانب ایک نیرنگائیوں کا ریوڑ دیکھا۔ ہم سے بچنے کے لئے اس نے ایک جست بھری اور اس ریوڑ میں شامل ہو گیا۔ کچھ دور تک تو وہ ان میں ملا رہا۔ لیکن چونکہ وہ ان کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ اس لئے وہ اپنے بائیں جانب کچھ سوئر دیکھ کر ان میں شامل ہو گیا کہ شاید وہ پنج نکلتے میں کامیاب ہو جائے۔ لیکن اس کے منہ کی وجہ سے ہم اس کو پہچان گئے اور اسے پھر باقی سوئر سے علیحدہ کر لیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی چالاک نہ چل سکی تو اسے سخت غصہ میں پھر پر حملہ آور ہوا کیونکہ اس وقت میں ہی سب سے آگے میں اپنا نیزہ اس کی جانب کئے آگے جھکا۔ سر پیٹ دوڑتے ہوئے گھوڑے کی رفتار اور سوئر کی اپنی رفتار کے زور میں نیزے اور سوئر کا ٹکراؤ ہوا۔ نیزہ اس کے جسم میں دوڑ تک چلا گیا۔ میں اس کے بعد آگے بڑھ گیا۔ میرے پیچھے ہی شاپو در آ رہا تھا اور اس کا گھوڑا سوئر سے ٹکرا کر گر پڑا اور وہ خود بھی زمین پر آ رہا۔ سوئر نے جب دیکھا کہ وہ دونوں گر پڑے تو اس نے سیدھا سوئر پر حملہ کر دیا۔ چاراجہ اور جو اس وقت تک خاموش تماشا بنے کھڑے تھے۔ اس نازک موقع پر فوراً جھپٹ کر سوئر اور سوئر کے پنج میں آگئے اور سوئر کے جسم میں اپنا نیزہ پیوست کر دیا۔ میں بھی واپس جھپٹا اور اس پر ضرب کاری لگا دی۔ شاپو کے ہاتھوں اور گھٹنوں پر معمولی رگڑوں کے علاوہ کوئی خاص زخم نہیں لگا۔ اس کا گھوڑا گرتے بھاگ کھڑا ہوا اور مجھے پھر فالتو گھوڑوں میں سے اس کے لئے ایک گھوڑا منگوانا پڑا۔ ہمارے میزبان نے یہ سوچ کر کہ آج اتنا ہی کافی ہے، ہمیں واپس بلا لیا۔

اب ہم دائیں ہیٹ کے ساتھ بدجیتیت تماشا تائی جا رہے۔ وہ ایک بڑے سوئر کے تعاقب میں تھے۔ ہمارا چہلے کشن گڑھ سب سے آگے تھے سوئر بائیں جانب مڑا اور ہمارا چہلے کشن گڑھ نے فوراً اس کے نیزہ مار دیا۔ اس کے ہنسبوت سنگھ نے اس پر وار کیا۔ لیکن سوئر مڑ کر پنج نکلا۔ اس لئے وہ ہی آگے جھپٹا اور اپنا نیزہ اس کے پیلو میں گھسا دیا۔ جس کی وجہ سے سوئر

کا خاطر خواہ نتیجہ نکل گیا کہ ستور ایک طرف چلا گیا۔ مگر جاتے ہوئے بھی
میں نے دیکھ کر ہنستوں سے ہاتھیں کے پاؤں پر ایک شکاف ڈال دیا۔



کمپ کے آخری دن ہمارے میزبان نے سرسید میں اپنی شکار کاہ
پر جو اگور کے ۲۴ میل جنوب میں تھی۔ ایک شام نہ ضیافت کا انتظام کیا
میں جس کا میں بیٹھا سرسید جا رہا تھا۔ اس میں میرے ساتھ پانچ اور
مہمان بھی تھے۔ یہ ایک بڑی سیلون کا رہتی تھی۔ میں آگے ڈرائیو کے پاس
والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب سرسید کی وادی میں سوار تھے اٹھ بجے
رات داخل ہوئے تو ایک ستور سڑک کے درمیان کھڑا نظر آیا۔ کار کی
روشنی پڑنے پر بھی وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ ہمارا خیال تھا کہ جوں ہی ہم
قریب پہنچیں گے، وہ ہٹ کر ایک طرف ہو جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا
کار تقریباً پچیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہی تھی۔ جب یہ اس سے
تقریباً ۳۰ گز دور ہو گئی تو ستور نے اپنے کان اور بال کھڑے کئے اور
کار پر حملہ کر دیا۔ دایں ہیڈ لائٹ کی طرف پمپر سے ایک زبردست ٹکراؤ
ہوا۔ ستور کی تھو تھنی پر ایک جھک چوٹ لگی اور وہ ایک طرف جا پڑا۔
اس ٹکراؤ میں ستور کی کھوپڑی بھی چکنا چور ہو گئی۔ یہ جانور یقیناً بڑا
جندی ثابت ہوا۔ جب ہم نے یہ واقعہ اپنے میزبان کو سنایا تو ستور کا
اس طرح مارنے پر ہمیں شکار یا نہ نشان کے خلاف قدم اٹھانے کا الزام
دیا گیا۔

ہے قسم مجھ کو ان جبالوں کی
جو کسی سے کبھی نہیں ڈرتے
جو عدد کو بکھر دیتے ہیں
اور اکثر ستور کا کمر کے شکار
داد لیتے ہیں ہر مرد کہ سے
روح پر جس کی حسن کی دیوی
اپنی شعلہ گرمی سے باز رہے
اور ہونٹوں پر رکھ کے جامِ سفال
زندگی کی حسین راہوں سے
یوں گزر جائے جیسے بادِ صبا

کاش پھر وہ حسین گاڑی کہ
جس کے سینہ پر اک ستور ڈی شان
لاد رکھا ہو۔ آج آجائے.....
وہ ستور جو ہاڑیوں میں پلا۔ اور تھا اپنی نسل کا یکتا
کاش پھر وہ کہیں سے بن جائے

جو باگور کے ہاڑی رستوں پر
اور ساحل یہ آبِ نرگا کے
جنگل ستور سے کریں مدد بھر
ماہ و شش ماہ تصاخروں کے
چہرے اس طرح چمکتے تھے کہ جیسے تارے
چشمِ غزالہ آگداز سے سینے
ہر ادا و لہریب شعلہ زار

آواگرٹھ میں شکار کا ایک کامیاب دن

جب مستیاں شباب کی اک خواب ہو گئیں
اور اعصاب ہوتے مضحل سے
تغالب کی باتیں کریں گے جو مل جل کے ہم نے کئے تھے کبھی
اور جو مارے تھے میدان ہم نے کبھی

۱۹۱۶ء میں جب میں آواگرٹھ گیا تو مجھے راجہ سوریا پال سنگھ اور ان کے راؤ کرشنا پال سنگھ جو میوکاٹج میں میرے ساتھ پڑھتے تھے، کامیابان بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اس زمانے میں ان کے علاقے میں سور پٹمی تعداد میں موجود تھے۔ اس کا علم ٹینٹ گلاب آف انڈیا کو نہیں تھا۔ یہ علاقہ ہموار میدان تھا۔ جہاں فصلیں اور باغات کے علاوہ نہروں کا بھی ایک جال بچھا ہوا تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو ان کا سر پرست کرنل۔ بی۔ ایل۔ کوئی، ایک بھٹے کی چھٹی پر گیا ہوا تھا۔ اور مجھے ان دونوں کے ساتھ تنہا رہنے کا موقع مل گیا۔ راجہ پالو کھیلنے کے شوقین تھے۔ اس لئے مجھے وہاں چند اچھے گھوڑے مل گئے۔ بد قسمتی سے راجہ کو سورگشی میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ملی۔

اب میں ۱۹۱۶ء کے کرسمس کی چھٹیوں میں شکار کے ایک کامیاب دن کی روئداد بیان کروں گا۔ جب میں تنہا ہی اپنے ایک سوار اردلی کو لے کر سورگشی کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ آواگرٹھ فورٹ کے چاروں طرف جو خندق اور باغات تھے۔ وہاں بہت سے سور موجود تھے۔ اور وہاں ہی ایک بوڑھا سور تنہا ہی کافی عرصہ سے رہ رہا تھا۔

میں جلد ہی کیمپ سے روانہ ہو گیا۔ میرا اردلی دان سنگھ کاؤں سے کھڑکا دینے والے آیا تھا۔ جو نہی کا شہر شروع ہوا، بوڑھا سور باہر نکل آیا۔ کیونکہ زیادہ تر بھوکا دینے والے جانتے تھے کہ وہ کس طرف پڑا ہوا تھا۔

وہاں پہنچ کر ہم سب قھوڑی دیر بعد میں ساگوان کی بنی ایک بڑی جگہ پہنچی۔ یہاں ٹیبل کے گرد دنیا کی بہترین چیزوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے جمع ہو گئے۔ اور ہر شخص اپنے انفرادی کاروبار سے نمایاں بیان کرنے لگا۔

کوئی رکاب میں اٹکا، کسی کا خود گیا
کسی کا نیزہ آنی سے پھسل کے ٹوٹ گیا
مگر تھے پھر بھی بہادر اور جیسے کچھ
کہ بڑھ رہے تھے فرینے سے مثل سیل روان

کوئی شخص بھی جس کو ایک مرتبہ بھی ان دعوؤں پر موجود ہونے کا شرف حاصل ہوا ہو، انہیں نہیں بھلا سکتا۔ سالہا سال گزرنے کے بعد بھی جب کبھی میں ان کے متعلق سوچتا ہوں تو میری رگوں میں خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے۔ وہ جو کش اور امنگ جو اس وقت ہر دل میں ابھر رہی ہوتی، بھلانے کے قابل نہیں ہے۔ اس کیمپ کے دوران بہادر جو کش گڑھ نے سب سے زیادہ پہلا نیزہ مارنے کا ریکارڈ قائم کیا تھا۔ اس لئے بہادر آلور نے ان کا جامِ صحت تجویز کیا۔ وہ اپنے ہاتھ میں چاندی کا ایک بڑا کپ لئے کھڑے ہوئے اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے شروع کئے۔

وہ جو آلور کے رہ گزاروں میں
اس کے میدان و سنگزاروں میں
یوں زقندیں لگاتے جیسے کہ
ایک آہلو کی جست با پندار
گر کوئی اپنے فعلِ ناداں سے
راستہ اس کا روکنا چاہے
اس کو آغوشِ موت ملتا ہے

یہ دراصل لمبی دانتی والا بھاری جانور تھا اور جب وہ باغ میں آیا تو میں نے سوچا کہ اسے دوڑا کر کھلے میدان میں لے آؤں۔ یہ جب گنگاؤں کے قریب ہی تھی اس لئے ماکا دینے والوں کے ساتھ بہت سے کتے بھی آگئے تھے۔ جب کتوں نے سور کو دیکھا، تو وہ بھونکتے ہوئے اس کی جانب دوڑے۔ سور نے جب تقریباً ایک درجن کتوں کو تنہا قریب میں دوڑتے دیکھا تو وہ آم کے ایک بڑے درخت کے نیچے لگا اور اپنی پشت درخت کے تنے سے لگا کر ان کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گیا۔ جو بھی کتے اس کے قریب ہوتے وہ بڑی زوردار غراہٹ کے ساتھ ان پر لپکتا اور ان کو گھاس پھوس کی طرح بتر بتر کر دیتا۔ اس مقابلے کے دوران ایک مرتبہ ایک کتا اس کی زرد میں آگیا۔ سور نے اس کو بڑی طرح بھاڑ ڈالا۔ اور وہ غسی وقت مر گیا۔ میں نے کچھ دیر تک رہ بڑائی دی، پھر مجھ سے صبر نہیں کیا گیا۔ اس لئے اپنا نیزہ سوار کی جانب کئے میں نصف دائرہ بنانا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ مجھے نزدیک آتے دیکھ کر اس نے مجھ پر حملہ کیا لیکن میرے نیزے کا پھل اس کے سر میں گھس گیا۔ اور وہ آگے بڑھ کر مجھے یا میرے گھوڑے کو نقصان نہیں پہنچا سکا۔ اس تصادم کے بعد میں لپک کر آگے ہو گیا اور سور کی پہنچ سے دوڑ نکل گیا۔ اب سور کسی اور جگہ جانے کے بجائے پھر درخت کے تنے کے ساتھ لگ کر مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

اب مجھ پر یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ سور باغ کی جھاڑیاں چھوڑنے پر تیار نہیں ہے اور مجھے اس سے ویاں ہی نیشنا پڑے گا۔ اس لئے میں نے پہلے کی طرح ہی اس کی جانب بڑھنا شروع کیا۔ اور یہ طے کر لیا کہ اس مرتبہ جب نیزہ سور کے گھس جاتے تو لنگالوں کا نہیں بلکہ اسی طرح پکڑے کھڑا رہوں گا۔ سور نے جو بھی مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس مرتبہ نیزہ اس کے کان کے پیچھے مارا۔ اس کے باوجود سور نے مجھ تک پہنچنے کے لئے زور لگنا نہ شروع کیا۔ ادھر میں نے بھی نیزے پر اپنی گرفت مضبوط کر دی اور اس کو زمین پر گرانے کی کوشش کرنے لگا۔ خوش قسمتی سے نیزہ کافی گہرا اندر چلا گیا اور تھوڑی جلد و جہد کے بعد سور اپنے گھٹنوں پر جھکا۔ پھر قلابازی کھا کر گرا اور مر گیا۔ حقیقت میں یہ بڑا بھاری اور موٹا سور

تھا۔ لیکن ڈٹ کر مقابلہ نہیں کر سکا۔

ماکا دینے والوں میں کچھ کتا بھی تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھے بتایا کہ کتے کے ایک کھیت میں اس سے بھی بڑا ایک سور موجود ہے۔ وہ فصلوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لئے اس نے مجھ سے درخواست کی کہ اس کو بھی ہلاک کر دیا جائے۔ اس کا کھیت تقریباً ایک میل دور تھا۔ میں وہاں چلا گیا۔ یہاں پہنچ کر مجھے اس بات سے بڑی ناامیدی ہوئی کہ یہاں جگہ جگہ کھیت تھیں اور ان میں کتے کی بڑی کھتی فصلیں کھڑی تھیں کسی بھی سمجھ دار جانور کے لئے اتنی اچھی پناہ گاہوں سے باہر آنا خود کشی کے برابر تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ وہاں کتے کے کھیتوں کے درمیان تقریباً پچاس گز لمبا چوڑا کھلا میدان بھی تھا۔ سور سے مقابلے کا موقع اسی وقت میسر آ سکتا تھا جب کہ وہ ایک کھیت سے نکل کر دوسرے کھیت میں جاتے۔ یہاں آنے کے بعد بغیر قسمت آزمائی واپس چلے جانے سے اس غریب کا شکار کو بڑی ناامیدی ہوتی۔ اس لئے میں نے اس سے کہا کہ اپنے دوستوں کو لے کر کھیت میں داخل ہو جاؤ اور اس طرح ماکا دو کہ وہ باہر کھیتوں کے درمیان کھلے میدان میں آجائے جہاں میں اس کا خطرہ ہوگا۔ اپنی شکاری زندگی میں میں نے اس موقع سے زیادہ سازگار حالات کبھی نہیں پائے۔ کتے کے کھیت سے سور ایک خاص انداز سے برآمد ہوا۔ اور مجھے سامنے کھلے میدان میں کھڑا دیکھ کر اتنی زوردار غراہٹ سے حملہ آور ہوا کہ میرا گھوڑا خوف سے ششدر رہ گیا۔ اور میں باوجود کوشش کے اس کو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکا۔ اب میرے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ اپنا نیزہ سور کی جانب کر کے کھڑا رہوں۔ میں نے ایسا ہی کیا اور اس طرح میں اس کو نیزہ مارنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے دوڑتے ہوئے گھوڑے کی ٹانگ پکڑنے کی کوشش کی لیکن نہیں پکڑ سکا۔ اور پھر دوسرے کھیت میں غائب ہو گیا۔ میں نے جب نیزے کا پھل دیکھا تو اس پر بہت سا خون لگا ہوا تھا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ سور زخمی ہو گیا ہے۔ جب ماکا دینے والے کھیت سے باہر آئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ کیا کتا مر گیا۔ ان کو یہ واقعہ بتانے کے بعد میں نے ان کو دوسرے

کھیت میں جا کر پا کا دینے کے لئے کہا۔ اور میں نے اپنے نیزے کا رخ اس کھیت کی جانب کر لیا۔ اس درندے کو تلاش کرنا مشکل کام نہیں تھا کیونکہ زمین پر گرمی ہوئی خون کی دھار راستے کی نشاندہی کر رہی تھی۔ پا کا لینے والے کھیت میں کمال احتیاط سے بڑھ رہے تھے۔ ابھی دس گز ہی گئے تھے کہ انھوں نے سوار کو بالکل مردہ پڑے ہوئے پایا۔ اس کی اپنی تیز رفتاری کی وجہ سے جب اس کا نیزہ سے ٹکراؤ ہوا تو نیزہ اس کے پیچھے ٹوٹ گیا۔

یہ ایک بے مثل واقعہ تھا کہ میں نے گھوڑے کو اپنی جگہ سے ایک قدم بھی بڑھانے بغیر سوار کو اس طرح نیزہ مارا کہ وہ فوراً ہی مر گیا۔ اس ہی قسم کا دوسرا واقعہ کول سر میں ہوا تھا۔ لیکن وہاں میں پیادہ ہی تھا یہ واقعہ یوں تھا کہ ایک بوڑھے سوار کو پہاڑی سے لگا لٹنے کے لئے پا کا دیا گیا۔ امید تو یہ تھی کہ وہ ہمارے سامنے سے گزروے گا لیکن سوار اٹھنے کے بعد پا کا دینے والوں میں سے ایک شخص پر ٹوٹ پڑا۔ وہ شخص ذرا دیر تھا۔ اپنے ہاتھ میں نیزہ بھی لئے تھا۔ اس نے اپنا نیزہ غصہ ناک سوار کی طرف کر دیا۔ سوار پہاڑوں سے نیچے اتنی تیز رفتار سے اتر رہا تھا کہ جونہی وہ نیزہ سے ٹکرایا پورا نیزہ اس کے جسم کے اندر چلا گیا۔ پا کا دینے والے کے ہاتھ سے نیزہ ایک جھٹکے کے ساتھ جھٹک گیا۔ لیکن سوار قلاباں کھانا ہوا مر گیا۔ پا کا دینے والا بیچارہ اپنی جگہ سے ایک انچ نہیں ہلا۔

یہ ایک ٹھنڈی اور ابر آلود صبح تھی۔ اور میں نے جدوجہد کے بغیر دو سوار مار لئے تھے۔ اس لئے میں کسی اور جگہ جا کر ہاتھ پاؤں کھولنا چاہتا تھا۔ کچھ دیہاتیوں نے خبر دی کہ مشرق کی جانب آدھے میل کے فاصلے پر دو باغ ہیں۔ وہاں سوار ہمیشہ مل جاتے ہیں۔ اور فصلوں کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے وہاں لے چلیں۔ وہاں پہنچ کر میں نے ایک باغ دیکھا۔ دوسرا باغ تقریباً تین سو گز دور جنوب میں تھا۔ مجھے پتہ تھا کہ جب سواروں کو ایک باغ سے پا کا دیا جائے گا تو وہ کھلے میدان میں ہوتے ہوئے دوسرے باغ کا رخ کریں گے۔ اس میں مجھے کافی دلچسپی نظر

آتی۔ اس لئے میں نے فوراً پا کا دینے کا حکم دے دیا۔

پا کا دینے کے کچھ دیر بعد سواروں کا ایک غول باہر آیا جس میں ایک بڑا نر بھی تھا۔ میں اس کے تعاقب میں سرپٹ دوڑا اور فوراً ہی اس کو جالیا میں نے کچھ دور اس کے ساتھ ساتھ دوڑ کر اس کو حملہ کرنے کی دعوت دی پہلے تو اس نے بس طرف تو جہ نہیں دی۔ مگر جب میں نے دوڑتے ہوئے اس کو چھیڑا تو وہ حملہ کرنے کو مڑا۔ وہ جھپٹ کر مجھ پر آیا اور میں نے اس کے کندھے کی جانب سے اس کو نیزے پر جھیلایا۔ زخمی ہو کر پہلے تو وہ کچھ بھاگا مگر پھر واپس مڑ کر مقابلہ کرنے پر تیار ہو گیا۔ میں اس کے قریب گیا اور ایک نیزہ ذرا نتیجہ وہ ڈنگا کر مر گیا۔

اس غول میں جو کہ پہلے باغ سے نکلا تھا۔ ایک اور نر بھی تھا جسے میں نے دوسرے باغ میں جاتے دیکھ لیا تھا۔ میں نے دان سنگھ سے کہا کہ پا کا دینے والوں کو دوبارہ جمع کرے اور دوسرے باغ میں پا کا دلواسے۔ جونہی پا کا شروع ہوا، چند سوار باہر آئے۔ ان میں ایک نر بھی تھا جو ایک تیرہ نظر کر غائب ہو گیا۔ اچانک دان سنگھ نے میری توجہ ایک بڑے بھاری سوار کی طرف دلائی۔ جو چھپتا چھپتا پہلے باغ کی جانب جا رہا تھا۔ میں نے ایک لمحہ صانع کے بغیر اپنا گھوڑا اس کی جانب سرپٹ دوڑایا اور پناہ گاہ میں گھسنے سے پہلے ہی اس کو جالیا۔ وہ کم عمر مگر بڑا چالاک سوار تھا۔ جونہی میں اس کے قریب ہوتا وہ ایک طرف مڑنے کو جھکتا لیکن میرے مڑتے ہی وہ بالکل دوسری سمت دوڑ جاتا۔ ہر مرتبہ وہ بچ نکلتا اور میں اس سے کافی پیچھے رہ جاتا۔ ایک مرتبہ وہ ایک طرف مڑا، لیکن پھر جگہ کر مجھ پر ہی بڑی تیزی سے حملہ آور ہوا۔ اس مرتبہ مجھے اچھا موقع مل گیا۔ اور میں نے اپنا نیزہ سیدھا اس کے پیچھے ٹوٹنے کے پار کر دیا۔ نیزہ مار کر پہلے تو میں آگے بڑھ گیا لیکن پھر واپس آیا تاکہ اس دیر سوار کو کھیت ہوتا دیکھ سکوں۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے منہ سے خون اگلتا ادھر ادھر دوڑا اور پھر مر گیا۔

اب میں نے کچھ دیر کے لئے پا کا بند کر دیا تاکہ میرا گھوڑا کچھ آرام کر لے۔ اس اتنا۔ میں، میں نے بھی کچھ بسکٹ کھائے۔

اس صبح یہ پہلا موقع تھا کہ مجھے سوار مارنے میں کچھ جدوجہد کرنی پڑی۔

اور ابھی صرف دس ہی بجے تھے، اس لئے میں لینے کے لئے واپس ہونے سے پہلے ایک اور دوڑ لگانا چاہتا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ واپسی پر راستہ میں ایک میدان ہے جہاں لمبی لمبی گھاس ہے اور وہاں سور کا بل جانا یقینی ہے۔ یہاں سے میں نے ہکا دینے والوں کو رخصت کر دیا۔ اور اس نئی جگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب میرے ساتھ سو اتنے دان سنگھ کے ہکا دینے والا اور کوئی نہیں تھا۔ ہم جلد ہی اس جگہ پہنچ گئے۔ اور کچھ دیر بعد ایک جوان نر سور دیکھا۔ میں اب سر پٹ نہیں دوڑا بلکہ آہستہ آہستہ اس کے پیچھے چلا تاکہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے۔ میرا خیال تھا کہ اس طرح میں اس کو آرام سے کھلے میدان میں لے آؤں گا۔

مجھے حیرت تھی کہ سور خود کھلے میدان کی جانب رواں تھا۔ اس لئے میں اس کے پیچھے اس طرح چلتا رہا کہ اسے علم نہ ہو اور واپس گھاس کی جانب بھاگ نہ پڑے۔ یہ ایک کم عمر سور تھا اس لئے میں اسے کافی دُور تک لے گیا۔ تقریباً آدھا میل دوڑنے کے بعد اس نے اپنی ڈم لٹکا دی جو اس بات کا ثبوت تھا کہ اس کا جوکش ختم ہو گیا اور سانس بھر گیا ہے۔ میں نے اس کو کچھ اور ڈھیل دی تاکہ وہ سانس لے لے۔ اس لئے آرام سے اس کے پیچھے چلتا رہا۔ سور تقریباً ایک میل اور دوڑا اور اب ایک طرف اس کی اور دوسری طرف میرے گھوڑے کی قوت برداشت کا امتیاز تھا۔ میں تقریباً اس سے پچاس گز پیچھے تھا اور اپنی تمام تر کوشش کے باوجود اس کے قریب نہیں پہنچ سکا۔

یکش مکش تقریباً ایک میل جاری رہی اور پھر سامنے گتے کے کچھ کھیت آگئے۔ ایک کھیت میں سور داخل ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جگہ چھوڑنے پر سور نے اس جگہ پہنچنے کا ارادہ کر لیا تھا اور اب وہ یہاں پہنچنے کا میاب ہو گیا تھا۔

میرا گھوڑا اب بالکل تھک چکا تھا۔ اس لئے میں بادلِ خواستہ نگر اپنی ابتدائی کوششوں سے مہلتیں واپس قلعے لوٹ آیا۔ میں نے جب اپنی کارگزاری اپنے میزبان کو سنائی تو وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ کاش وہ بھی میرے ساتھ میدان میں ہوتا اور سور کے شکار سے لطف اندوز ہو سکتا۔

ایسا انسان کب ہوا پیدا
جس کے سینے میں دل ہو پتھر کا

یہ پیارا کپ چکر کھا تار یا اور آدھی رات تک خوب رنگ رلیاں منائی گئیں۔ اس وقت تمام شاہی مہانوں نے اصرار کیا کہ پہلے دن خنجر سے سور مارنے پر مہاراجہ مکش گڑھ مہاراجہ اور کا جام صحت تجویز کریں۔ مہاراجہ مکش گڑھ اپنے ہاتھ میں کپ لئے، کھڑے ہوئے اور ان اشتہار کے ساتھ مہاراجہ اور کا جام صحت تجویز کیا۔

لو سنو!

وہ کسی پہاڑ سے
آئی پھر آج شور کی آواز
لے لیا ہو سور کو گھر سے میں
ایک پہاڑی سے دوسری کی طرف
یہ صد آؤں کی بازگشت ہی ہے

یہ تعاقب بھی کس بلا کا تھا
خوب مارا ہے، واہ! واہ! کیا خوب
داد لی ہے اس شکاری نے
ایسے موذی سور کا کہ گے شکار

اپنے گھوڑے کی باگ کو کھینچو
پھر تقاب میں جاؤ موذی کے
جان لڑکھیلوں! آگے بڑھو! بے خطرہ آگے بڑھو!
گفتی گز کیف ہے،
یہ زندگی شکاری کی
خوب! شاباش! بڑھو! آگے بڑھو!

دیکھو کس شان سے جنگل کے کنارے آئے

اور وہ دیکھو کہ ایک بھورا ستور

پوری جرات سے، شجاعت سے بڑھا! اور پھر میرے قریب

خمد بھر لو گلیا — پھر گر گیا

خوب گرا! خوب گرا!

واہ! واہ! بھورے ستور

بھر دو اس جام کو

اعزاز میں اُن جوانوں کے

جو بہاؤی ستور کا شکار کریں

پھر تعاقب میں اس ستم گر کے

خاک چھائیں بیابان کی

اتنا بھورا ستور معاذ اللہ

کتنا پر کیفیت ہے شکار اس کا

ان خوش کن اور پُر لطف ملاقاتوں کی شہرت پورے ہندوستان میں
تھی اور ان کی وجہ سے ہندوستان کے شکار یوں میں بڑے قریبی روابط
قائم ہو گئے۔ اس زمانے میں آج کی نسبت زیادہ استوار تعلقات ہوا
کرتے تھے۔

ان واقعات کو گزروے تقریباً چالیس سال گزر چکے ہیں لیکن ایسے لمحے
آتے ہیں جب اُن یادگار دنوں کے یہ واقعات میرے سامنے بالکل تازہ
ہو جاتے ہیں۔ اور میں تصورات میں اپنے پرانے ساتھیوں کو میدان میں
صبر کر رہے دیکھتا ہوں۔ ان کی پُرمست آوازیں میرے کانوں میں گونجنی لگتی
ہیں۔ وہ بڑی نشاٹانگ ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں۔ جن سے مجھے لطف اندوز
ہونے کا موقع ملا۔ اور ان میں وہ لوگ شامل ہوا کرتے تھے جن سے بڑھ
کہ دیر گھر اسوار اور اچھے نشانہ باز ہندوستان نے شاید ہی پیدا کئے ہوں۔

سور، چیتا اور ریچھ کا شکار

میرے بڑے بھائی جنرل امر سنگھ چند بہتوں کی چھٹی آتے ہوتے تھے
انہوں نے شکار کا ایک بڑا ہی دلچسپ پروگرام بنایا۔ عام طور سے وہ بڑے
جانور مثلاً شیر، چیتا وغیرہ کے ساتھ شکار میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ لیکن
گھوڑے پر سوار ہو کر نیزے سے سور کشی کرنے اور پرندوں کو نشانہ بنانے
کے بہت شوقین تھے۔ دانتلی ان کی پسندیدہ جگہ تھی، جہاں وہ جب بھی
موقع ملا، سور کشی کے لئے جایا کرتے تھے۔ ان ہی دنوں میں ہمیں اطلاع
ملی تھی کہ اس علاقے میں ایک بڑا ستور اور ایک چیتا موجود تھے۔ اس لئے
ہم نے دسہرے کے تہوار کے بعد وہاں جانے کا دو دن کا پروگرام بنالیا۔
ہم نے وہاں ایک کیمپ لگا دیا۔ جس دن ہم کیمپ پہنچے تو ہمارے شکار یوں
نے اطلاع دی کہ ایک بہاؤی میں چیتا اور دوسری میں ستور موجود ہیں۔ ان
دونوں بہاؤیوں میں تقریباً ایک میل کا فاصلہ تھا اور درمیان میں کھنڈ سوار
کے لئے موزوں میدان تھا۔ امید یہ تھی کہ ایک جانور کو اگر بہاؤی سے باہر
یا کا جائے تو وہ یقیناً دوسری بہاؤی کی جانب پناہ کی تلاش میں دوڑ نکلتے
گا۔ اور اس طرح ہمیں اس کے تعاقب کا اچھا موقع مل جائے گا۔

ہم دونوں نے یہ طے کیا کہ پہلے چیتے سے دو دو گتے کرتے جائیں۔ اس
لئے وہاں پہنچنے پر ہم نے چند یا کا دینے والے جمع کئے۔ اور اپنے باگھی اور
چار اونٹوں کو بھی یا کا دینے والوں میں شامل کر دیا۔ ہماری پارٹی میں کل چار
ادھی تھے۔ میں خود جنرل امر سنگھ، سردار سنگھ اور بدھ سنگھ۔ ہم نے یا کا
لٹکانے کا حکم دیا اور خود بہاؤی کے دامن میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ یہاں سے
کھلا میدان پورے طور سے نظر آتا تھا۔ خیال تھا کہ اگر چار شکار دوسری
بہاؤی کی جانب جانے کی کوشش کرے تو ہم دیکھ لیں گے۔

یا کا جلد ہی شروع ہو گیا اور ہم سب بھی مستعد ہو گئے۔ بہاؤی چھوٹی
ہی تھی پھر بھی یا کا دینے والے ہمیں چیتے کی حرکات کا کوئی اشارہ نہ دے

سکے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ میں ایک کروڑوں کی جھاڑی کی طرف۔ یہ رہا
تھا اور وہاں ہی مجھے ایک متحرک سایہ نظر آیا اور پھر وہ دکھ گیا۔ بغور
دیکھنے پر چیتا جھاڑی کے پیچھے سے پاؤں کھسکتا ہوا نظر آیا۔ اس وقت
دوسرے لوگوں کو متوجہ کرنا موقع و محل کے خلاف تھا۔ کیونکہ ذرا سی آہٹ
سے چیتا باخبر ہو جاتا اور واپس لے کا دینے والوں کی لائن توڑتا ہوا پہاڑی
میں غائب ہو جاتا۔ اس لئے میں خاموش رہا۔ چیتا اب اس پہاڑی سے
نکل کر دوسری جھاڑی میں گھس گیا۔ وہ دراصل کھلا میدان پار کر کے
دوسری پہاڑی پر جانا چاہتا تھا۔ لیکن راستے میں موجود تمام جھاڑیوں
میں چھپتا چھپتا جا رہا تھا۔ اس کو اس وقت پورا یقین تھا کہ اس کی حرکات
کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ لیکن جونہی وہ دوسری جھاڑی کی طرف مڑا
نے جنرل کو اشارہ کیا کہ چیتا آگے بڑھ رہا ہے۔ وہ اس وقت دوسرے
دیکھ رہے تھے۔ ہم نے بہت آہستہ آہستہ اس کا پیچھا کرنا شروع کیا مگر
یہ تھا کہ کھلے میدان میں آئے تک اس کو بھاری موجودگی کا احساس نہ ہوا
ہم نے اس طرح تقریباً سو گز تک اس کا تعاقب کیا اور جب دیکھا
نزدیک ہی گھڑ سواروں کے لئے موزوں کھلا میدان ہے تو اس کے پیچھے سرسٹ
ووڑ پڑے۔ ہمارے اچانک نمودار ہونے پر چیتا بڑی الجھن میں پڑ گیا اور
اس نے بڑے بے ٹکے پن سے ایک جھاڑی سے دوسری جھاڑی کی جانب
ووڑنا شروع کر دیا۔ ہم بھی کچھ دیر تک اس کے پیچھے اس طرح ہلاکت
رہے لیکن اس تک نہ پہنچ سکے۔ ایک موقع پر چیتا کھلے میدان میں اگیا۔
اور دوسری جھاڑی تک پہنچنے میں اس کو تقریباً سو گز چلنا پڑتا تھا۔ جنرل
نے اس موقع پر ایک لمبی جست بھری اور قبل اس کے کہ چیتا دوسری جھاڑی
میں روپوش ہو، اس کے نیزہ مار دیا۔ میں جنرل کے قریب ہی تھا لیکن نیزہ
نہ مار سکا۔ کیونکہ ایک نیزہ کھاتے ہی چیتا قیزی سے ایک خاردار جھاڑی
میں گھس گیا۔

جنرل کو اس بات کا بہت افسوس ہوا کہ وہ چیتے کو اپنے ارادہ کے
مطابق پہلے وار میں ہی ختم نہ کر سکا۔ اب اس کے قریب جانا خطرے سے
خالی نہیں تھا۔ بڑی بہادری یہ ہی ہے کہ انسان اپنی جان بچائے کے مصداق

عمل کرتے ہوئے ہم نے بدھ سنگھ کو اپنا ہاتھ لینے بھیجا۔ جب ہاتھ اگیا تو
مبارکت کو حکم دیا گیا کہ وہ اسے ان جھاڑیوں کی جانب لے جائے جہاں چیتا
چھپا تھا۔ جونہی ہاتھ جھاڑیوں کی جانب بڑھا اس نے جنگھاڑنا شروع کر دیا
جس کا مطلب تھا کہ ہمارا شکار وہاں موجود ہے اور جب ہاتھ زخمی چیتے
کے قریب پہنچا تو وہ ایک غراہٹ کے ساتھ اچھلا اور ہاتھ کی سونڈ جڑ
سے پکڑ لی۔ ہاتھ نے اس سے چھٹکا دیا پانے کے لئے اپنا سر نیچے کیا اور چیتے
کو زمین کے ساتھ بڑی سختی سے پکڑ کر چپکنے چور کر دیا۔ اپنے بچلے تجربے کی بنا
پر ہم اس چیتے کے قریب نہیں گئے، ورنہ ہمارا بھی وہ ہی حال ہوتا جو ہاتھ
کا ہوا اور ہم میں سے کوئی نہ کوئی ضرور بڑی طرح زخمی ہو جاتا۔

چیتے کے لئے انگریزی زبان میں دو لفظ ہیں۔ ایک (LEOPARD) اور دوسرا (PAUTHER) بعض لوگ (LEOPARD) اور (PAUTHER) کو مختلف جانور سمجھتے ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے۔ فرق اگر ہے تو صرف اتنا
ہے کہ یہ جانور جب زیادہ بڑا ہو جاتا ہے کہ اس کو (PAUTHER) کہا
جاتا ہے ورنہ عام طور سے یہ (LEOPARD) کہلاتا ہے۔ چیتا بہت
جرات مند لیکن محتاط ہوتا ہے۔ اور اس کی تلاش شیر سے زیادہ مشکل ہے
یہ بلی کی سی پھرتی سے ایک ہموار چھال دار درخت پر چڑھ سکتا ہے اور اگر
اس کا شکار درخت کے نیچے سے گزرے تو وہاں سے اس پر چھلانگ لگا
دیتا ہے۔ اگر اس کے پیچھے کتے لگا دیئے جائیں تب تو یقینی طور سے درخت
پر ہی پناہ لیتا ہے۔ دنیا میں شاید کوئی دوسری مخلوق اتنی زیادہ اقسام
میں پائی جاتی۔ ہندوستان میں ہی اس کی تین قسمیں موجود ہیں۔ ایک
تورن کی مانند سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ دوسرا اٹلیا رنگ کا اور تیسرا
عام دھبے دار چیتا۔ یہ بہت چالاک انہوں خوار اور تباہ کن ہوتا ہے اور
شیر سے زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ان کا سائز مختلف ہوتا ہے اور آٹھ
فٹ تو کوئی سبھی ہوتا ہے۔ ایک نر اور تندرست چیتے کا وزن دو
سو پونڈ تک ہوتا ہے۔ چیتا عام طور سے اپنے شکار کو گلے سے پکڑتا
ہے۔ اور اپنے بچے گلے میں اس وقت تک پیوست کرتے رہتا ہے جب تک
کہ تو نر نراند ٹوٹ جائے یا اس کے شکار کا کھوکھٹا کر نہ مر جائے۔ بہت

سے ایسے موقعوں پر جب کہ شیر بچ کر نکل جاتا پسند کرتا ہے، یہ جگہ کر دینا ہے۔ اس کے بچوں کے زخم بہت مہلک ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ کھاتے وقت یہ گوشت اپنے بچوں میں بکڑ لیتا ہے، پھر ان پر لگا ہوا گوشت سسٹر کر ڈھیر ملا ہو جاتا ہے۔ اور فساد بیج ہو جاتا ہے۔ جیتا اکثر انسانی آبادی پر بھی حملہ کر دیتا ہے۔ اور ایسے موقعوں پر یہ بہت خطرناک ثابت ہوتا ہے وہ نہ چھوٹی چیزوں کی پرواہ کرتا ہے اور نہ ہی بڑی کی۔ یہ بدطینت درندہ ایک مرغ سے لے کر گائے، بھینس تک شکار کر لیتا ہے۔ کتے کا گوشت تو اس کا من پسند کھانا ہے۔ یہ ناقابل یقین حد تک دلیہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کی کوٹھی کے برآمدے سے یا دن ڈھارے سر کر پر سے کتے کو اس کے مالک کے سامنے سے اٹھالے جائے گا۔ جب ایک جیتے کو انسان گوشت کا مزہ پڑ جائے تو وہ شیر سے زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ شیر سے زیادہ چھوٹا اور زیادہ چالاک ہوتا ہے۔ وہ اپنا شکار گھسیٹ کر درخت پر لے جاتا ہے تاکہ تمام نظروں سے محفوظ رکھ سکے۔

جیتے بعض اوقات غول بنا کر شکار کو نکلتے ہیں۔ ایک مرتبہ مجھے ان کا اتحاد عمل دیکھنے کا بڑا دلچسپ اتفاق ہوا۔ انہوں نے ایک درخت پر بندر دیکھے۔ تو ان میں سے ایک تو زمین پر ایک طرف چھپ گیا۔ دوسرا درخت پر چڑھا تاکہ بندروں کو نیچے بھگا دے۔ جو نہی بندر ایک درخت سے دوسرے درخت پر جانے کے لئے اترے۔ نیچے چھپے ہوئے جیتے نے ان میں سے ایک کو پکڑ لیا۔

شیر اور جیتے کے عادت و اطوار کے سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اول الذکر تو بہت نیک طینت ہوتا ہے لیکن دوسرا بالکل شہداء ہوتا ہے جہاں شیر رہتے ہوں، جیتے نہیں ٹھہرتے کیونکہ دونوں کی خوراک ایک جیسی ہوتی ہے۔ اس لئے شیر یا تو ان کو مار بھگاتے ہیں یا بالکل ہی مار ڈالتے ہیں۔

قصہ کوڑا جیتے کو مار کر ہم سب کی طرف متوجہ ہوئے۔ خبر یہ تھی کہ وہ دوسری ساڑھی میں موجود ہے۔ ہم نے ابھی تک اس کو بالکل نہیں چھیڑا

تھا۔ لیکن اس جیتے پر ہی الکف کرتے ہوئے ہم نے مزید پروگرام ملتوی کر دیا۔

جب ہم واپس کیپ آئے تو بہت جیس تھا۔ اس شام جب میں نے باڑ پیا دیکھا تو اس میں بارہ بہت سنگڑ لگی تھیں۔ جو ایک طوفان کی نشاندہی کرتی تھیں۔ اس لئے رات کو جب بادلوں نے آسمان کو ڈھانپ لیا۔ اور بجلی کی کڑک و چمک سنا کر دی تو مجھے تعجب نہیں ہوا۔ پھر صورتی دیر بعد زوردار بارش شروع ہو گئی۔

ابھی طوفان ختم نہیں ہوا تھا کہ ہمارے کیپ کے بہشتی نے چیخ پیچ کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے پتہ چلا کہ اسے کالے سانپ نے ڈس لیا تھا۔ میں فوراً ہی موقع پر پہنچا، اور پورے واقعات سننے کے بعد میں نے بہشتی کی قبض سے پکڑنے کی ایک لیر پھٹائی۔ اور اس پر میں سات گانٹھیں دیں۔ مگر گانٹھ دینے کے ساتھ میں یہ بھی بتا دیا کہ "راجہ دیہات کی آن"۔ اس کے بعد میں نے گانٹھ شدہ لیر بہشتی کی گردن پر باندھ دی۔ اور اس سے کہا کہ اگر وہ تین تین ماہ کے اندر زندہ غار کے راجہ کے پاس چلا گیا تو وہ زندہ بچ رہے گا۔

تین ماہ تک اس کو کچھ نہیں ہوگا۔ غار اندھیا پرورش میں گونا گے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ روایت ہے کہ وہاں کے موجودہ راجہ کے دادا سے ایک کالا سانپ خوش ہو گیا تھا اور اس طرح اگر کوئی کالے سانپ سے ڈسا ہوا شخص تین ماہ کے اندر راجہ کے پاس چلا جائے تو اس پر نہ ہر اثر نہیں کرتا۔ راجہ سے سانپ کے خوش ہونے کا قصہ

ہم نے کئی آدمیوں کے علاوہ راجہ کے پوتے سے بھی سنا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ راجہ دیہات سنگڑ بڑا اعلیٰ قسم کا آدمی تھا۔ ایک مرتبہ وہ شام کو سیر کرنے جا رہا تھا کہ اس نے کالے ناگ کی مادہ کو ایک دوسری قسم کے سانپ سے محبت جتاتے دیکھا۔ راجہ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ اس لئے اس نے اپنے ساتیوں جو پیچھے ہی آ رہا تھا اور جس کے کندھے پر ایک تولیہ پڑا ہوا تھا، سے کہا کہ ان سانپوں پر یہ تولیہ ڈال دے۔ اس کے بعد یہ دلوں سے چلا لیا۔ واپسی پر جب وہ جگہ آئی تو

راجہ نے ساتیں سے کہا کہ تولیہ اٹھائے کیونکہ سانپ جا چکے تھے۔
 راجہ ذرا دیر ہی آدمی تھا۔ اس رات کچھ اور بدشعور گنیاں ہوتیں تو
 وہ بہت بے چین ہوا۔ جب وہ سوئے کے لئے اپنی بیوی کے کمرے میں
 جا رہا تھا تو کسی نے چھینک دیا۔ راجہ نے اس کو بھی بڑا شکون خیال کیا
 وہ بڑا آدمی اور بے جس لیٹا ہوا تھا۔ اس کی بیوی نے اس کی وجہ دریافت
 کی تو اس نے بتایا کہ جب سے وہ سیر کر کے واپس آیا ہے، ایک کے بعد دوسرے
 براش گون ہورہا ہے۔ اس کی بیوی نے پوچھا کہ سیر کے دوران کوئی ناخوش
 واقعہ تو نہیں ہوا تھا۔ راجہ نے کہا کہ اس نے صرف اتنا کیا تھا کہ راستہ
 میں ایک کالے ناگ کی مادہ ایک کوڑیلے سانپ سے محبت جتا رہی تھی جس
 کو میں نے پسند نہیں کیا اور ساتیں سے کہا کہ ان کو تولیہ سے ڈھک دے
 تاکہ اور کوئی نہ دیکھ سکے۔ راجہ ابھی یہ کہہ رہا تھا کہ ساتھ والے کمرے
 سے اس کی ایک نوکرانی کے چہینے کی آواز آئی۔ پتہ چلا کہ اس کے سانپ نے
 ڈسن لیا ہے۔

یہ سن کر راجہ کو کوئی تعجب نہیں ہوا کیونکہ وہ سوچ رہا تھا کہ کوئی
 نوکرانی آفت ضرور آئے گی اور اب یہ آگئی تھی۔ راجہ اور رانی نوکرانی کو
 قتل دینے لگے۔ ان کے پیچھے ہی سانپ نے جس نوکرانی کو ڈسا تھا، اس کے
 ذریعہ بولنا شروع کیا۔ اس نے کہا کہ اس نے نوکرانی کے راجہ سے بات
 کرنے کے لئے ڈسا ہے اور نوکرانی اس کے جانے کے بعد ٹھیک ہو جانے کی
 سانپ نے کہا کہ دراصل وہ راجہ کو ڈسنے آیا تھا لیکن جب اس نے راجہ
 رانی کی گفتگو سنی تو اسے پتہ چلا کہ راجہ کا ارادہ اس ناگ کو مارنے کا
 نہیں تھا، جو اسے راستہ میں ملا بلکہ راجہ نے تو اس پر احسان کیا۔ اگر اس نے
 اپنی مادہ کی غلط اطلاع پر راجہ کو کاٹ لیا ہوتا تو خدا کے حضور میں بڑا
 گناہ گار ہوتا۔ اب جب اس کو حقائق کا پتہ چلا تو اس نے راجہ سے درخواست
 کی کہ اسے خدمت کا موقع دے۔ راجہ نے صرف یہ کہا کہ وہ چاہتا ہے کہ
 اگر کوئی سانپ کا کاٹا اس کے پاس مدد کے لئے آئے تو اس کو آرام دیا جائے
 چاہئے۔ ناگ نے راجہ کو یہ تاثر عطا کر دیا اور چلا گیا۔ اس کے جانے
 ہی نوکرانی جس کو ناگ نے ڈسا تھا بالکل اچھی ہو گئی۔ اور اس نے اپنا

چہرہ چھپا لیا۔

نور راجہ دیر بہت سسگھ کو گزرے ہوئے بڑا عرصہ ہو گیا لیکن اس کو
 ناگ نے جو اثر عطا کیا تھا وہ اس کی اولاد کے توسط سے اب بھی مؤثر
 ہے۔ جب بھی کوئی کالے ناگ کا ڈسا ہوا غار جاتا ہے تو اس کو مہر و موم
 راجہ کی سماوی پر لے جایا جاتا ہے۔ جہاں اس کا وارث راجہ کی گدھی پر
 بیٹھ کر اس سے کچھ سوالات کرتا ہے۔ ناگ اس شخص کے ذریعہ کالے کا
 سبب بتاتا ہے۔ سبب چاہے کتنا ہی معقول ہو، ناگ کو راجہ کے عطیہ کے
 مطابق اس شخص کی زندگی بخشی پڑتی ہے۔ بعض اوقات ناگ ایسا کرنے
 سے انکار کر دیتا ہے لیکن جب راجہ دیر کا وارث راجہ کے تولیہ کو پکڑ کر
 مروڑتا ہے تو سانپ کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ جب یہ تکلیف ناقابل
 برداشت ہو جاتی ہے تو سانپ واپس جانے پر رضامند ہو جاتا ہے اور
 اس طرح اس کے ڈسنے ہوئے شخص کی زندگی بچ جاتی ہے۔

اس بہشتی کو ہم نے اپنے کیمپ میں عارضی طور پر ملازم رکھا تھا۔ وہ
 آئندہ چار دن تک بہت اچھی طرح ہمارے پاس رہا۔ میں یہ یقین سے نہیں
 کہہ سکتا کہ اس کو کالے ناگ نے ڈسا تھا یا کسی اور سانپ نے، اور مجھے یہ بھی
 معلوم نہیں کہ اس کے بعد وہ غار گیا یا نہیں۔

دوسری صبح ہمارے کھوجی یہ اطلاع لاتے کہ ایک سؤر پہاڑی کے
 آدھے چڑھاؤ پر ناگ پھنی کی جھاڑیوں میں چھپا پڑا ہے۔ ہم نے فوراً ہی
 باک دینے والوں کو جمع کیا اور ان کو اس طرح باک دینے کو کہا کہ سؤر جب
 دیان سے بھاگے تو اوپر کسی طرف جانے کے بجائے ٹھکے میدان میں ہوتا ہوا
 دوسری پہاڑی کی جانب پناہ لینے کے لئے دوڑے۔

کچھ اونچی جھاڑیوں کے پیچھے گھات میں کھڑے ہو گئے اور باک دینے کا
 اشارہ کر دیا۔ بڑی دیر تک سؤر پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ
 باک دینے والوں نے ناگ پھنی کی ان جھاڑیوں پر جہاں سؤر لیٹا ہوا تھا،
 ایک پتھر پھینکا۔ وہ ایک عزاہٹ کے ساتھ اٹھا اور دوسری پہاڑی کی
 جانب چلتا شروع کیا۔ ہم اس کے تقریباً سو گز جانے تک خاموش
 کھڑے رہے، اور پھر سرپٹ دوڑ پڑے۔ وہ ایک بوڑھا خارشٹی اور موٹا

سور تھا۔ جب اس نے ہمیں اپنے پیچھے سر بیٹ دوڑتے دیکھا تو اپنی رفتار تیز کر دی لیکن یہ محسوس کر کے کہ ہم فوراً ہی اس کو پکڑ لیں گے۔ وہ اپنے طرف مڑا اور ایک کھیت میں گھس گیا جہاں فصل کھڑی تھی۔ اس موقع پر جزل اس کے قریب ہی تھا، اس نے سور کو مڑتے ہی نیزہ مارا جو اس کو بشکل لگا اور وہ کھیت میں گھس گیا۔ یہاں ہر کا کھیت تھا اور اتنا گھٹا اور اونچا تھا کہ سور اور نہ ہی گھوڑے تیز دوڑ سکتے تھے یہیں پہا اپنا شکار نظر نہیں آتا تھا لیکن اس کی سمت کا اندازہ ہم اہر کے پودوں کے پنے کی وجہ سے لگا سکتے تھے۔ کھلے میدان میں سور کے چلنے کا مقابلہ کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ لیکن جب ایک زخمی سور کھیت میں گھس کر لڑنا شروع کر دے تو تمام تر سہولتیں اسی کو میسر ہوتی ہیں اور ایسے ہی موقع پر زیادہ تر حادثات ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ تو ایسے موقع پر آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور آپ کا چھپا دشمن آپ کی حرکات کو بغور دیکھتا رہتا ہے۔ اس کو گھوڑے کی ٹانگیں پودوں کے پتے تنوں میں سے نظر آ جاتی ہیں لیکن وہ تنے کے سرے پر گھٹن پٹیاں ہونے کی وجہ سے شکاری کی نگاہ سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ سور کھیت میں داخل ہو کر گھوڑی دور دوڑا، پھر رک گیا۔ پھر ہم اس کو نہیں دیکھ سکے۔ اندازے سے ہمیں اس جگہ کا تو علم تھا، جہاں سور رکھا تھا۔ لیکن ہم اس کو نہیں دیکھ سکے۔ جزل ہمارے پارٹی کا لیڈر تھا۔ اس نے ہمیں خاص ہدایت دے دی تھی کہ سور کے قریب نہ جاتیں۔ کیونکہ اس طرح گھوڑوں کو سخت خطرہ تھا۔ ہمارا ہاتھی زیادہ دور نہیں تھا اس لئے ہم نے بدھ سنگھ کو اسے لانے کے لئے بھیجا۔ اس کے آگے پر ہم نے مہاوت سے کہا کہ اسے اس جگہ جاتے جہاں سور چھپا ہوا تھا۔ پچھلے دن چیتے کا واقعہ ہاتھی کے دانا تازہ تھا۔ اس لئے اس نے ایک قدم بھی آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ اگلے چھوٹے پر وہ قحور آگے بڑھا لیکن فوراً ہی غصناک سور بڑی تندی و تیزی سے اس پر کھیت کے باہر ہی حملہ آور ہوا۔ ہاتھی کے پیچھے پاؤں پر لگے بڑا زخم ڈال کر ایک دوسرے کھیت کی سمت دوڑا جو تقریباً سو گریز فاصلے پر تھا۔ ہم بھی اس کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ جزل کے نیزے

سے سور کا پیچھا پاؤں سخت زخمی ہو گیا تھا۔ اس لئے کھیت میں داخل ہونے سے پہلے وہ ہماری طرف مڑا تا کہ ہمیں اس کو زخمی کرنے کی سزا دے سکے۔ اور میرا بھائی اس کا تعاقب کر رہے تھے اس لئے وہ ہم پر پوری طاقت سے حملہ آور ہوا۔ خوش قسمتی سے میرا نیزہ جو سپیدھا اس کی جانب تھا۔ اس کی گردن میں گھس گیا اور وہ قلابازیاں کھاتا ہوا مٹی میں تر پینے لگا۔ سردار سنگھ نے بھی مڑ کر ایک نیزہ مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

جب اس سور کو اونٹ کی پشت پر لاداجا رہا تھا تو ہم نے اپنے شکاریوں سے پوچھا کہ نزدیک ہی کوئی اور سور موجود ہو تو بتا دیں۔ انھوں نے نفی میں جواب دیا۔ دو دن تک ایک چیتے اور ایک سور کا بڑا پڑ لطف شکار کرنے کے بعد ہم خوشی خوشی واپس کا لوٹا آگئے۔ جزل کی ابھی چند ہفتوں کی مزید چھٹیاں باقی تھیں۔ انھوں نے مجھ سے شکار کا ایک اور پروگرام بنانے کو کہا۔ میرے سامنے کھنڈار کا علاقہ تھا۔ جہاں دیکھ کے شکار کا امکان تھا۔ جب میں نے جزل سے اس کا ذکر کیا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ اس کو دیکھ شکار کے بڑے اصرار گزارا تھا۔ اس لئے اس نے فوراً مجھے انتظامات کرنے کو کہا۔

میں نے شکار کے سبب ہی لوازم کھنڈار بھیج دیے اور پھر ایک ہفتے بعد ہم بھی روانہ ہو گئے۔ ہمارے پارٹی میں تین افراد ہیں، خود، جزل اور بدھ سنگھ تھے۔ اس کے علاوہ چند ملازم شکاری بھی تھے۔ ہمارے پیچھے پر شکاریوں نے ہمیں یہ خوش خبری سنائی کہ ایلور کے علاقے میں کئی دیکھ موجود ہیں۔

ہمیں یہ بھی اطلاع ملی تھی کہ قریب ہی کھجور کے درخت تھے جہاں دیکھ کھجوروں کا خمیر شدہ رس پینے بلاناغہ آیا کرتے تھے۔ تاڑی بنانے والوں نے کھجور کے درخت کے تنوں سے چھوٹے مٹی کے برتن باندھ رکھے تھے، جن میں یہ رس جمع ہو جایا کرتا تھا۔ یہ رس پی کر دیکھ بدست ہو جایا کرتے تھے اور قریب ہی جنگل میں کئی مرتبہ ان کو لاکھڑا کر چیتے ہونے دیکھا گیا تھا۔ یہ خبر کو زیادہ پر امید نہیں تھی لیکن یقیناً بڑی دیکھ پ تھی۔ اس لئے ہم نے دوسرے دن صبح سویرے ہی جانے کا پروگرام بنالیا۔

ہم بہت صبح بہت جلد ہی روانہ ہو گئے تھے۔ اس لئے سورج لکھنے سے پہلے لاہور گھاؤں چاہیے۔ ہمارا شکاری گنگا رام ہمیں گھاؤں کے کنوئیں کے قریب ہمارا منتظر ملا۔ ہم نے خاموشی سے کچھ ناری بنانے والوں کو جمع کیا۔ کچھ صلاح و مشورہ کے بعد وہ ہمیں گھوڑوں کے جھنڈ کی جانب لے گئے۔ یہاں پہنچ کر انھوں نے کچھ تاڑی کے ان گھوڑوں کا معائنہ کیا جو وہ یہاں باندھ گئے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ دو تو بالکل ٹوٹ گئے تھے اور تین خالی پڑے تھے۔ اس لئے ہم اس راستہ پر چل پڑے۔ جو لاہور گھاؤں کی مناسبت پہاڑی کی طرف جاتا تھا۔ ابھی ہم زیادہ دور نہیں گئے تھے۔ اشکاری ایک دم رک گیا اور اپنی انگلی سے ایک کالی چیز کی جانب اشارہ کیا۔ بغور دیکھنے پر پتہ چلا کہ یہ واقعی ایک ریچھ تھا جو کہ ایک شے کے دامن میں مٹی کھود رہا تھا۔ میں نے ادھر ادھر کے علاقہ کا معائنہ کیا۔ خوش قسمتی سے یہ زیادہ گھٹا جنگل نہیں تھا۔ تھوڑے فاصلے پر گھوڑے کے درختوں کے جھنڈ تھے۔ لیکن جھڑیوں پر ہوسو پھیلی ہوئیں تھیں۔ پھر سرپٹ دوڑنے کے مواقع بھی میسر تھے۔

ریچھ ابھی مٹی کھودنے اور وہاں سے دیک نکال کر کھانے میں مصروف تھا کہ ہم نے وہاں مجلس جنگ منعقد کی کہ کس طرح آگے بڑھا جاتے ہیں۔ نے جزل کو خبردار کر دیا کہ ریچھ کی سونگھنے کی قوت بہت تیز ہوتی ہے۔ اگر اس تک ہماری بو پہنچ گئی تو وہ فوراً جنگل میں غائب ہو جائے گا۔ اس لئے میں نے یہ رائے دی کہ ہمیں فوراً حملہ کر کے اس کو اچھینے میں ڈال دینا چاہیے۔

جزل نے میری رائے سے اتفاق کیا اور ہم سیدھے اس کی جانب روانہ ہو گئے۔ ہمیں دیکھ کر ریچھ بھاگنے کے بجائے اپنے پچھلے پاؤں پر لڑنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جونہی ہم نزدیک بڑھے، وہ غرایا ماینا سرا اور بازو جھٹکائے اور پچھلے پاؤں پر ہی ناچنا شروع کر دیا۔ اتفاق سے آج جزل اور میں دونوں ہی اپنے تربیت یافتہ گھوڑوں پر سوار نہیں بلکہ نا تجرب کار گھوڑوں پر سوار تھے۔ اس لئے رک گئے۔ اور اس چیخ و پکار اور ناچ کرتی ہوتی مخلوق کے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ اب

ہمارے سامنے ایک ہی راستہ تھا۔ وہ یہ کہ پہلے گھوڑوں کو سیدھا دوڑایا جائے اور پھر ریچھ پر پیچھے سے حملہ کیا جائے۔ لیکن اس اشارے میں یہ دزدہ پھر چاروں پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور پہاڑی کی جانب بھاگنا شروع کر دیا۔ اس کے دوڑنے کا ڈھنگ بڑا عجیب تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک شرابی آدمی لڑکھڑاتا ہوا جا رہا ہے۔ اس کا ہر قدم بتا رہا تھا کہ اس نے خیر شدہ کس زیادہ مقدار میں پی لیا ہے اور اب آدھا مدہوش تھا۔ جب اس نے بھاگنا شروع کیا تو ہم بھی اس کے تعاقب میں دوڑے۔ اب ہمارے گھوڑوں کے دل سے بھی خوف ڈور ہو گیا تھا۔ جونہی جزل اس کے قریب پہنچا، ریچھ سیدھا کھڑا ہونے کے لئے مڑا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ کھڑا ہو جزل نے یہ نہ اس کی گردن میں گھونپ دیا۔ ریچھ بڑے زور سے غرایا اور گھوڑا ابھی جگہ رک گیا اور نیزہ ایک جھٹکے کے ساتھ جزل کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ریچھ نے فوراً ہی اپنے پنجے اور منہ کی مدد سے نیزہ باہر نکال لیا۔ لیکن جب وہ یہ کام کر رہا تھا تو میں نے نیزہ اس کی گردن میں مارا اور ایک دم سے دور فاصلے پر چلا گیا کیونکہ میرا گھوڑا اس دزدے سے بہت خوفزدہ تھا۔ ریچھ تھوڑی دُور تک دوڑا، پھر رُکا اور ہماری طرف منہ کر کے بڑے زور و شور سے آہ و بکا کرنے لگا۔ جزل نے بھی اس اشارے میں اپنا نیزہ اٹھالیا تھا۔ اس لئے وہ بھی میرے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ ریچھ اب ہماری طرف منہ کر کے اپنے پچھلے پاؤں پر بیٹھ گیا۔ لیکن گھوڑوں نے پھر اس کی طرف بڑھنے سے انکار کر دیا۔ ہم عجیب کشمکش میں مبتلا تھے۔ ریچھ کے دونوں زخموں سے خون بڑی مقدار میں خارج ہو رہا تھا۔ وہ کبھی اپنی پیٹھ کے بل ٹوٹا تھا۔ کبھی بڑی غمناک آوازیں نکالتا تھا اور اپنے چاروں طرف بڑی حسرت زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ خون تیزی سے نکل رہا تھا اور وہ تقریباً بیہوش ہو گیا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے گرا پٹنے کی آواز نکالتا لیکن تھوڑی دیر بعد بالکل مردہ ہو گیا۔ یہ ساڑھے چار فٹ لمبا اور کفدھے تک تین فٹ اونچا تھا۔

ان ریچھوں کو سست رفتار ریچھ کہا جاتا ہے۔ اور یہ ان کا لے ریچھوں سے مختلف ہوتے ہیں جو ہمالیہ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ ہمالیہ کے علاوہ ملک کے ہر حصے میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لمبے اور نیچے ہوتے ہیں اور کچھ چھوٹے مگر اونچے ہوتے ہیں۔ لیکن ایک چیز مشترک ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ سب کے تقریباً تین انچ لمبے بڑے خونناک ناخن ہوتے ہیں۔ اور انسان کی انگلیوں کی طرح ہر ناخن کو آزادانہ طور استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ان کے جسم لمبے، کانے بالوں سے ڈھکے ہوتے ہیں۔ دونوں جنسوں کے سینے پر ایک بڑا ساقوس نما نشان بنا ہوتا ہے۔ جو شکامی کو بہترین نشانہ کا موقع بہم پہنچاتا ہے۔ اس نشان کے بیچ میں اگر کوئی ماری جائے تو سیدھی پھیپھڑوں کے ذریعہ دل تک پہنچ جاتی ہے جو سو فیصد مہلک ثابت ہوتی ہے۔

اصولی طور سے یہ جانور گوشت خور نہیں ہوتا اور گوشت کے لئے کسی کو نہیں مارتا۔ عام طور سے یہ پھل، جڑیں، شہد اور کمرٹے مکوڑے خاص طور سے سفید چوٹیاں کھاتا ہے۔ ان چوٹوں کو اپنی لمبی تھوکتی اور ہونٹوں سے اٹھا لیتا ہے۔ اور سوراخوں سے بڑی تعجب انگیز تیزی سے چوس لیتا ہے۔ کیڑوں کو اپنی تھوکتی سے سوراخوں سے چوستے وقت یہ ایک خاص قسم کا شور مچاتا ہے، اور اس شور نے مجھے اس کی شکار کرنے کی کئی بار قیاب دہی ہے۔ قدرت نے اس کو غذا بڑی وافر مقدار میں مہیا کی ہے۔ جنگل میں ہر موسم میں ایسے درخت اور جھاڑیاں موجود ہوتے ہیں۔ وہ جو پھل دیتے ہیں جو یہ کھا سکتا ہے۔ اس طرح زمین سے بھی اسے بہت سی مقدار میں مل جاتی ہیں۔

ریچھ عام طور سے غاروں میں یا چٹانوں کے دراڑوں میں رہتے ہیں جہاں کہ وہ دن کی گرمی سے محفوظ رہ سکیں۔ یہ اپنی پناہ گاہ سوج غروب ہونے سے پیشتر نہیں چھوڑتے۔ رات کو یہ اپنی خوراک کی تلاش میں دور دور تک جاتے ہیں۔ دن نکلنے سے پہلے ان محفوظ مقامات پر واپس پہنچ جاتے ہیں۔ بارش کے دنوں میں آسمان پر بادل چھاتے

رہتے ہیں تو یہ دن میں بھی کھانے کے لئے باہر آجاتے ہیں اور یہی سوزوں وقت ہوتا ہے جبکہ ان کو پکڑا جاسکے یا گھوڑے پر سوار ہو کر نیزے سے شکار کیا جاسکے۔

ریچھ کی فطرت بڑی عجیب ہوتی ہے۔ کبھی تو وہ انسان کی موجودگی سے باخبر ہوتے ہی دوڑ پڑتا ہے، لیکن بعض اوقات انسان کو آتا دیکھ کر بڑی ہمدردی سے اس کا راستہ روک لیتا ہے اور بغیر کسی اشتعال کے حملہ کر دیتا ہے۔ روایتی طور سے مادہ ریچھ نر کے مقابلے میں زیادہ باہمت ہوتی ہے اور اپنے بچوں کو بچانے کے لئے بڑا بے دردی سے لڑتی ہے۔

ریچھ کے حملے کرنے کا انداز بھی عجیب ہوتا ہے۔ وہ اپنے پھیلے پاؤں پر کھڑا ہو کر اپنے دشمن کو اپنے دونوں بازوؤں میں سختی سے جکڑ لیتا ہے۔ اور دانتوں سے اس کا منہ کاٹتا ہے، اور جان سے مارے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اگر یہ درخت پر چڑھ رہا ہو تو اس کو مارنا آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے خاص اعضاء نمایاں ہوتے ہیں جہاں ضرب کا یہی لگائی جاسکے۔

سست رفتار ریچھ کو سبزی خور ہوتا ہے۔ لیکن ریچھوں کی بڑی شرمگیز نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ شکار کے وقت زخمی ہو کر ہی خطرناک نہیں ہوتا ہے بلکہ عام طور سے انسان پر بغیر اشتعال کے صرف جنگ کرنے کے شوق میں حملہ کر دیتا ہے۔ ایک تندرست جوان ریچھ کا وزن ۲۸۰۔۳۰۰ پونڈ سے ۳۰۰ پونڈ تک ہوتا ہے۔ اس کی مادہ کے دو یا تین سے زیادہ بچے نہیں ہوتے۔ بچوں کو یہ اپنی پشت پر اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے اعضاء تناسل کی بڑی، محبت کا جادو کرنے میں بہت مطلوب ہوتی ہے۔

پرانے زمانے میں یورپ کے بہت سے ملکوں میں ایک کھیل کھیلا جاتا تھا جس کو ریچھ کشی کہتے ہیں۔ اس میں ریچھ کو نہ بغیر سے کھونٹی سے باندھ دیتے تھے اور پھر پیلے سے سدھاتے ہوتے بڑے کان اور نکلے ہوتے ہونٹوں کے ساتھ کو ان پر حملہ کر دیا جاتا۔

ملکہ ایلزبتھ اول اس کھیل کی بڑی شائقہ تھی۔ لیکن ۱۸۳۵ء میں پارلیمنٹ کے قانون کے ذریعے اس کھیل کی مخالفت کر دی گئی اور اب یہ کھیل دنیا میں کہیں بھی نہیں کھیلا جاتا۔



کشن گڑھ میں چیتے کا شکار

چلو اب سوڑوں کی اک ٹوٹی نکالیں ان کے مرکز سے
چلے آؤ جہاں تک بھورے سوڑ تم کو لے جاتیں
یہاں اس تعاقب میں ہمارے ساتھ ساتھ ہوں گے
اندھا دھند آئیں گے ہمراہ اپنے

چلے آؤ جہاں تک بھورے سوڑ تم کو لے جاتیں
کشن گڑھ کے ہمارے محل سنگھ جی میرے بڑے پرانے اور عزیز دوست
تھے۔ وہ انور والی سوڑ کشی کی پارٹی میں بھی شامل تھے۔ ایک مرتبہ
انہوں نے مجھے اپنی ریاست میں ایک ہفتے کے لئے مدعو کیا تھا۔ کشن گڑھ
جے پور سے ساڑھے میل مغرب میں ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ یہ ریاست
ریل و منرک کے ذریعہ بیرونی دنیا سے مل جاتی ہے۔ میں نے ۱۹۲۰ء کا موسم
کا ہفتہ ہمارے گیارہ سوڑ بڑا ہی پر لطف اور نشاط انگیز تھا۔
اس ہفتے ہم نے نہ صرف پرندوں کا شکار اور نیزے سے سوڑ کشی کی بلکہ ہمیں
کالے ہرن اور ایک چیتا شکار کرنے کا موقع بھی ملا۔ انہیں پر و گرام بڑا ہی
دلچسپ رہا۔

پرانے زمانے میں چیتا ہندوستان میں عام طور سے پایا جاتا تھا۔
لیکن اس درندے کے بے امتیاز شکار کی وجہ سے اس کی نسل ختم ہونے
کے قریب پہنچ گئی ہے۔ میرے میزبان کے پاس بھی ایک چیتا تھا جو افریقہ سے
لا آیا گیا تھا۔ وہ دیکھنے سے یہ بڑا چیتا معلوم ہوتا تھا۔ گوان
دونوں میں بہت کم مشابہت ہوتی ہے۔ عام چیتے سے شکل و شہادت میں
یہ بالکل مختلف ہوتا ہے۔ قد نیچا اور لمبا ہونے اور چھوٹی ٹگر چوڑی
چمکی ٹانگیں رکھنے کی بجائے یہ بہت اونچا ہوتا ہے۔ گردن لمبی سر چھوٹا،
آنکھیں بڑی، ٹانگیں لمبی اور جسم ہلکا ہوتا ہے۔ اس کی دم بہت لمبی ہوتی
اور ہر سے پر سے بالی دار ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے اس کو تیز رفتار دوڑنے

ہوتے مرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اس کی کھال پر گہرے کالے دھبے کے دھبے بہت زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں۔ اس کے کان چھوٹے اور گول ہوتے ہیں اور ناک کا سر اگلا ہوتا ہے۔ عام چیتے کے ناخن اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کو وہ لیکڑ کر بند کر لیتا ہے۔ لیکن افریقہ کے چیتے کے ناخن اس قسم کے نہیں ہوتے۔

چیتا دنیا کا سب سے زیادہ تیز رفتار جانور مانا گیا ہے۔ کیونکہ یہ کالے ہرن کو دوڑ کر پکڑ لیتا ہے۔ کالے ہرن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ نہایت تیز رفتار تازی کتوں سے زیادہ تیز دوڑ سکتا ہے۔

اپنی آمد کے پہلے دن ہم نے مرغ آلی اور تیروں کا شکار کھیلایا۔ اور دوسرے دن کا پروگرام چیتے کے ذریعہ شکار پر کھیلنا تھا۔ اس چیتے کو مہاجر کے محل کے نزدیک ہی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں رکھا ہوا تھا۔ شکار کے لئے اس کو ایک بیل گاڑی پر بٹھا کر لے جایا گیا۔ جب بیل گاڑی روانہ ہوئی تو دو چیتے بان بھی اس کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ ان کو ریلوے لائن کے شمال میں روانہ کیا گیا۔ وطن بڑا وسیع کھلا میدان تھا۔ جہاں کالے ہرن بڑی تعداد میں پائے جاتے تھے۔ بیل گاڑی چونکہ سست رفتار ہوتی ہے۔ اس لئے ہم اس کے روانہ ہونے کے آدھ گھنٹہ بعد گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے۔ پھر بھی ہم نے اس کو ریلوے لائن پار کرنے سے پہلے جالیا وطن سے ہم سب شمال مغرب کی جانب روانہ ہوتے۔ اس سمت تقریباً آدھ میل جانے کے بعد ہم نے اپنے سامنے چار سو گز کی دوری پر کالے ہرن کا ایک غول دیکھا۔ ہم ان کی جانب بڑھے لیکن ابھی دو سو گز سے زیادہ فاصلہ باقی تھا کہ انہیں ہماری آمد کا علم ہو گیا اور انہوں نے آدھ آدھ چھلانگنا شروع کر دیں۔ یہ حالت ہمارے نقطہ نگاہ میں زیادہ پرامید نہیں اب ہم اپنے دہنی جانب مڑے۔ ابھی ہم چند سو گز ہی گئے تھے کہ ہم نے اپنے سامنے دو کالے ہرن دیکھے جو بے خبری کے عالم میں گھاس چر رہے تھے۔

کالے ہرن کے شکار کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس کے ایک جانب سے آہستہ آہستہ اگلے بڑھا جائے۔ یہاں تک کہ نشانہ کی زد میں آجائے۔

اس کی جانب سیدھا بڑھنے سے یہ چونکا ہو کر خوفزدہ ہو جاتا ہے اور پھر اتنا تیز بھاگتا ہے کہ فوراً نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ جب ان دو ہرنوں نے ہمیں دیکھا تو چرنا بند کر دیا اور ہماری طرف دیکھنے لگے۔ یہ دیکھ کر ہم ایک طرف جا رہے ہیں، انہوں نے سوچا ہو گا کہ ہم عام راہ گیر ہیں جو کسی گاؤں کو جا رہے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ہماری جانب زیادہ توجہ نہیں دی۔

اس سے پہلے جب ہمیں جو ہرنوں کا غول ملا تھا اس میں سے ایک ہرن ہمیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا اور بھاگنے لگا۔ اس کو بھاگتا دیکھ کر باقی سب بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اتنے زیادہ ہرنوں کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا تھا۔ لیکن یہاں صرف دو ہرن تھے اس لئے ان کے قریب پہنچنے میں ہمیں زیادہ وقت نہیں ہوتی۔ ہم ان سے ستر گز کے فاصلے پر پہنچ کر روک گئے۔ ہمارے خیال میں شکار کے لئے یہ موزوں فاصلہ تھا۔ اس لئے ہم نے بیل گاڑی رکوائی۔ جب ہرن ہماری طرف متوجہ نہیں تھے تو چیتے بان نے چیتے کی زنجیر کھولی۔ اس کے سر کا غول اتارا اور اس کو ہرن دکھا دیتے۔ چیتے نے ان کو دیکھتے ہی ان پر حملے کا منصوبہ بنالیا۔ پہلے وہ سنگسٹا ہوا دبے پاؤں ایک جھاڑی سے دوسری جھاڑی میں ہوتا ہوا ان کی جانب بڑھا۔ وہ کمال ہوشیاری سے زمین پر چپکا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور خود کو ہرن کی نظروں سے چھپانے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ہرن اس کی مار کی حد میں آگئے۔ اس موقع پر وہ اچھلا اور چھلانگ لگا کر ایک ہرن کو پکڑ لیا جس نے آہٹ سن کر اچھل بھاگنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ چیتا ہرن کو پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس کے دانت اس کے گلے میں پیوست تھے اور خون چوس رہا تھا۔ ہم بھی اس مقام پر پہنچ گئے۔ مجھے ایسا معلوم دیتا تھا کہ اب چیتے کو دوبارہ پکڑنا مشکل ہو جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ چیتا بان اس کی طرف بڑھا۔ پیار سے اس کو تھپکی دی اور پھر لکڑی کے ایک ٹکڑے پر کچھ خون رکھ کر اس کی ناک کے قریب رکھے گیا۔ چیتے نے اس کو بھی چاٹنا شروع کر دیا۔ پھر لکڑی کے ٹکڑے پر کچھ گوشت کے ٹکڑے بھی رکھ دیئے جب وہ کھاپی رہا تھا تو چیتے بان نے بڑے آرام سے بڈ اس کے سر اور انگوٹھ

پر رکھ دیا۔ پھر اس کو کچڑ کر گاڑی تک لے گیا اور زنجیر سے باندھ دیا۔
مردہ بہرن بھی ایک بیل گاڑی میں لادھ دیا گیا اور ہم کچھ اور بہرنوں کی تلاش
میں روانہ ہو گئے۔

اس بہرن کو شکار کرنے میں ہم نے دوسرے بہرنوں کو بالکل نہ چھیڑا۔
صرف وہ بہرن ہی اس واقعہ سے باخبر تھا۔ جو اس بہرن کے ساتھ
چر رہا تھا۔ اور جو صرف پنج نکلا تھا۔ وہ علاقہ جہاں سے ہم گزر رہے
تھے شکار گاہ تھی۔ اس لئے وہاں شکار کی کمی نہیں تھی۔ جلد ہی ہمیں
ایک اور غول نظر آیا جس میں ایک بہرن اور چند بہرنیاں تھیں۔ ہم نے
فوراً ہی رخ بدل لیا تاکہ ان کو دھوکا دیا جاسکے اور انہیں یہ احساس
ہو جائے کہ ہم انہیں نقصان پہنچانے کے لئے نہیں آئے بلکہ کسی اور کام
جا رہے ہیں۔ لیکن ہم آہستہ آہستہ ان کی جانب بھیڑھتے رہے اور پھر
گاڑی روکی۔ چیتا کھولا، اس کی آنکھوں سے خول اتار اور اس کو
بہرن دکھائے۔ اس مرتبہ بہرن سے بہرن تھے، اس لئے چیتا انہیں
دھوکا نہ دے سکا۔ اور قبل اس کے کہ وہ ان کے قریب پہنچے، وہ بھاگ
گئے۔ چیتے کو غالباً اپنی رفتار کا علم تھا اس لئے اس نے ان کا پیچھا کرنا
مناسب نہیں سمجھا۔ اور بڑا مایوس اور دل برداشتہ واپس گاڑی پر آ
گیا۔ فوراً خول اس کی آنکھوں پر رکھ دیا گیا اور گاڑی میں بیٹھا کر زنجیر
سے باندھ دیا گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ وہ چیتے بان کے پاس
اس طرح گردن لٹکاتے چلا آیا جس طرح کہ ایک کتا اپنے مالک کے پاس
آتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ جنگلی درندوں میں چیتا سدھائے جانے کی
زیادہ صلاحیت رکھتا ہے۔

چیتے بان نے ہمیں بتایا کہ چیتے کے لئے اتنا ہی شکار کافی ہے۔ اگر اس
مزید شکار کرایا گیا تو وہ خواب سو جائے گا۔ اس لئے اس نے مہاراجہ سے
درخواست کی اب چیتے کو باقی دن آرام کرنے دیا جائے۔ ہم سب ہی
نے اس رائے سے اتفاق کیا، اور چیتے بان کو چیتا گھر لے جانے کی اجازت
دے دی۔ ہم خود بھی مرغ آبی والی جھیل کا ایک چکر لگا کر واپس آئے۔
دوپہر کے بعد ہم بذریعہ موٹر کار چوبیس میل دور مغرب میں اجیر گئے جہاں

کہیں سرایلیٹ کولون کی دعوت پر اس شام ضیافت میں شرکت کرنا
تھی۔ ان دنوں اجیر راجپوتانہ کی بیس رئیسانہ ریاستوں کے
بچوں بیچ انگریز نوآبادی تھا۔ جہاں کہ ان ریاستوں کے لئے گورنر
جنرل کے ایجنٹ کا صدر دفتر تھا۔ سرایلیٹ کولون اس زمانے میں اس
عہدے پر فائز تھے۔ ۱۵۰ اجیر مارواڑھ کے چیف کمشنر کے فرائض سنبھال
رہے تھے۔ ان کا ایک بہت خوبصورت مکان تھا، جس کو
رینڈیلنس کہا جاتا ہے۔ یہ ایک پہاڑی پر بنا ہوا تھا اور یہاں سے
آنا ساگر کی خوبصورت جھیل کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا۔ یہ
جھیل بہت پھیل ہوئی تھی اور ہر قسم کے آبی پرندے مثلاً ہنس، بڑی
بلیغ اور چھوٹی بلیغ اور کئی دوسرے پرندوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ
سب تقریباً پالتو پرندے تھے۔ ان کے پالتو ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس
جھیل پر کچھ جینیسیوں کے مندر تھے۔ اور جینیسی ہندوؤں کے اس
طریقے سے تعلق رکھتے ہیں جو کسی کو جان سے مارنا مہیا یا پ سبھتے ہیں۔
اس لئے ان کا حکومت برطانیہ سے یہ معاہدہ تھا کہ جھیل پر شکار کھیلنے
کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور اس معاہدے کی سختی سے
پابندی کی جاتی تھی۔ پارٹی ختم ہونے کے بعد رات کے کھانے کے
لئے ہم مناسب وقت پر واپس کشن گڑھ پہنچ گئے۔ اگلی صبح
سورکشی کا پروگرام تھا۔ اس لئے رات کے کھانے کے بعد تمام رکنفنگلو
اس ہی مونیوٹ پر ہوتی رہی۔ اس وقت مہانوں میں سے مہاراجہ کے
پاس صرف میں ہی تھا۔ لیکن مہاراجہ کے ذاتی عملے کے تین اچھے پولو کھلاڑی
بھی تھے جن میں بننے سنگھ بڑا عمدہ کھلاڑی تھا۔ اس رات ان سب میں
سے ہر کوئی پہاڑیہ مارنے کے دعوے کر رہا تھا اور سب ہی اپنی مہارت
اور طاقت کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔ ان کی اس
گفتگو سے مہاراجہ اور میں بہت لطفت اندوز ہوئے۔

روپ گھر گھوڑے، نیزے اور دوسرے لوازمات پہلے ہی بیچ دیئے
گئے تھے اس لئے ہم لوگ صبح جلد ہی روانہ ہو گئے اور نو بجتے بجتے اپنے
اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر مستند ہو گئے۔

شکار یوں نے ہمیں اطلاع دی کہ قریب ہی پہاڑی میں سواروں کا ایک
غول موجود ہے۔ اس علاقے میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں اور ان پر
بھی خال خال نظر آتا تھا۔ ہمارا پروگرام یہ تھا کہ سواروں کو ایک پہاڑی
سے نکال کر دوسری پہاڑی کی جانب دوڑایا جائے اور دو پہاڑیوں
کے درمیان ان کو نیزے سے ہلاک کیا جائے۔ دو پہاڑیوں کے درمیان
تقریباً ایک میل کا فاصلہ تھا۔ لیکن میدان شکستہ اور پتھر بھرا تھا۔ اس
کے علاوہ جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں بھی تھیں۔ ہمارا اچھے
ذاتی عملے کی گزشتہ رات کی گفتگو کے پیش نظر دو ہیٹ "نہیں بنائی بلکہ
ان تینوں کو ہمارے ساتھ ملا کر ایک پارٹی ہی بنا دی۔ جب ہم مناسب
جگہوں پر چھپ کر کھڑے ہو گئے تو مار کا شروع کیا گیا اور جلد ہی سواروں کا
غول پہاڑی سے نکل کر میدان کی جانب آنا دکھائی دیا۔ جب سوار
اپنی پناہ گاہ سے کافی دور نکل گئے تھے تو ہمارے میزبان نے جو اس
ٹیم کے کپتان بھی تھے، سواروں کے تعاقب کا حکم دیا۔ اس غول میں نہ
ایک ہی تھا۔ اس لئے ہمارا اچھے کے عملے کے تینوں رکن بڑی تیز رفتاری سے
اس کے پیچھے دوڑ پڑے اور ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی
کوشش کرنے لگے۔ یہ چھاری سوار نہیں تھا اس لئے ان کو کچھ دیر خوب
دوڑنا پڑا۔ لیکن وہ ہر لمحہ اس کے قریب پہنچ رہے تھے۔ جب وہ اپنے
شکار سے تھوڑے فاصلے پر رہ گئے تو سامنے ایک کھائی آگئی۔ سوار تو
اس میں کود گیا اور سوار کے بعد دیگرے اس کو چھلانگتے ہوئے گزر گئے
میں ان جو شیے سواروں کے پیچھے ہی تھا اس لئے میں نے سوار کو ڈھکوان
پر چڑھ کر واپس میدان میں آتے دیکھ لیا۔ مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر
وہ مڑا اور سیدھا میرے گھوڑے پر حملہ کر دیا۔ فوراً ہی میں نے اپنا
نیزہ نیچا کیا اور اس کی گردن میں پیوست کر دیا۔ ہمارا اچھے نے جو میرے
پیچھے آ رہے تھے۔ اس کے دل پر نیزہ مارا اور اس کو ختم کر دیا۔ یہ سب
کچھ اتنی جلدی ہوا کہ وہ تینوں درمقابل جب واپس مڑے تو سوار کو
مرا ہوا پایا۔ وہ تینوں ہی ہمارا اچھے کی پولو ٹیم کے ممبر تھے اور بنے سنگھ
خاص طور سے بڑا دلیر سوار تھا۔ اس لئے ان کے مقابلے میں پہلا نیزہ

جیت لینا میرے لئے باعث فخر تھا۔ شاید ڈیوک آف ویلنگٹن "واٹر لو"
کی لڑائی جیت کر اتنا خوش نہیں ہوا ہوگا جتنا کہ میں اتنے زبردست
درمقابل سے پہلا نیزہ جیت کر ہوا۔

اس واقعہ سے ہمارا اچھے بھی بہت خوش ہوئے اور خود پولو کے اچھے
کھلاڑی ہونے کے باوجود انہوں نے میرے اس نظریے سے اتفاق کیا کہ یہ
ضروری نہیں ہے کہ ایک اچھا پولو کھلاڑی سوار کشی میں بھی ہمیشہ برتر
ثابت ہو۔

اس کے بعد ہم واپس اسی پہاڑی کے قریب چلے گئے جہاں سے یہ سوار
برآمد ہوا تھا اور اپنے شکار یوں سے مار کا دینے کو کہا۔ اس مرتبہ مار کا
دینے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور ابھی ہم یہ سوچ ہی رہے تھے کہ کسی دوسرے
جگہ سوار تلاش کئے جائیں کہ روپ ٹو کا قلعہ دار اس طرف سے گزرتا ہو
ہمارے پاس آیا اور ہمارا اچھے کو مسلم کرتے ہوئے کہنے لگا کہ یہاں سے
چند گز کے فاصلے پر ایک سوار رہتا ہے۔ ہم نے اس سے کہا کہ ہمیں دیاں
لے چلے۔ ایک سوار کی خبر ملنے پر پولو کے کھلاڑی پھر پہلا نیزہ مارنے کے
امکانات پر بحث کرنے لگے۔ ہمارا اچھے نے یہ کہہ کر ان کے جوش میں اور اضافہ
کر دیا کہ اس مرتبہ جو کوئی بھی پہلے نیزہ مارے گا۔ اس کو وہ ایک چاندی کا
کپ انعام دیں گے۔ اس مقابلہ میں پارٹی کے سب ہی آدمی حصہ لے
سکتے تھے۔

اس جگہ پہنچ کر سوار کو اس کی پناہ گاہ سے باہر نکالا گیا۔ اور ہم سب
اس کے پیچھے سرپٹ دوڑ پڑے۔ پہلے کی طرح بنے سنگھ پوری تیزی سے
سب سے آگے سوار کے تعاقب میں اس طرح دوڑا جیسے کہ پولو کی گیند
کے پیچھے دوڑ رہا ہو۔ لیکن پولو کی گیند جھک کر ایک طرف نہیں ہوتی ہے۔
جو وہی اس نے اپنا نیزہ مارنے کے لئے نیچا کیا، سوار جھک کر دایں جانب
ہو گیا۔ ہمارا اچھے نے جو بنے سنگھ کے پیچھے ہی آ رہے تھے اس موقع سے
فائدہ اٹھاتے ہوئے سوار کے دوسری مرتبہ مڑنے سے پہلے ہی نیزہ مار دیا
نیزہ سوار کے پیچھے ٹوٹاں میں دوڑ تک گھس گیا اور پھر ایک جھٹکے کے ساتھ
پھل کے نزدیک سے ٹوٹ گیا۔ اور ہمارا اچھے کے ہاتھ میں صرف بانس کا

دستہ ہی رہ گیا۔ سوار اب رک گیا اور حملہ کرنے لگا۔ پولو کے کھلاڑیوں میں بیچے کرن اس غضبناک پر جھپٹا۔ لیکن سوار بھی اس پر حملہ آور ہوا اور باوجود اس بات کے کہ وہ سخت زخمی تھا۔ وہ گھوڑے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور اس کے کندھے پر ایک چھوٹا سا شگاف ڈال دیا۔ ابھی سوار اور گھوڑا متصادم ہی تھے کہ میں جھپٹا اور سوار کی گردن پر اتنے زور کا نیزہ مارا کہ جس سے وہ تقریباً ختم ہو گیا۔ پولو کا ایک اچھا گھوڑا اس کے سوار کی لاپرواہی کی وجہ سے زخمی ہو گیا۔ جس کا مہاراجہ کو بہت افسوس ہوا۔

بیچارے اپنے سنگھ جس کو آج چاندی کا کپ جیت لینے کا پورا یقین تھا بڑا ناامید ہوا۔ مہاراجہ نے اس سے کہا کہ اللہ سے بچانے سے پہلے چوڑے شہار کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ اس دن شکار سے خوب لطف اندوز ہونے کے بعد ہم شام کو واپس کشن گڑھ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچنے پر میرے میزبان کو ایک تار ملا۔ یہ مہاراجہ اور کا دعوت نامہ تھا۔ جس میں ان سے درخواست کی گئی تھی کہ اپنے گھوڑے لے کر پولو ٹورنامنٹ میں حصہ لینے کے لئے کلکتہ پہنچ جاتیں۔ میرے میزبان نے دعوت نامہ قبول کر لیا اور دوسرے دن شام کو اپنے گھوڑے دیں گاڑی سے کلکتہ روانہ کر دیے۔ اچھے گھوڑوں کے کلکتہ روانہ ہو جانے کے بعد مہاراجہ سوار کی کھیل ختم ہو گیا اس لئے چند دن پرندوں کا شکار کرنے کے بعد میں نے اپنے مہربان میزبان سے واپس گھر لوٹنے کی اجازت لی۔

مجھے یہ بات لکھتے ہوئے بہت دکھ ہوا ہے کہ مہاراجہ کشن گڑھ کلکتہ سے واپسی کے فوراً بعد ہی انتقال کر گئے۔ ان کی بے وقت موت کی وجہ سے ملک ایک بڑے مشہور کھلاڑی سے محروم ہو گیا۔ ان کے پوتے مہاراجہ سومیر سنگھ جی نے ان کے بعد گدی سنبھالی۔ وہ بھی بہت اعلیٰ پایہ کے شکاری ہیں لیکن پولو کھلاڑی نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے یہاں سوار کشی کے لئے گھوڑے نہیں ہیں۔

پولو اور سوار کشی تو دوسری جنگ عظیم کے بعد اس ملک میں بالکل ہی ختم ہو گئے ہیں۔ اور تو اور شکار میں بھی گھوڑوں کی جگہ

موٹر کار نے لے لی ہے۔ موجودہ مہاراجہ اہرن ونیل گاتے وغیرہ کے تقاب میں جیب کار دوڑانے کے ماہر ہیں۔ جہاں زمین ہموار ہو وہاں تو یہ کام مشکل نہیں ہوتا لیکن کشن گڑھ میں یہ کام بہت مشکل ہے۔ ایک تو زمین پتھر ملی ہے اور دوسرے گھوڑے گھوڑے فاصلے پر نالے اور کھائیاں موجود ہیں۔

تقریباً چار سال پہلے کا ذکر ہے کہ مہاراجہ کشن گڑھ جے پور آتے ہوئے تھے۔ ایک دن انہیں کشن گڑھ سے ٹیلیفون پر اطلاع ملی کہ اس کے مجلیہ محل کے نزدیک پہاڑی میں ایک شیر دیکھا گیا ہے۔ اور وہ وہاں سے کچھ دور ہی ایک جالور ہلاک کر چکا ہے۔ کشن گڑھ کی پہاڑیوں کے قریب کوئی شیروں والا جنگل نہیں ہے۔ اس لئے یہ شاذ و نادر ہوتا ہے کہ وہاں کوئی شیر آجائے۔ یہ خبر غیر معمولی نوعیت کی تھی، اس لئے انہوں نے فوراً مجھے بلایا اور ان کے ساتھ کشن گڑھ پہنچ کر ہلاک کردینے کو کہا۔ اس وقت مہاراجہ میرا بھی جے پور میں موجود تھے اس لئے ان کو بھی مدعو کیا گیا۔ ہم نذر لید کار بڑی تیز رفتاری سے صبح ساڑھے نو بجے ہی کشن گڑھ پہنچ گئے۔ میں سیدھا جنگل میں پہنچا اور جائزہ لے کر یہ نتیجہ نکالا کہ شیر ہلاک شدہ جالور کے نزدیک ہی موجود ہے۔ کیونکہ گد درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور لاش کو کھا نہیں رہے تھے۔ اس پاس کا جنگل بہت گھنٹا تھا اور فیصلہ کرنا بہت مشکل تھا کہ مچان کہاں باندھی جائے۔ مجھے دو مقامات زیادہ موزوں نظر آئے۔ محل کی سڑک پہاڑی کے ساتھ ساتھ قریباً ایک میل تک چلی گئی تھی۔

اور اس جگہ سے صرف ایک سو پچاس گز کے فاصلے پر ہی سڑک اور پہاڑی کے درمیان کچھ گھنی جھاڑیاں تھیں جن میں شیر چھپا ہوا تھا۔ یہاں ہلاک دے کر اس کو سڑک کے پار لگانا خطرے سے خالی نہیں تھا کیونکہ ہوا سکنا تھا کہ وہ کسی اور جانب نکل جائے اور بندوق کا نشانہ بنایا جاسکے۔ پہاڑی پر گھنے درخت نہیں تھے اور مجھے یقین تھا کہ سڑک پر کھڑے ہو کر پہاڑی کو آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ تجویز پیش کی کہ مہاراجہ اور ان کی پارٹی کے افراد سڑک کے پہلے موڑ پر ہی داخل لے

کہ کھڑے ہو جائیں — گو فاصلہ زیادہ تھا لیکن یہ بات ہمارے حق میں تھی کہ جہاں سے ہمیں اپنا شکار زیادہ دیر تک نظر آسکتا تھا۔ ان مقامات پر جھنڈے اور روکنے والے آدمی کھڑے کرنے کے بعد جہاں کہ میں شیر کو جانے سے روکنا چاہتا تھا، بلا کا شروع کر دیا گیا۔ اور دس منٹ کے اندر ہی شیر پہاڑی پر چڑھتا نظر آیا۔ احتیاط میں بے پہاڑی کی چوٹی پر کئی آدمی شیر کو پہاڑی کی چوٹی پار کر کے دوسری جانب جانے سے روکنے کے لئے کھڑے کر دیئے تھے۔ اس لئے جب شیر اسی پہاڑی پر گیا تو میں نے چوٹی پر کھڑے آدمیوں کو شور مچانے کو کہا۔ اس شور کا شیر پر متوقع اثر ہوا جس نے فوراً ہی اپنی سمت تبدیل کر لی۔ اور راتفل کی نالی کے متوازی دوڑنا شروع کیا۔ جب وہ نشانے کی زد میں آگیا تو میزبان ہمارا جبریا کو پہلا نشانہ لگانے کو کہا — انہوں نے راتفل چلائی۔ گولی شیر کے گلے لیکن کوئی ہلک زخم نہیں آیا۔ زخمی ہونے کے بعد اس نے گولی آنے والی سمت دوڑنا شروع کیا۔ اثنائے میں کئی دوسرے افراد نے فائر کئے۔ شیر کچھ گھنی جھاڑیوں میں غائب ہو گیا — پہاڑی کی چوٹی پر جو آدمی کھڑے ہوتے تھے انہوں نے بھی بتایا کہ شیر مر چکا ہے۔



یہ ایک بڑا شیر تھا جو اپنے مستقل گھراؤ دے پور کی پہاڑیوں سے راستہ بھول کر آگیا تھا اور پھر ٹوڑھ گڑا اور اجیر کی پہاڑیوں میں پچھلے دو ماہ سے پھرتا پھرتا یہاں آ نکلا۔ لیکن ہر جگہ شکاریوں نے اس کا تاقب کیا۔ دو روز قبل وہ کشن گڑھ کے علاقے میں داخل ہوا تھا۔ جہاں اسے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑے۔ مجھے اس بات پر فخر تھا کہ میرا اسے جھاڑیوں سے نکال کر پہاڑی پر چڑھانے کا طریقہ بہت کامیاب ثابت ہوا۔ سینکڑوں آدمی جو شہر سے آکر سڑک پر جمع ہو گئے تھے اس قابل دیدہ نظارہ سے لطف اندوز ہوئے۔ جب شیر پہاڑی پر چڑھا اور پھر اس کو گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ یہ دوسرا موقع تھا کہ میں نے اس طریقے پر عمل کیا تھا۔ اس سے پہلے میں نے لچھمن ڈونگری میں ایک شیر اسی طرح کا دس کر نکالا تھا۔ اور جو بھی وہ پہاڑی پر چڑھنے لگا مہارانی بے پور نے اسے شکار کر لیا تھا۔ یہ ۱۹۶۲ء کا واقعہ ہے جب شیر اسی پہاڑی پر چڑھ گیا تو مہارانی نے اس کو گولی ماری اور وہ قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے آ کر پڑا۔ یہ جگہ جہاں شیر مارا گیا محل سے صرف تین سو گز دور تھی۔ ہمارے میزبان نے اس جگہ پہنچ کر ہماری دعوت کی۔ اور پھر کچھ تصویریں اتارنے کے بعد ہم واپس آ گئے۔

جیپ چلانے میں ہمارے میزبان کی مہارت کا مجھے علم تھا۔ اس لئے میں نے درخواست کی کہ ہمیں ہرن کا شکار کرائیں — وہ رضامند ہو گئے۔ جیپ میں ہمارا جبریا ان کے پاس بیٹھے اور میں دوسرے افراد کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا — ہم شہر کے جنوب میں چند میل دور گئے۔ جہاں ہمیں ایک ہرن کا شکار نظر آیا جس میں تین نر تھے۔ غالباً اپنے پیچھے تجربے کی بنا پر ہمیں دیکھتے ہی ہرن دوڑ پڑے اور ہمارے میزبان کو ان کے قریب پہنچنے کے لئے جیپ پوری رفتار سے چلائی پڑی۔ ہم جس علاقے سے گزر رہے تھے وہ ناہموار اور پتھر بھرا تھا۔ جہاں عام حالات میں کوئی شخص کس میں فی گھنٹے کی رفتار سے زیادہ نہیں چلا سکتا۔ لیکن ہماری جیپ کی رفتار چالیس بیس میں فی گھنٹہ تھی اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد مڑنا پڑتا تھا۔ ان جانوروں کی یہ عجیب عادت ہے کہ وہ اکثر دوڑتے

دوڑتے آپ کے سامنے اسے گزرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پہلی مرتبہ جب یہ ہمارے سامنے آئے تو ہمارے میزبان نے جیب روک لی۔ اور ہمارا اجر بیریہ سے تیز دوڑتے ہوئے ہرنوں کو نشانہ بنانے کے لئے کہا۔ تقریباً سو گز کا فاصلہ تھا مگر پہلا فائر ناکام رہا۔ انہوں نے نشانہ درست کر کے دوبارہ گولی چلائی۔ اور اس مرتبہ ایک بڑا ہرن مار گرایا۔ ہم اس غیر معمولی رفتار سے کار چلانے سے کافی لطف اندوز ہوئے اور مردہ ہرن دوسری کار میں لاد کر واپس محل آگئے اور رات کے کھانے کے بعد واپس جے پور آگئے۔

ایک ہفتہ بعد ہم پھر کشن گڑھ آئے اور اس مرتبہ بادشاہ پسند کا شکار کرنے کا پروگرام بنایا۔ یہ جنوبی ہندوستان کا ایک موسمی پرندہ ہے۔ اور بارش کے موسم میں ان علاقوں میں آجاتا ہے۔ یہ شمالی اور وسطی ہندوستان کے میدانوں (ما سوائے ریگستانی علاقوں) کے اجرات اور کچھ کے علاقوں اور ہندوستان کے جزیرہ نما علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ جنگلات سے پر علاقے پسند نہیں کرتا۔ یہ بالعموم عری کے سبز کا ہوتا ہے۔ مگر دن اور رات لگلیں لمبی ہوتی ہیں۔ یہ عام طور پر تنہا یا جوڑے کے ساتھ پھرتا ہے۔ ان جگہوں پر رہتا ہے جہاں لمبی گھاس ہو یا فصلیں کھڑی ہوں۔ ان پرندوں کو صبح و شام کھانے کے وقت یا کا دے کر آسانی سے نکالا جاسکتا ہے۔ دوپہر کے وقت یہ ایک دوسرے کے قریب بیٹھے آرام کرتے رہتے ہیں اور ان کو نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اتنا کہ ایک ایسی بھی مثال ہے کہ ایک بادشاہ پسند گھوڑے کے پاؤں کے نیچے آکر گر گیا تھا۔ ان کا اڑنے کا ڈھنگ سارس کی اڑنے سے مشابہ ہے اور جو غلطیوں کی ہوتی ہے وہی ان کی ہے۔ یہ زیادہ تر چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑوں، پھر بیج، گھاس کو کھاتے ہیں اور دوسرے افاج کے دانوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ افراکش نسل کے زمانے میں ان کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ یہ لمبی گھاس اور فصلوں کے اوپر اچھلتے رہتے ہیں۔ یہ غالباً گورٹ شپ کا زمانہ ہوتا ہے اور اس طرح مالتو اپنے کسی رقیب کو خبردار کیا جاتا ہے

یا اپنی مخالفت صنف پر ڈور سے ڈالنے کی کوشش ہوتی ہے۔ اچھلتے مساکھ ہی یہ صنف سے ایک خاص قسم کی آواز نکالتا ہے اور پھر اپنی دم پھیلا کر نیچے اتر آتا ہے۔

ہمارے میزبان نے کچھ شکاریوں کو ان پرندوں کی تلاش کے لئے پہلے ہی روانہ کر دیا تھا۔ عام طور سے یہ اپنی جگہ جلد تبدیل نہیں کرتے اور اگر ایک جگہ ان کو دیکھ لیا جائے تو کچھ دن تک ان کے نکل جھانگنے کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ ہم اس جگہ پہنچے جہاں ان پرندوں کو دیکھا گیا تھا۔ اور چند گھنٹوں میں تقریباً آدھی درجن بادشاہ پسند شکار کر لئے۔ ان کا گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے اور شکاری ہر وقت ان کی تلاش میں رہتے ہیں۔ گوشت کی اس لذت کی وجہ سے ہی ان کا نام بادشاہ پسند پڑ گیا ہے۔

شام کے وقت ہمارا میزبان ہمیں محل سے ایک میل کے فاصلے پر ایک چیتا جانور شکار کرتے ہوئے دکھانے کو لے گئے۔ ہم اپنی کار تارکی میں چھوڑ کر قریب ہی ایک چھوٹے سے پل پر جا کر کھڑے ہو گئے اور چیتے کے اڑنے کا انتظار کرنے لگے۔ ساڑھے آٹھ بجے رات چیتا ایک دم سے اچھل کر اس چبوترے پر آیا جہاں ایک بکر باندھ دیا گیا تھا۔ ہمارا ارادہ اس چیتے کو شکار کرنے کا نہیں تھا کیونکہ نہر ٹی ٹیس اس کی تصویریں اتارنا چاہتے تھے۔ اور تصویریں انہوں نے بڑی ہوشیاری اور کامیابی سے اتاریں۔ چیتے کو اپنے شکار کے ساتھ آدھ گھنٹے تک دیکھنے اور اس کی حرکات کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہم رات کے کھانے کے لئے واپس محل آگئے اور دوسرے دن صبح جے پور واپس پہنچ گئے۔

راجستھان دو قسم کے شکار کے لئے بہت مشہور ہے۔ ایک تو سنورکشی اور دوسرے مرغ آبی کا شکار۔ مرغ آبی اور قاز موسمی پرندے ہیں جو ہمارے علاقوں میں سردیوں کے زمانے میں آتے ہیں۔ ہمارا جے بیکا نیر نے جگنیر کے مقام پر قاز کے شکار کے لئے ایک بہترین جگہ بنائی ہوئی ہے۔ یہ جگہ بیکا نیر سے اکیس میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پر وہ سالانہ شکار کا پروگرام بناتے ہیں۔ اور ایک دن میں چالیس

بند و قون سے شکار کرتے ہوتے پرندوں کی تعداد چھ ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ ۱۹۲۹ء میں فرومی کی دو اور تین تارکین پر سرکاری طور سے شکار کا پروگرام بنایا گیا۔ پہلے دن چار ہزار سات سو اکیس سی قاز شکار کئے گئے اور دوسرے دن پانچ ہزار سات سو نو — ہزار باقی نہیں بھارا جب سارا دول سنگھ جی آف بیکانیر ہندوستان میں سیدھے اعلیٰ نشانہ باز ہیں۔ اس تقابل میں جن چالیس افراد نے حصہ لیا ان میں سے بھاراج نے نو سو سترہ قاز شکار کئے جس کی اوسط بیس مرٹ میں سو پرندے نکلتی ہے۔ اسی طرح بھرت پور میں بھی ایک خوبصورت جھیل موجود ہے۔ جہاں ایک مرتبہ ایک دن میں چالیس بند و قون سے چار ہزار سات سو پرندے مارے گئے تھے۔ بھرت پور سے پور سے ایک سو چالیس میل دور شمال مغرب میں واقع ہے اور وہاں کے بھاراج تھوڑے تھوڑے وقفے سے پرندوں کے شکار کا پروگرام بناتے ہیں اور اپنے دوستوں کو بھی مدعو کرتے ہیں۔ ان مشہور جگہوں کے علاوہ راجستھان میں اور بھی کئی جھیل اور تالاب ایسے ہیں جہاں مرغابی وقز کا شکار کھیلا جاتا ہے۔ بھاراج سے پور بھی خاص موسم میں پرندوں کا شکار کا پروگرام بناتے ہیں جن کا انتظام میرے سپرد کیا جاتا ہے۔

۱۹۲۶ء کے موسم کے بھٹے میں کئی دوستوں کو بھاراج کشن گڑھ نے مرغابی کے شکار کے لئے مدعو کیا۔ مدعوین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان میں کئی بھاراج بھی تھے۔ پھول ساگر جھیل پر ایک دن کے لئے مرغابی کے شکار کا پروگرام بنایا گیا۔ چاند ماری کے قاصص کے نشانات ایک ہفتہ پہلے ہی لگا دیئے گئے تاکہ پرندے ان نشانات کے عادی ہو جائیں۔ ایک دن صبح جلد ہی نامشتہ کر کے بذریعہ موٹر گاڑ جھیل پر پہنچ گئے جہاں میزبان بھاراج نے مہانوں کی نشاندہی کے مقدمات پر اپنی اپنی پولیشن سنبھال لینے میں رہبری کی۔ میرے ذمہ نشاندہ بازی شروع کرنے کا اشارہ کرنے کا کام سپرد کیا گیا جو میں نے ایک ہوائی فائر کر کے انجام دینا تھا۔ اشارہ مقررہ وقت کیا گیا اور سب نے ایک ساتھ فائرنگ شروع کر دی۔ پہلے پانچ منٹ میں فائر تیزی سے

کمرے پڑتے ہیں کیونکہ اس کے بعد پرندے اڑنے لگتے ہیں۔ اور جلد ہی نشاندہ کی زد سے باہر ہو جاتے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد کچھ تو دوسری جھیلوں پر چلے جاتے ہیں اور باقی پھر نیچے آ جاتے ہیں۔ پین گڑھی اور سنس تو ایک مرتبہ اڑنے کے بعد دوبارہ واپس نہیں آتے۔

اس دن کئی بہترین نشانہ باز جمع ہوتے تھے۔ ان میں بھاراج بھے جے پور، بھاراج کوسٹ، بھاراج بوندی، بھاراج بیریا، نواب ٹونک، نواب لوبارو وغیرہ شامل تھے۔ اس کے علاوہ مسٹر گپ سن، ماجراج بسا تو اور کچھ دوسرے لوگ بھی شریک تھے۔ میزبان نے جو کہ ایک اعلیٰ نشانہ باز تھے، خود بھی حصہ لیا تھا۔ اس کے علاوہ میزبان کے چھوٹے بھائی بھاراج سردار سنگھ اور بھاراج کے عکے کے کچھ دوسرے افراد بھی حصہ لے رہے تھے۔ سرپرستین پٹی والے سنس تو عام طور سے ہر سال ہی مل جاتے ہیں لیکن اس دن اتفاق سے سرٹھی ٹانگوں والے سنس بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔ نشانہ بازی شروع ہونے پر دونوں قسم کے سنس ہی چاند ماری کے نشانات پر منڈلاتے لگے اور ان میں سے تقریباً بیس مار گرائے گئے۔ اور باقی جو جھیل سے اڑ جانے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ اس دن دوبارہ واپس نہ آئے۔ میں جھیل کے بیچ میں ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا تھا۔ جہاں سے چاند ماری کے سب ہی نشانات پورے طور سے نظر آتے تھے۔ اور پرندے اڑاؤ میرے سر پر سے گزر رہے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر کوئی بندو ق نہیں چلا رہا ہو تو پرندے اکثر اس کے سر پر منڈلانے لگتے ہیں۔

تقریباً آدھ گھنٹے تک نشانہ بازی جاری رہی اور بھاراج کوٹ، بھاراج جے پور اور نواب ٹونک کو اونچے اونچے پرندے شکار کرتے دیکھنا بڑا ہی برطنت نظارہ تھا۔ جھیل میں کشتی میں سوار لوگ پھر رہے تھے جو بیٹھے ہوتے پرندوں کو اڑاتے اور مرے ہوتے پرندوں کو جمع کرتے جاتے تھے۔ اس کے بعد آدھ گھنٹے تک خاموشی رہی اور پھر قریب کی دوسری جھیلوں سے سے پرندے آنے لگے۔ انتظام اس طرح کیا گیا تھا کہ قریب کی جھیلوں پر شکاری متعین کر دیئے گئے تھے

جنہوں نے وہاں سے آدھ گھنٹہ بعد پرندوں کو اڑانا تھا تاکہ یہ پرندے اڑ کر واپس اسی جھیل پر آجائیں۔ پرندوں کے تے غول آنے کی دیر سے نشانہ بازی بلخ کے وقت تک جاری رہی۔

ڈیڑھ بجے تک نشانہ بازی بالکل ختم ہو گئی اور پھر سب جہانوں کو بلخ کے لئے اس ٹیلے پر لایا گیا جہاں میں کھڑا تھا۔ پیر اور سیب کی شراب وغیرہ وافر مقدار میں استعمال کی گئی۔ سب شکامی اپنے کارنامے اور ناکامیوں کا ایک دوسرے کو بتا رہے تھے تو ایک ایسے صاحب جنہوں نے صرف ایک پرندہ شکار کیا تھا آگے آئے اور ایک عجیب واقعہ بیان کرنے لگے جو کہ چہا شکار کرتے وقت ظہور پذیر ہوا تھا۔ ان صاحب نے ایک فائر سے ایک چہا، ایک خرگوش اور ایک ہنس شکار کئے تھے۔ اور لطف کی بات یہ تھی کہ فائر سے ان میں سے ایک بھی زخمی نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے بیان شروع کیا کہ ایک جھیل سے چہا اور ہنس ساتھ ساتھ اڑے۔ چہا ان سے دور تھا۔ ہنس چہے کا راستہ دانتیں سے باتیں جانب کاٹتا ہوا گزرا انہوں نے چہے کا نشانہ لیا مگر وہ بچ نکلا۔ لیکن ہنس کو سر کے بل زمین پر گرے ہوئے دیکھا۔ جب وہ اس کو اٹھانے کے لئے گئے تو انہوں نے ایک خرگوش بھی سرا ہوا پایا جس کی گردن ٹوٹ گئی تھی۔ جب ہنس اٹھا کر دیکھا تو اس کے جسم میں باتیں پر کی جانب سے چہے کی چونچ گھس کر اس کے دل تک پہنچ گئی تھی۔ ایک نوجوان مہمان نے پوچھا کہ یہ کس طرح ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ جب انہوں نے فائر کیا تو چہا ڈرکی وجہ سے تیزی سے اڑا اور اس کی لمبی چونچ ہنس کے دل تک پہنچ گئی۔ کیونکہ ہنس اس وقت اس کے سامنے آگیا تھا اور اس طرح چہا اور ہنس دونوں مر گئے۔ اور جب وہ دونوں گرے تو ایسی جگہ گرے جہاں کہ ایک خرگوش بیٹھا تھا۔ ان کے بوجھ کی وجہ سے خرگوش کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ بھی مر گیا۔ ہر شخص اس عجیب واقعہ پر حیرت کھول کر ہنس اور لیکن ہم سب کا خیال یہ ہی تھا کہ یہ واقعہ حقیقت سے زیادہ خیال ہے۔

جب ہم بلخ کھارے تھے تو پرندوں کو جمع کر کے گروپ فوٹو کے لئے لایا گیا۔ مجموعی طور سے چھ سو پچاس پرندے شکار کئے تھے۔ ہمارا چکوٹ

نے سب سے زیادہ پرندے شکار کئے۔ ان کی تعداد ایک سو چالیس تھی۔ ہمارا چہے پورا اور نواب ٹونگ نے سو سو پرندے مارے۔ ان پرندوں میں مختلف قسم کے آبی پرندے شامل تھے۔

یہ ایک بہت ہی منظم قسم کا نشانہ بازی کا مقابلہ تھا جس میں بہت کم زخمی پرندے کم ہوتے۔ اور ہر شخص اس دن نشانہ بازی سے بہت لطف اندوز ہوا۔ کچھ جہان ایسے تھے جنہوں نے دور جانا تھا اس لئے جاتے کے بعد رخصت ہو گئے اور ہم میں سے بہت سے دات کے کھانے کے بعد روانہ ہوئے۔ ہمارا چہے کشن گڑھ ایک ماہر شکاری ہی نہیں ہے بلکہ فراخ دلی میزبان بھی ہیں۔ اس لئے ہمیں بہت اصرار کے بعد واپس جانے کی اجازت ملی۔



سانتھا میں شکار کا ایک پر جوش ہفتہ

کسی ذی عقل انسان کو نہیں مرغوب تھیں ایسا
کہ جس کے کھینے میں حادثہ کوئی نہ پیش آئے
نہ کوئی اتفاقی واقعہ راستے کا پتھر ہو

میرا چچا ابھائی بھوج راج سنگھ مجھ سے پندرہ سال بڑا تھا۔ اکثر مجھے
اپنے گاؤں سانتھا میں سوار کشی اور دوسرے بڑے شکار مارنے کی دعوت
دیا کرتا تھا۔ اس لئے سالانہ کے کرسمس ہفتہ میں انکی دعوت پر میں سانتھا گاؤں
چلا گیا۔

ایک دن صبح ہم گھاس دار علاقے میں سوار تلاش کر رہے تھے۔ ہمارا
پارٹی میں صرف میرا چچا ابھائی اور گلاب سنگھ تھا۔ ہمارے ساتھ باک دینے
والے نہیں تھے اس لئے ہم خود ہی ایک خاص زاویہ سے گھاس میں بڑھتے
ہوئے اپنا شکار تلاش کر رہے تھے۔ میں اپنے پالتو عرب گھوڑے "ستم"
پر سوار تھا۔ میرا چچا ابھائی بھی اپنے پسندیدہ گھوڑے "پیرس" پر سوار
تھا۔ البتہ گلاب سنگھ کے پاس ایک دیسی گھوڑا تھا۔ میرا چچا ابھائی بڑا لمبا
اور مضبوط آدمی تھا۔ گھوڑے پر سوار سوار کشی میں ایک جیم آدمی کے
لئے اس کا وزن کوئی رکاوٹ نہیں بنتا۔ اور یہ بھی یقیناً بھاری ہتھیار
کے بہت سے فوائد میں سے ایک فائدہ ہے۔ اس کی وجہ ایک قسم کا
توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ گھوڑے موڑنے میں آسانی ہوتی ہے اور حملہ آور
سوار کو روکنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

جب ہم گھاس میں داخل ہوتے تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر شکار
تلاش کرنے لگے۔ ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ مجھے گلاب سنگھ کی
سیٹی سنائی دی۔ میں اور میرا چچا ابھائی فوراً اس کے پاس پہنچے اور پوچھا
کہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے خاموشی سے ایک جھاڑی کی طرف اشارہ کیا جہاں
اس نے ایک چیتا جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

مجھے ایک مرتبہ جنرل کے ساتھ چیتے کو نیزہ سے شکار کرنے کا موقع ملا
تھا۔ لیکن اس موقع پر اس کا نامہ کا سہرا جنرل کے سر ہی تھا۔ اس
لئے میں نے اپنے میزبان سے کہا کہ میں چیتے پر نیزہ دو مار دو مارنا چاہتا ہوں۔
مجھے اپنے گزشتہ تجربہ سے پتہ تھا کہ ایک چیتے کا گھوڑے پر سوار ہو کر
تھا قب کرنے کی حماقت اکثر بہت مہنگی پڑتی ہے۔ یا تو آپ اس کو پہلی
ہی کوشش میں نیزہ مار کر ہلاک کر دیجئے۔ ورنہ محض زخمی ہونے کی صورت
میں وہ آپ کے ارادے سے باخبر ہو کر ایک طرف مڑے گا اور پھر فوراً آپ
کے گھوڑے پر چھپٹ پڑے گا اور آپ کو بھی نیچے گرا لے گا۔



گذشتہ سال بھی اسی قسم کا ایک واقعہ رونما ہوا تھا۔ ہم قریب ہی ایک
چیتے کا پیچھا کر رہے تھے۔ میں اپنے عرب گھوڑے پر سب سے آگے تھا۔ اس
دست چیتا دہنی طرف مڑا۔ میں نے فوراً ہی نیزہ مارا۔ لیکن مجھ سے زیادہ
دور ہونے کی وجہ سے میرا نیزہ صرف اس کے چھاندا میرے پیچھے ہی چلا گیا
اور نہ تھا۔ چیتا ایک دم پیچھے ہٹا اور پھر اچھل کر چند سنگھ کو نیچے گرایا۔ میں اور
میرا چچا ابھائی فوراً اس کی مدد کو پہنچے مگر پھر بھی چیتے نے اس کو زخمی کر دیا۔

اور پھر قریب ہی گھنی جھاڑیوں میں روپوش ہو گیا۔ ہم نے پہلے چوندر سنگھ کو دیکھا وہ زیادہ زخمی نہیں ہوا تھا اس نے فوراً اپنی توجہ دوبارہ چیتے کی جانب کر دی۔ لیکن کوشش کے باوجود وہ جھاڑیوں سے باہر نہیں آیا۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ گلاب سنگھ کو کیپ بھیجا جائے تاکہ وہ شکاری کتے اور ایک رائفل لے آئے۔ کتے فوراً چیتے کو جھاڑیوں سے باہر نکال لاتے اور میں نے رائفل کی ایک گولی سے اس کا خاتمہ کر دیا تاکہ وہ مزید نقصان نہ پہنچاتے۔

یہاں میں نے دیکھا کہ گھاس گھوڑے کے زیر بند تک اونچی تھی لیکن اس کے درمیان سرپٹ دوڑنے کے لئے موزوں جگہ بھی تھی۔ گھاس کی اونچائی گھوڑے کے لئے فائدہ مند لیکن چیتے کے لئے نقصان دہ تھی۔ ہم تینوں اس جھاڑی کے قریب آگئے جس میں چیتا داخل ہوا تھا۔ ہم نے اس کو باہر نکالنے کی کوشش کی کیونکہ ہمیں اندازہ تھا کہ یہاں سے نکل کر کھلی جگہ پر ہوتا ہوا وہ سیدھا دوسری پناہ گاہ کو جاتے گا۔ سب کچھ میری پیشگوئی کے مطابق ہوا۔ چیتا جھاڑی سے نکل کر گھاس میں چھپ کر جانے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ہماری نظروں سے محفوظ ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔ ہم نے فوراً ہی اس کو شناخت کر لیا اور اس کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ اس کے لئے اس گھٹی گھاس میں دوڑنا مشکل تھا اس لئے اس نے چھلانگیں لگانا شروع کر دیں۔ سواری کی طرح چیتے زیادہ دور تک نہیں دوڑ سکتے۔ جونہی میں اس کی جانب بڑھا، خوش قسمتی سے وہ اس وقت چھلانگ لگا رہا تھا اور اس کا ایک پہلو میرے سامنے آگیا اور میں نے فوراً اپنا نیزہ اس کے جسم کے پار کر دیا۔ نیزہ کھا کر وہ نکل گیا۔ لیکن ساتھ ہی میرے چچیرے بھائی نے اپنے نیزے سے اس کے ضرب کاری لگا کر اس کو ختم کر دیا۔

میرے والد بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ مہاراجہ سرپر تاپ سنگھ چیتے کو نیزے سے مارنے کے ایک واقعہ پر ان سے ناراض ہو گئے۔ وہ دونوں گہرے دوست اور اپنے زمانے کے بہترین شکاری تھے۔ ان کو ایک مرتبہ اطلاع ملی کہ ایک چستارام باغ کے تھانے میں چھپا بیٹھا ہے۔

یہ عمارت اس جگہ واقع تھی جہاں موجودہ رام باغ محل بنا ہوا ہے۔ لیکن اس زمانے میں یہ ایک دیہاتی قسم کا مکان تھا اور یہاں کوئی نہیں رہتا تھا۔ اس جگہ سے چوتھائی میل مشرق میں موتی ڈونگر ہی پہاڑی کے چاروں طرف گھڑ سواری کے لئے موزوں میدان تھا۔ خیال یہ تھا کہ وہاں سے چیتے کو باہر نکالا جائے اور اس کو پہاڑی پر پہنچنے سے پہلے ہی نیزے سے ہلاک کر دیا جائے۔ معمول کے مطابق یہ دونوں ہی اس کوشش میں تھے کہ چیتے کو پہلے نیزہ مارنے کی عزت خود حاصل کریں۔

چیتے کو تھانے سے لکانے کی بڑی کوشش کی گئی لیکن سب بے سود ثابت ہوئی اور کسی نے بھی تھانے کے اندر جا کر اس کو باہر نکالنے کی جرات نہیں کی۔ لیکن والد نے یہ کام انجام دینے کی پیش کش کی۔ وہ نیزہ لے تھانے میں داخل ہوئے۔ اندر اتنا اندھیرا تھا کہ وہ تھانے میں آخر تک چلے گئے مگر چیتا نظر نہیں آیا۔ درحقیقت چیتا انہیں دیکھ کر دبے پاؤں باہر نکل آیا۔ کتوں کا ایک غول تیار کھڑا تھا۔ اس لئے جونہی چیتا باہر آیا انہوں نے فوراً ہی اس کو گھیرے میں لے لیا۔ یہ شور سن کر والد باہر آئے تو دیکھا کہ چیتا ان کے ایک پالتو کتے کو بھیجھوڑ رہا تھا یہ دیکھتے ہی والد نے نیزہ اس کے سینے کے پار کر کے اسے مار دیا۔ سرپر تاپ سنگھ جو گھوڑے پر سواری سب کچھ رہے تھے۔ ناراض ہوئے کہ ان کو دوڑنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ یہ کہتے ہوئے فوراً اپنے محل چلے گئے کہ جب تک وہ اکیلے چیتا نیزے سے نہیں مار لیں گے اس وقت تک والد سے بات نہیں کریں گے۔ خوش قسمتی سے دو دن بعد ہی کھاتی پورے سے ایک چیتے کی خبر آئی۔ سرپر تاپ تنہا ہی اپنے ایک اردلی کو ساتھ لے کر گئے اور چیتا نیزے سے مارا۔ اس کے بعد پھر والد سے خوش ہو گئے۔

اس چیتے کو شکار کرنے میں ہمیں کچھ ٹنگ وڈو نہیں کرنی پڑی۔ اس لئے ہم نے پھر سواریوں کی تلاش شروع کر دی۔ لیکن چیتا ہونے کی وجہ سے وہاں سواری نہیں تھے۔ اس لئے ہم کچھ مزید شکار کی تلاش میں رام گڑھ کی شکار گاہ کی جانب بڑھے۔

جلد ہی ہمیں ایک بڑا سواری مل گیا۔ غالباً یہ ہمیں دیکھ کر ایک جھاڑی

سے بڑے طعراق سے باہر نکلا۔ لیکن جھانسنے کی بجائے سیدھا ہم پر حملہ آور ہوا۔ ہم میں سے کوئی بھی اس کے حملے کی زد میں نہیں آیا۔ لیکن حملے سے گلاب سنگھ کا دیسی گھوڑا بہت خوفزدہ ہو گیا۔ میرے عربی گھوڑے کے کان بھی کھڑے ہو گئے اور اس کا دل خوف کے بجائے جوش سے اتنی زور سے دھڑکا کہ پسلیوں سے ٹکرانے لگا۔ ہم نے سوار کا آہستہ رفتار سے پیچھا کیا اور کوشش کرنے لگے کہ اسے گھنے جنگل سے باہر لے آئیں۔ سوار کو غالباً اب تک پتہ نہیں چلا تھا کہ ہم اس کا تعاقب کر رہے ہیں، اس لئے وہ بڑے آرام سے چلتا رہا۔ جب وہ گھنے جنگل سے کافی دور نکل آیا تو ہم بھی پھیل گئے اور اس کے پیچھے سرپٹ دوڑے۔ جونہی ہمارے گھوڑوں کی ٹاپ سوار کو اپنے نزدیک سرنائی دی تو اس نے غرا کر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ لیکن اس کو تیر لگ گیا کہ ہمارا مطلع نظر وہی ہے اس لئے اس نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ پچھلے تو ہم زیادہ تیز نہیں دوڑے۔ کیونکہ ڈر تھا کہ کہیں وہ تیزی سے واپس گھنے جنگل میں نہ گھس جائے۔ چند لمحوں بعد وہ ٹھہرا اور ہماری طرف دیکھا اور پھر تیزی سے دوڑ پڑا۔ ہم نے بھی اپنی رفتار بڑھا دی اور اس کے ساتھ ہی سوار بھی اور تیزی سے دوڑا۔ گو وہ بہت تیز دوڑ رہا تھا لیکن پھر بھی اس کی رفتار اتنی نہیں تھی کہ جلد تھک جاتا۔

وہ بہت چالاک تھا۔ راستہ میں جو بھی سہارا ملتا اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہماری نظروں سے اوچل ہونے کی کوشش کرتا۔ پھر وہ ایک دم ایک زبردست میدان میں گھس گیا۔ اور پھر ایک کھیت کی پلک ڈنڈی پر دوڑنے لگا۔ یہ جگہ ہمارے گھوڑوں کے لئے موزوں ہی تھی ان کھیتوں سے نکل کر وہ ہم سب سے کافی دور نکل گیا اور پھر گونولی کی جانب گھاس دار میدان میں چلا آیا۔ میں نے اپنے گھوڑے کی رفتار پھر تیز کی اور جب سوار کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ سوار کا منہ کھلا ہوا تھا، سانس اکھڑا ہوا تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ تھک گیا ہے۔ اب وہ ٹھہر جانا چاہتا تھا۔ اس نے ہمیں خوب دوڑایا تھا لیکن اب اس کی قوت سلب ہونے کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ وہ ایک گھاس دار علاقے میں داخل ہو گیا جہاں

تھوڑی دیر تو وہ ہماری نظروں سے بالکل اوجھل رہا۔ جب ہم اسے گھاس میں تلاش کر رہے تھے کہ ہم نے اسے اپنے عین سامنے دوڑتے ہوئے دیکھا۔ ہم بھی اس کے پیچھے دوڑے لیکن قریب ہونے پر میں نے دیکھا کہ یہ وہ سوار نہیں تھا، بلکہ کوئی دوسرا تھا۔ حقیقت میں ہوا یہ کہ پہلے والے سوار کو ایک اور سوار کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ اس لئے وہ مارا بیچ کر وہ اس میں داخل ہو گیا اور دوسرے سوار کو ہمارے مقابلے کے لئے باہر نکال دیا۔ دوسرے سوار زیادہ دور نہیں دوڑا۔ بلکہ ایک سوکھے ہوئے نلے کو چھلانگ کر پار کرنے لگا۔ لیکن فاصلے کا غلط اندازہ لگانے کے باعث اس کی حقوتھنی مخالفت کنارے سے ٹکرائی اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔

مجھے کچھ حندسی ہو گئی کہ پہلے سوار کو ہی باہر نکالوں۔ اس لئے ہم اس جگہ واپس آئے جہاں دوسرا سوار نکلا تھا۔ ہاتھ کے قریب آنے پر مجھے اس سوار کی بڑی تیر لہو آئی۔ پرانے سوار میں مستی کے زمانے لوگ بکرے کی سی لہو آتی ہے۔ یہ اس کی مستی کا زمانہ تھا۔ جب میں اس کی پناہ گاہ کی طرف بڑھا تو وہ باہر نکل آیا اور سیدھا میرے گھوڑے پر حملہ کرنے لگا۔ لیکن میں نے اس کا دار اپنے نیزے پر روکا۔ نیزہ اس کے کان کے قریب لگا۔ اس اشار میں میرے پیچھے بھاتی نے ایک نیزہ اس کے دل پر مارا جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔ اس طرح پہلے دن یہ شکار کر کے ہم واپس کیپ آ گئے۔

دوسرے دن صبح میں نے دیکھا کہ میرا وفادار عربی گھوڑا کچھ لنگڑا ہو گیا تھا۔ اس لئے میرے پیچھے بھاتی نے مجھ سے ایک ویلر گھوڑے پر سوار ہونے کو کہا۔ گزشتہ دن ہم اپنے کیپ کے مغرب میں گئے لیکن اس دن مطلع ابراؤد تھا اور فضا روشن نہیں تھی اس لئے ہم مشرق کی طرف گئے۔ جب ہم ایک کاشت شدہ کھیت سے گزر رہے تو ایک کسان ہمیں دیکھ کر دوڑا ہوا آیا اور بتایا کہ ایک سوار تھوڑی دیر ہوئی اس کے کھیت سے نکل کر پہاڑی کی جانب گیا ہے۔ ہم فوراً اس کی بتائی ہوئی سمت چل دیے اور جلد ہی دیکھا کہ ایک سوار چھارلیوں سے ہرکھاتا ہوا جا

رہا تھا۔ ہم تھوڑی دیر تک اس کا دھیمی رفتار سے پیچھا کرتے رہے کیونکہ سوڑنے ہمیں نہیں دیکھا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی اس نے اپنی رفتار تیز کر دی لیکن پھر بھی ہم جلد ہی اس تک پہنچ گئے۔ ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ اس نے لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ ہمیں نزدیک آتے دیکھ کر وہ ایک وحشیانہ غراہٹ کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ میرا نیا گھوڑا جس کا سوڑ کشی کا پہلا اتفاق تھا ڈر گیا اور مجھے اچھال دیا۔ سوڑ جلدی میں آگے نکل گیا میں اپنے پاؤں پر گر اٹھا اس لئے چوٹ نہیں آئی۔ لگام بھی میرے ہاتھ میں تھی اس لئے میں دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنی پارٹی کے افراد سے مل گیا۔

آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہم نے سوڑ کو کھلے میدان میں بے خبر کھڑا ہونے نہیں دیا۔ وہ اب یہ جان گیا تھا کہ ہم سے چھپ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ اس لئے اس نے ہم سے دو دو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے کئی مرتبہ حملہ کیا لیکن نہ تو وہ ہمارا کچھ بگاڑ سکا اور نہ ہی ہم اس کو کوئی زک پہنچا سکے کیونکہ جھاروں میں داخل ہو جاتا اور اس طرح جو بھی چیز راستہ میں آتی اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا۔ پھر اس نے گارے کی بنی ہوئی نیچی دیوار کے ساتھ ساتھ دوڑنا شروع کر دیا۔ اور جب ہم اس کا پیچھا کرتے تو کبھی وہ دیوار کے ایک طرف ہو جاتا اور کبھی دوسری طرف۔ جب تین مرتبہ اس نے یہ ہی کرتب دکھایا تو میں دیوار کے ایک جانب کھڑا ہو گیا اور میرا مین بان دوسری طرف۔ جب سوڑ نے دیکھا کہ اس کی یہ چال ناکام ہو گئی تو اس نے سامنے کھیت میں کھڑے ایک کسان پر حملہ کر دیا اور اپنی دانتی سے ایک شگاف ڈال کر اس کا پیٹ پھاڑ دیا۔ ہمارے چاروں طرف گھیر لینے کی وجہ سے وہ بہت غصہ بنا کر ہو گیا تھا۔ اور اس حالت میں جو چیز بھی اس کو نظر آتی اس پر حملہ کر دیتا۔ چاہے وہ بالکل بے ضرر ہی کیوں نہ ہو۔ کسان پر اتنا غصہ نکالنے کے بعد وہ خوشی میں پھولتا ایک طرف چلنے لگا۔

جب کسان گر اتوا اس کی پکڑ میں بھی گر کر سوڑ کے سر پر جا پڑی تھی جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں ڈھک گئیں۔ آنکھیں ڈھک جانے کی وجہ سے سوڑ کی تیز رفتاری میں کمی آگئی اور اس طرح مجھے ایک دم سے جھپٹ کر اس کے نیزہ مارنے کا موقع مل گیا۔ لیکن کسانوں کے مکان نزدیک ہونے کی وجہ سے میری راہ میں بہت سی دشواریاں تھیں اور میں اپنا نیزہ زیادہ زور سے نہ مار سکا۔ سوڑ نے جو بھی کسان کی جھونپڑی دیکھی، سیدھا اس میں گھس گیا۔ خوش قسمتی سے اس کے اندر کوئی نہیں تھا۔ سوڑ جھونپڑی کے اندر جم کر بیٹھ گیا۔ میں نے اب فیصلہ کر لیا کہ جھونپڑی میں جا کر ہی اس سے مقابلہ کیا جائے۔ اس لئے میں نے اپنے گھوڑے کی لگام کھلا کر سسٹھ کر پکڑائی۔ میں اپنے نیزے کو تیار کرتے ہوئے جھونپڑی کے دروازے کی جانب بڑھا۔ سوڑ بھی میری حرکات دیکھ رہا تھا۔ اس لئے جو بھی میں قریب پہنچا، مجھ پر جھپٹ پڑا۔ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ اگر میرا نیزہ اس کے سر پر لگ کر پھسل گیا تو وہ کسان کی طرح مجھے بھی مارا گرے گا۔ لیکن اس کے علاوہ او کوئی چارہ نہیں تھا، اس لئے میں نے اس کا حملہ روکنے کے لئے اس طرح ہی نیزہ مارنے کا فیصلہ کر لیا۔ عین اس وقت جب کہ وہ میرے قریب آیا میں نے ایک طرف ہو کر اپنا نیزہ اس کی پسلیوں میں پیوست کر دیا۔ میرے نیزے کا پھل چوڑا تھا، جس کی وجہ سے وہ دیوار اس درندے کے جسم کے اندر نہ گھسا۔ اور اس طرح میرے قریب آکر مجھے نقصان نہیں پہنچا سکا۔ میرے نیزے کا پھل اس کے اندر گھسا دیا۔ گو اس نے بڑے جھٹکے دئے کہ اس سے آزاد ہونے کی کوشش کی لیکن نیزہ کا بانس کا دستہ بہت مضبوط تھا اس لئے وہ نہیں ٹوٹا اور سوڑ میرے قریب نہیں آیا۔

سوڑ بڑی بے جگری سے مجھ تک پہنچنے اور نیزے سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک طرف تو وہ اپنی دانتی سے نیزہ چبانے اور توڑنے کی کوشش کر رہا تھا اور غصہ میں اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ دوسری طرف میں نے اپنی طاقت نیزے کے دستے پر لگاتے ہوئے دکھاتا کہ وہ میرے پاس نہ آتے۔ میں اس جدوجہد میں کامیاب رہا۔ اس لئے کہ میرے نیزے کا پھل اس کی ایک پسلی میں جا لگا اور اس طرح اس کے جسم میں زیادہ اندر



جاسکا۔ اس زور آزمائی میں کئی مرتبہ نیزہ بہت زیادہ مڑا لیکن ٹوٹا نہیں۔
میرا چیرا بھاتی مجھے اس طرح جکڑا ہوا دیکھ کر میری مدد کو آیا۔ اس کو آتے دیکھ
کر یہ وحشی اس کی طرف مڑا۔ اس کے مڑتے ہی میرا نیزہ نکل گیا اور اس
طرح مجھے ایک اور نیزہ مارنے کا موقع مل گیا۔ اس مرتبہ میں نے اس کے جسم
کے زیادہ موزوں حصہ پر ضرب کاری لگائی۔ پھر بھی کافی جدوجہد ہوئی اور
اس کے بعد یہ دلیر ستور گر گیا۔ لیکن اس کی مردہ آنکھوں سے بھی یہی جھلک
رہی تھی۔

اب ہم نے اپنی توجہ اس غریب کسان کی جانب کی جس کو ستور نے مار
کر لیا تھا۔ اس کے پاس پہنچنے پر دیکھا کہ ستور نے اس کے پیٹ پر جو شکاف
ڈالا تھا۔ اس کی وجہ سے کسان کی انٹڑیاں باہر نکل آئیں تھیں اور وہ سخت
تکلیف میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے ابتدائی طبی امداد پہنچائی۔ اس کی آنکھوں
کو اندر کیا اور اس کے پیٹ پر اس کی پگڑی پٹیٹ دی۔

پھر ایک ہیل گاڑی گرایا پرلی اور اس کو مہوہ کے ہسپتال لے گئے جو وہاں سے
چھ میل دور تھا۔ یہاں اس کو ایک مستند ڈاکٹر کی نگرانی میں چھوڑ کر واپس
آ گئے۔ بعد میں مجھے یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ وہ غریب کسان تین
دن بعد مر گیا۔

ان ہی دنوں جنرل بھی ایک مختصر چھٹی پر آ گیا۔ اس لئے دوسرے دن وہ
بھی ہماری پارٹی میں شامل ہو گیا۔ اس دن ہم پرندوں کے شکار کو گئے۔
اور اس کے دوسرے دن جب میرے سر کی گھوڑے کی لنگ دور ہو گئی۔
تو ہم ستور کشی کے لئے گئے۔ یہاں ہمیں جنرل کی بڑی خوش کن رقابت
نصیب ہوئی۔ جب ہم ستور تلاش کر رہے تو ہم نے دیکھا کہ کھلے میدان میں
ایک نیل گائے کھڑا ہماری طرف بغیر کسی خوف کے تنگ رہا تھا۔ میں نے تجو
کیا کہ نیل گائے کو دوڑایا جائے اور پھر اس کو نیزے سے مارا جائے میرے
بھائی اور چچے نے بھائی نے اس سے اتفاق کیا اور ہم نیل گائے کے تعاقب
میں دوڑ پڑے۔ ہمیں پتہ تھا کہ اگر ہم نے اس کو سانس لینے کا موقع دے
دیا تو ہم اس کو کبھی شکار نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے ہم نے شروع سے ہی
اس کا تیز رفتاری سے پیچھا کیا۔ جنرل ہم سے آگے تھا۔ جب نیل گائے مجھے
کی طرف مڑا تو مجھے اس کے نیزہ مارنے کا موقع مل گیا۔ نیزہ کا دستہ بہت
مضبوط تھا اس لئے وہ ٹوٹا نہیں بلکہ نیل گائے کے جھٹکے کی وجہ سے وہ
میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور بھاگتے ہوئے نیل گائے کے جسم میں لگا رہا
گیا۔ اس کے دوڑنے کی وجہ سے نیزے کا دستہ ہوا میں لہرا رہا تھا اور اس
کی رفتار میں کمی آگئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ کسی اور کے لئے نیل گائے کے
پاس جانا مشکل ہو گیا۔ جنرل نیزہ زنی کا ماہر تھا اس لئے اس نے اپنا نیزہ
پھینکا جو اس جانور کی پسلی پر جا لگا۔ لیکن پھر بھی یہ اچھلتا ہوا دوڑنا
رہا۔ جنرل کا نیزہ ایک مرتبہ لہرایا اور پھر زمین پر گر پڑا جو جنرل نے فوراً ہی
اٹھا لیا۔ نیل گائے نے اب حملہ کرنا شروع کر دیا۔ اور میرے چچے نے بھائی
کے گھوڑے پر جھپٹ پڑا۔ لیکن میرے بھائی نے کمال ہوشیاری سے اس
کے حملے کو اپنے نیزے کی نوک پر روکا۔ یہ میدان تقریباً کھلا تھا۔ یہاں اس
کے چھیننے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس لئے وہ اسی طرح اچھلتا ہوا تقریباً

ایک میل تک اور دوڑتا رہا۔ اس کے بعد جزل ایک دم سے اس پر چھڑا۔ اس کے ساتھ ہی نیل گاتے بھی حملہ کرنے کو مڑا۔ لیکن جزل نے اپنا نیزہ اس کی گردن کے پار کر دیا۔ اور نیزہ گردن ہی میں الکارہ گیا۔ اب نیل گاتے چند قدم تک لڑکھڑاتا ہوا گیا اور پھر زمین پر گر پڑا۔ جزل تو اپنا نیزہ اس کی گردن سے باہر نہیں نکال سکا۔ اور میرے چہرے بھائی نے اس کے دل پر اپنا نیزہ مار کر اس کو ختم کر دیا۔ اب ہمارے گھوڑے بہت زیادہ تھک گئے تھے کیونکہ نیل گاتے نے ہمیں تقریباً چار میل تک دوڑایا تھا اس لئے ہم واپس کیسپ آ گئے۔

ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ چہ پور واپس ہونے سے پہلے ایک سوڑ اور ماریں گے۔ اس لئے دوسرے دن صبح جلد روانہ ہو گئے۔ گزشتہ دن نیل گاتے کے شکار پر اتنا وقت صرف ہو گیا تھا کہ ہم سوڑوں کے علاقے میں جا ہی نہ سکے تھے۔ آج صبح بھی ہم پہلے اسی علاقے سے گزرے جہاں نیل گاتے مارا تھا یہاں ہم نے دیکھا کہ مردہ نیل گاتے کو کچھ گیدڑ اور ایک بڑا لکڑ جھکا کھا رہے تھے۔ لکڑ جھکا کو کھلے میدان میں دیکھ کر میں نے طے کیا کہ آگے بڑھنے سے پیشتر اس پر نیزہ تیز کرنا چاہئے۔ میرے دونوں بھائی بھی تیار ہو گئے۔ اس لئے ہم اس کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ میں جلد ہی اس کے قریب پہنچ گیا کیونکہ وہ نیل گاتے کھانے میں مصروف تھا اور اب اس کا پیٹ تقریباً بھر چکا تھا۔ لیکن وہ بھی میں نے اس کے نیزہ مارنے کی کوشش کی وہ کتے کی طرح ایک طرف چھٹا کر بچ نکلا۔ میرے دونوں بھائیوں نے بھی اس کو دھڑکنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ اتنا چالاک اور تیز تھا کہ ان کے ہاتھ بھی نہیں آیا۔

اس کی چالاک یہ تھی کہ جو بھی ہم نیزہ مارنے کی کوشش کرتے، وہ ایک دم سے رکتا اور پھر مخالف سمت بھاگنے لگتا۔ دوسری مرتبہ جب اس نے ایسا کیا تو میں نے بھی اپنے عربی گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اور جس لمحہ وہ کا اسی وقت اپنا نیزہ اس کے پیچھے چڑھانے کے پار کر دیا۔ نیزہ کھا کر وہ گر گیا۔ لیکن پھر اٹھا اور ابھی گھوڑی دوڑ تک ہی اپنے منہ سے خون اگلنا ہوا دوڑا تھا کہ جزل نے اس کو ایک اور نیزہ مار کر ختم کر دیا۔ لکڑ جھکا کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اگر اس کو فوراً ہی ختم نہ کر دیا جاتے تو وہ زخمی ہونے

کے باوجود خوب دوڑتا رہے اور کبھی ہاتھ نہیں آتا۔

لکڑ جھکا کا نیزہ سے شکار کرنے کے بعد ہم اس علاقے کی جانب روانہ ہوئے جہاں سوڑ ملتے تھے کیونکہ اس کو مارنے میں زیادہ تک و دو نہیں کرنی پڑی تھی۔ جب ہم اس جگہ پہنچے تو ہم نے سوڑوں کا ایک غول دیکھا جس میں چند مادہ اور دوڑتے تھے۔ لیکن جو بھی ہم نے اپنے گھوڑے ان کے پیچھے دوڑائے، وہ بھاگ گئے۔ عام حالات میں ہم سب ایک ہی سوڑ کا تعاقب کرتے، لیکن اس وقت سامان خریدنے کے لئے زیادہ ہی تھا اس لئے جب میں اپنے دونوں بھائیوں کو ایک سوڑ کا پیچھا کرتے دیکھا تو میں ایک دوسرے کے پیچھے ہو گیا تاکہ اس کو تنہا ہی مار لوں۔ میں فوراً سوڑ پر چھڑا اور جلد ہی اس کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن وہ بھی بڑا چالاک تھا۔ دوسری مرتبہ تو وہ سیدھا دوڑنا دوڑنا راستہ میں موڑ دھڑکیا کی آڑ میں ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ میدان اچھا خاصا تھا لیکن پھر بھی راستہ میں پڑے پتھر، سوڑاخوں اور گڑھوں سے ٹکراتا تھا۔ دوڑتے دوڑتے اس نے ایک نلا آگیا جو پانی سے لبریز تھا سوڑ اس میں بلا توقف کود گیا۔ چند لمحے تو وہ اس میں گھس گیا لیکن گھوڑی دیر بعد ہی دوسرے کنارے پر نمودار ہوا۔ میں اس علاقے سے پورے طور پر باخبر تھا۔ مجھے پتہ تھا کہ نالے کو چھلانگ لگا کر پار کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچی، اپنی ہاتھوں کی گرفت اس پر سخت کی اور اللہ کا نام لے کر چھلانگ لگا دی۔ دوسرے ہی لمحے میں بھی سوڑ کے ساتھ تھا۔ نلہ پار کرتے ہی ہم پھر دوڑنے لگے۔

یہ ایک نوجوان سوڑ تھا اس لئے اس نے مجھے خیر دوڑایا۔ اب میں نے دیکھا کہ اس کی دم نیچی ہوئی شروع ہو گئی، جس کا مطلب تھا کہ وہ تھک چکا ہے۔ اسے سانس لینے کی ضرورت تھی۔ اس لئے وہ قریب ہی ایک جھاڑی کے پیچھے جا کر بیٹھ گیا۔ تنہا ہونے کی وجہ سے میرے لئے اس جھاڑی سے نکالنا بہت مشکل تھا۔ لیکن گھوڑی دیر بعد وہ خود ہی باہر آ گیا اور باقی جانب راستہ اختیار کیا۔ میں بھی فوراً ہی اس کے پیچھے ہو گیا اور قبل اس کے کہ وہ جھک کر ایک طرف ہو جاتے، میں نے اپنا نیزہ اس

کے جسم کے پچھلے حصے میں پیوست کر دیا۔ قریب ہی ایک تالاب تھا، سورا
نے فوراً اس میں چھلانگ لگا دی۔ وہ جاتے ہی وہاں بیٹھ گیا۔ اس جگہ پانی
کم ہونے کی وجہ سے مجھے وہ میری طرف منہ کئے نظر آ رہا تھا۔ میں
نہیں چاہتا تھا کہ وہ تازہ دم ہو جائے۔ لیکن اس نے میرے چلانے کی پروا
نہیں کی۔ تالاب کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹی سی بگڑنڈی بھی تھی۔ میں
اس پر چلنے لگا۔ مجھے آتا دیکھ کر سورا وہاں سے نکل آیا اور پھر دوڑنے لگا۔



ابھی بگڑنڈی پر آدھا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ میرے گھوڑے کا پاؤں
پھسل گیا اور وہ تالاب کے گہرے پانی میں گر گیا۔ ہم دونوں کے وزن کی
وجہ سے ہم تالاب کے نیچے دلدل میں دھنس گئے۔ گھوڑے نے جتنی زیادہ
لٹکنے کی کوشش کی اتنا ہی وہ اندر دھنستا چلا گیا۔ میں اب گھوڑے
سے اچھل پڑا اور جدوجہد کرتا بگڑنڈی کی سخت مٹی تک پہنچ گیا۔ یہاں
پہنچ کر میں گھوڑے کی لگام پکڑ کر کھینچنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ کچھ دیر
تک کیپڑ میں پھٹک رہا۔ یہ جدوجہد اس کے لئے خاص طور سے بہت
تکلیف دہ تھی۔ کبھی تو وہ اس طرح دوڑ لگتا کہ میرے ہاتھ سے لگام
چھوٹی نظر آتی۔ ایک مرتبہ وہ اس طرح اچھلا کہ اس کے اگلے دونوں پاؤں
اوپر آ گئے لیکن دوسرے ہی لمحے واپس جا پڑا۔ بگڑنڈی کے ساتھ ہی کچھ

بگڑنڈی کے پرانے لٹھے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے گھوڑے کو ان کی
جانب کھینچا۔ لٹھے مٹی میں آدھے دبے ہوئے گھوڑا ان کی جانب بڑھتا
لیکن ہر کوشش میں ایک دوایچ سے زیادہ آگے نہ آ سکتا۔ ایسا معلوم
دیتا کہ وہ جلد ہی تھک جائے گا۔ لیکن ایک مرتبہ اس کا پاؤں لٹھے پر پڑا
ہی گیا اور پھر وہ اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کر کے بہ مزار وقت بگڑنڈی پر
اٹکیا۔ وہ بری طرح ٹانپ رہا تھا۔ سورا کے پیچھے کئی کئی میل دوڑنے کے
بعد بھی اس کی حالت ایسی نہیں ہوتی تھی۔ میں اس کی دلدل سے نکلنے کے
بعد کی قابل رحم حالت کبھی نہیں بھول سکتا۔ قسمت دیکھئے کہ ایک طرف
تو سورا جاکھٹا اور میں اپنی پارٹی سے بچھڑ گیا تھا اور دوسری
طرف میرا گھوڑا ختم ہونے کے قریب تھا لیکن آدھ گھنٹہ آرام کے بعد وہ
بچے سمجھلا اور ہم واپس کیپ آ گئے۔

جنرل اور اس کی پارٹی نے ایک سورا مار لیا تھا۔ وہ مجھ سے قریب
آدھ گھنٹہ واپس آئے کیونکہ انہوں نے کافی وقت میری تلاش میں صرف
کر دیا تھا۔ میرا گھوڑا تھک کر چور ہو گیا تھا اور آنے والا دن کیپ کا آخری
دن تھا۔ اس لئے میں نے مشورہ دیا کہ کل صبح بڑے نلے میں کتوں کا ساتھ
لے جا کر سورا اور چیلے کا شکار کیا جائے۔

آخری دن صبح جلدی جلدی ناشتر سے فارغ ہو کر ہم اپنے شکاری
کتوں کو لے کر جنگل کی سمت روانہ ہو گئے۔ شکاری کتوں کے غول میں چار
آڑی کتے، دو ڈچ، ایک فوکس ٹریٹر (جس کا نام 'جنگر' تھا) اور ایک
سندھی کتا (جس کا نام موتی تھا) شامل تھے۔ موتی ایک بڑا بہادر کتا تھا۔
پہلے تو ہم مشرق کی جانب پہاڑیوں اور نالوں میں گئے۔ یہاں ہم نے
جنگر اور دو نوڈچ کتوں کو شکار تلاش کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ کتے کچھ دیر
اگر آدھ دوڑتے رہے۔ اور تھوڑی دیر بعد انہیں بو آگئی۔ اب ہم
سب کتوں کو چھوڑ دیا۔ اور جلد ہی ہم نے انہیں ایک درخت تک پاس
کے زور سے بھونکتے ہوئے سنا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے ایک چیتا
کو اس کے اس کو درخت پر پناہ لینے پر مجبور کر دیا ہے۔ میں نے
کی وقت کہا کہ اگر کتے ہی اس کا شکار کریں تو زیادہ مزہ آئے گا۔

ایک مرتبہ جب ہم کالا پہاڑ پر شکار کے لئے گئے دکنوں نے ہی ایک چیتے کو شکار کیا تھا۔

ہم آہستہ آہستہ نیم کے اس درخت کی جانب روانہ ہوتے جس پر چیتا چڑھ گیا تھا۔ ہمیں دیکھ کر چیتا درخت سے نیچے کود گیا۔ کتے اس کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے اور جونہی وہ زمین پر آیا، بڑا سندھو کتا اس پر چھپٹ پڑا۔ اس نے اس کو گردن سے پکڑا۔ دوسرے کتوں نے بھی ہر طرف سے اس پر حملہ کر دیا۔ جلد ہی چیتا چاروں طرف سے کتوں کی گرفت میں آگیا۔ وہ غریب تو کچھ لڑ بھی نہیں سکا، کیونکہ موتی نے بڑی سختی سے اس کا گلا دبا دیا ہوا تھا۔ اس کو اس تکلیف میں دیکھ کر میں اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور ایک نیزہ مار کر اس کو اس تکلیف سے نجات دلادی۔ چیتے نے دونوں ڈاچ کتوں کو زخمی کر دیا تھا۔ گوان کے جسم زیادہ گہرے نہ تھے۔ چیتے کو ایک اونٹ کی پشت پر لے کر ہم ایک تالاب کی جانب بڑھے۔ کچھ دیر وہاں آرام کیا اور پھر سوروں کی تلاش شروع کر دی۔

ابھی ہمیں نلوں میں نیچے اوپر پھرتے کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ مجھے جگر کے بھونکنے کی آواز سنائی دی، جو اس بات کی نشاندہی کرتی تھی کہ جگر نے شکار تلاش کر لیا ہے۔ میں نے پھر تمام کتوں کو چھوڑ دیا۔ وہ آواز کی بہت دیر نہ گزری تھی۔ ہم نے بھی اپنے گھوڑوں کو اسی سمت کر لیا۔ جلد ہی ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں کتے بھونک رہے تھے اور ایک سوار کی غراہٹ بھی سنائی دے رہی تھی۔ قریب پہنچنے پر دیکھا کہ انہوں نے ایک بڑے سوار کو گھیرے میں لے لیا تھا، لیکن کتے جو قریب آتے یہ اپنے نوکیلے دانت دکھا کر ان کو منتشر کر دیتا۔ ہمیں آگے بڑھتے دیکھ کر سوار نے ہماری طرف ایک بھرپور حملہ کیا۔ گلاب سنگھ اس کے سامنے تھا اس لئے وہ اسی پر چھپا۔ اس کے گھوڑے کو تو وہ پھلانگ گیا لیکن جاتے ہوئے اپنی تھوٹھنی سے سوار کو کھینچ لے گیا۔ گھوڑا سخت خوفزدہ ہو گیا تھا۔ سوار اور سوار دونوں زمین پر ساتھ ساتھ جا کے پڑے۔ گھوڑے نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیمپ کی جانب دوڑ لگا دی۔ سوار جب زمین پر گر ا تو تمام کتے اس کے پیچھے پڑ گئے اور پریشان کرنے لگے۔ اس طرح گلاب سنگھ کھینچ نکلنے کا موقع مل گیا۔

اس کے بازو پر سوار کی تھوٹھنی لگی تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے اس کے باہر نہیں تھے۔ جس کی وجہ سے اس کے کوئی چوٹ نہیں آئی۔

سوار کی یہ پھلانگ دیکھ ہم سب ہی ششدر رہ گئے۔ اس سے پہلے میں نے اس قسم کے واقعات والد سے سنے تھے۔ اس قسم کا ایک واقعہ کھاتی پور میں ہوا تھا۔ جب والد لارڈ لارنس (وائس رائڈیا) کو سوار کشی کے لئے لے گئے تھے اور سوار ہنزلیکس کے گھوڑے کے پیچھے حصہ کو چھلا لگتا ہوا لکلی گیا تھا۔ خوش قسمتی سے سوار کو کوئی چوٹ نہیں آئی تھی۔

کتوں کو ہٹا تا ہوا سوار ایک گہرے نیلے میں اتر گیا۔ یہاں ایک طرف چوٹ کا پتھر بنانے کا ایک گڑھا تھا۔ سوار کتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس گڑھے میں ٹھس گیا تاکہ اپنا پچھلا حصہ ان کے حملوں سے بچا سکے۔ اب وہ گھوڑے وقفے سے کتوں کو سزا دینے کے لئے آگے بڑھتا لیکن فوراً اپنے اس قلعے میں واپس چلا جاتا۔ اسے پتہ تھا کہ کتوں سے چھڑکار ممکن نہیں اس لئے وہ دفاعی انداز اختیار کرتے ہوئے تھا۔

ہم کچھ دیر تو یہ جنگ دیکھتے رہے لیکن پھر سوچا کہ اس طرح تو سوار کا بال بھی ہیکا نہیں کیا جاسکے گا۔ بلکہ اگر ہم نے مدد نہ کی تو ہمارے کچھ کتے مر جائیں گے اور باقی زخمی ہو جائیں گے۔ میں گھوڑے سے نیچے اترا، لگام گلاب سنگھ کو پکڑا لی۔ اپنا نیزہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کا رخ سوار کی جانب کتوں کی مدد کو کیا۔ مجھے دیکھ کر کتوں میں بڑی جرات نمودار آئی۔ لیکن سوار اب انہیں چھوڑ کر مجھ پر حملہ آور ہوا۔ میں نے اپنے نیزے کا پھل اس کے سینے کی جانب رکھا اور جونہی وہ آگے بڑھا، پھل اس کے سینے کے پار ہو گیا اور پھر میرے وفادار کتے چاروں طرف سے کھلی کی سی تیزی سے اس پر ٹوٹ پڑے، اور اسے پھاڑنا شروع کر دیا۔ سوار پر اب بھی کوئی خاص اثر نہیں ہوا، لیکن اس اثناء میں جزل بھرنے اپنے گھوڑے سے نیچے اتر چکا تھا اور اس نے اپنے نیزے سے صرف ضرب کاری لگا کر سوار کو ختم کر دیا۔

جن علاقوں میں گھوڑے پر سوار ہو کر سوار کشی ممکن نہیں ہوتی وہاں لگا سوار کو رائفل سے مارنے کے بجائے شکاری کتوں کو ساتھ لے کر شکار

کے لئے جاتا ہوں، بہت سے اور درندے ہیں جنہیں رائفل سے مارا جاسکتا ہے۔ اس لئے کیوں نہ سوار کو گھوڑے پر سوار ہو کر نیزہ سے یا کتوں کی مدد سے ہی مارا جاتے؟

دو تازی کتے سوار نے نوحی کتے اور دو چیتے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کو واپس بھیج دینا چاہتے۔ ہم خود کچھ زیادہ نہیں دوڑ سکے تھے۔ اس لئے میں نے تجویز پیش کی کہ ہم بھی کیمپ چلیں اور کچھ ناشتہ کرنے کے بعد واپس جنگل میں آئیں اور ایک دو سوار شکار کریں۔

جزل نے والد سے سوار کو توار سے مارنا سیکھا تھا۔ لیکن بڑے سرحد سے یہ طریقہ استعمال نہیں کیا تھا اس لئے اس نے کہا کہ واپسی پر وہ اپنی توار بھی لاتے گا تاکہ توار سے سوار مارے۔ جزل ہمارے پارٹی میں سب سے زیادہ تجربہ کار سوار کش تھا اور وہ رہنے دیتی نگران مودہ گھوڑے "چکرورتی" پر سوار تھا۔ کچھ دیر بعد ہم سب اپنے پالتو گھوڑوں پر سوار نیزہ لے کر جنگل کی جانب روانہ ہو گئے۔

جنگل پہنچنے کے بعد تھوڑی دیر بعد ہی ہمیں سواروں کا ایک غول نظر آیا۔ ان میں سب سے بڑا سوار ایک جھاڑی کی آڑ سے ہمارے ہی طرف اس طرز سے بڑھا جیسے کہ وہ ہمیں مقابلے کا چیلنج دے رہا ہو۔ اس کی ہر حرکت میں لڑنے کی دعوت دے رہی تھی۔ ہم اپنی جگہ خاموش کھڑے رہے کیونکہ جہاں سوار تھا وہاں بہت سی جھاڑیاں تھیں۔ ہمیں انتظار تھا کہ یہ باہر آجائے اور اس کے بعد اسے احساس ہو جائے گا کہ ہم بھی کم نہیں ہیں۔ وہ کچھ دوسرے سواروں کے ساتھ چلنے لگا اور ہم بھی اس کے پیچھے ہوئے تاکہ ہم انہیں ایک دوسرے میدان میں لے جائیں جو تقریباً ایک میل دور تھا۔

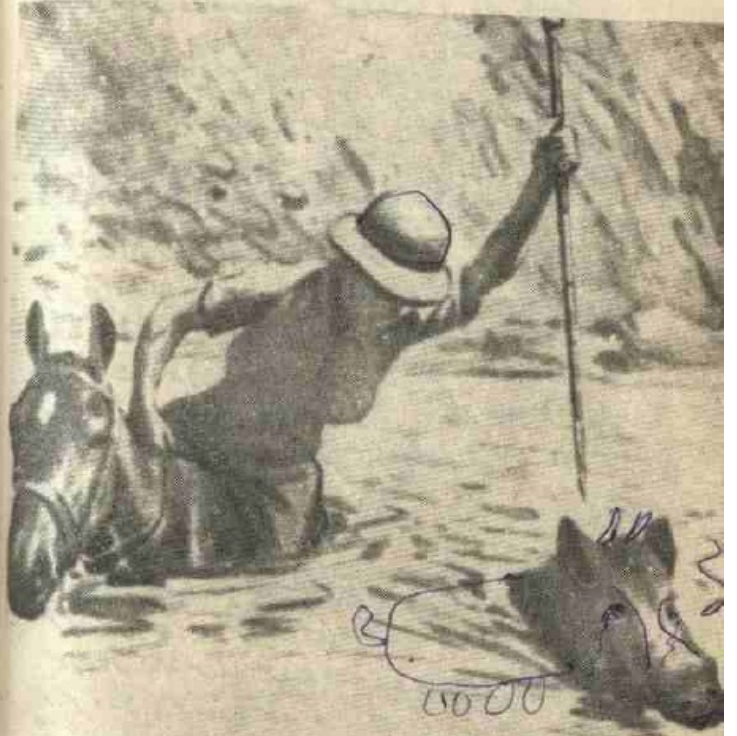
جب وہ اپنی پناہ گاہ سے کافی دور نکل آئے تو پہلے تو ہم نے اپنے گھوڑے ڈڑکی چال چلائے اور پھر دوڑا دیئے۔ لیکن چونکہ ہم نے اپنی رفتار بڑھائی انہوں نے بھی اپنی رفتار بڑھا دی۔ ہم نے ان کو زیادہ نہیں دیا یا کیونکہ ان کی پناہ گاہ بہت زیادہ دور نہیں تھی۔ اور یہ ممکن تھا کہ وہ واپس دوڑ جائیں۔ لیکن جب وہ کچھ اور آگے آئے تو ہم نے ذرا زیادہ زور ڈالا

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ایک ساتھ دوڑنے کی بجائے ادھر ادھر پھیل گئے۔ ہم نے اپنی نگاہ سواروں کے سرخنے پر رکھی جس نے ہمیں چیلنج کیا تھا اور اس ہی کے قریب پہنچ گئے۔ چونکہ سنگھ جس کو ایک سال پہلے ایک چیتے نے گھوڑے سے گر کر زخمی کر دیا تھا یہاں اس وقت سب سے آگے تھے۔ وہ

سوار پر جھپٹا۔ سوار جو اس کی حرکات بغور دیکھ رہا تھا، بڑی پھرتی سے مڑا اور اپنا سر ایک طرف جھکا (جیسے کہ نشانہ لے رہا ہو) کھلے منہ سے اس پر حملہ کر دیا۔ چونکہ سنگھ نے وار نیزے پر روکا مگر نیزہ اس کے جسم سے اچٹ گیا اور سوار نے اچھل کر سوار کا پاؤں اپنے دانتوں میں پکڑ لیا اور اتنے زور سے کھینچا کہ سوار زمین سمیت کھینچتا چلا آیا۔ سوار نے پاؤں پھر بھی نہیں چھوڑا۔ لیکن اس اثنا میں جزل سوار کو پچانے کے لئے پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنی توار سے سوار کی پشت پر ایک بھر پور وار کیا توار اس کی ریڑ کی ہڈی کو کاٹی ہوئی نکل گئی اور سوار اپنے پیچھے جھٹے پر ہی کھڑا رہ گیا۔ وہ بھاگنے کے قابل قطعی نہ رہا تھا۔ لیکن اب بھی اور اپنے آگے کے پاؤں پر ادھر ادھر ہو رہا تھا اور اس کو شش میں تھا کہ اگر موقع ملے تو ہم میں سے کسی پر حملہ کر دے۔ اس کی آنکھوں میں قاتلانہ ہیبت تھی۔ اس وقت میں اپنے گھوڑے سے اترا۔ لگام گلاب سنگھ کو پکڑاں، اپنا خنجر نکالا اور سوار کی پچھلی ٹانگیں پکڑ کر اس کو اس تکلیف سے ہمیشہ کے لئے نجات دلادی۔ وہ حقیقت میں بڑا دلیر اور آخری دم تک لڑنے والا سوار تھا۔

اب ہم نے اپنی توجہ چونکہ سنگھ کی طرف کی اور اس کے زخم دیکھے۔ خوش قسمتی سے جب سوار نے اس کا پاؤں پکڑا تو پاؤں لوسہ کی رکاب سمیت اس کے منہ میں گیا۔ اس لئے وہ ہڈی نہ چبا سکا۔ زیادہ چوڑے سنگھ کو اس وقت آئی جب وہ لبوں کے بن زمین پر گرے۔ اس کے گرتے ہی میرے پیچھے سے بھاتی نے اس کا گھوڑا پکڑ لیا تھا۔ اس نے ہم نے اس کو دوبارہ گھوڑے پر بٹھایا اور اس سے کہا کہ آہستہ آہستہ کیمپ کی جانب چلے۔

میری اور جنرل کی چھٹیاں بھی اب ختم ہو گئیں تھیں۔ اس لئے دوسرے دن ہم نے اپنا سامان باندھا اور گھر کو روانہ ہو گئے۔ یہ میرے لئے بڑی پر جوش اور یادگار تقریب تھی۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے بڑی کامیابی سے ایک چھٹیا نیزہ مار کر ہلاک کیا تھا۔



نظم در مدح خوبرو گھوڑی

یہ کہانی جو میں یہاں بیان کر رہا ہوں، پوری تو حقائق پر مبنی نہیں ہے کیونکہ میں نے اسے عام شاعرانہ بے باکی سے لکھا ہے۔ میں اپنے خاندان میں سب سے چھوٹا تھا اس لئے مجھے اپنے بڑے بھائیوں اور چچے سے بھائیوں کو تنگ کرنے میں مزہ آتا تھا۔ اس نظم میں ایک حد تک میں نے ایسا ہی کیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ میرے والد کو گھوڑوں کی بڑی پہچان تھی اور گھوڑوں کے سوداگر ان کے پاس گھوڑے فروخت کے لئے لایا کرتے تھے۔ ایک خاص سوداگر ایک بڑی عمدہ گھوڑی لے کر آیا اور کہا کہ اگر ہم میں سے کوئی اس گھوڑی پر کامیاب طریقے سے سواری کرے تو وہ یہ بلا قیمت ہمیں دے دے گا۔ لیکن اگر گھوڑی نے پھینک دیا تو ہر سواری جتنی بار بھی کوشش کرے اس کا معاوضہ سولے کی سو گھروں کی صورت میں ادا کرے گا (اس زمانے میں ایک سونے کی ٹبر آٹھ کے ایک سو پچیس روپوں کے برابر تھی)۔

یہ سوداگر دھوکے باز تھا کیونکہ اس نے زمین کے نیچے بڑی ہوشیاری سے ایک سنگھاڑا رکھ دیا تاکہ جوں ہی کوئی سواری ہو، سنگھاڑا زمین کے نیچے سے گھوڑی کی پشت پر چبھے تو وہ ہر طرح سوار سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ جب سوداگر سنگھاڑا رکھ رہا تھا تو صرف میں ہی تھا جس نے اسے ایسا کرتے دیکھا تھا۔ اس لئے میں نے نہ صرف وہ گھوڑی جیت لی بلکہ وہ مہر بھی واپس لے لی جو میرے بھائی اسی پر مار چکے تھے۔

والد مجھ سے بے حد خوش تھے کیونکہ میں نے نہ صرف شرط جیت لی بلکہ سونا بھی جیت لیا۔ اس لئے انہوں نے مجھے بلا تا مل یہ گھوڑی دے دی جو بعد میں ہمیشہ میں سواری میں استعمال کرنے لگا۔ وہ حقیقت میں بڑی عجیب و غریب گھوڑی تھی۔ سواری میں تو وہ

اتنی دیکھی جتنی کہ میں خود لیتا تھا۔ اور بعض اوقات تو ایسا معلوم
دیتا تھا کہ وہ خود ہی سو کر پکڑے گی اور کھا جائے گی۔ میں نے اس
سے زیادہ دیر زیادہ مستقل مزاج اور زیادہ سمجھ دار گھوڑی آج
تک نہیں دیکھی۔ وہ تو حقیقت میں بے مثل تھی۔



میں مندرجہ بالا اشعار میں گھوڑی کی خوبیاں بیان کیں ہیں لیکن پانچ او
باتیں ایسی ہیں جو ایک عورت میں تو خوبیاں ہوتی ہیں لیکن گھوڑی میں زبرد
خامیاں سمجھی جاتی ہیں، اس لئے میں مستقبل کے شوہروں اور شکاریوں کو
خبردار کرتا ہوں کہ :-

جو ڈھونڈھے کوئی ہمسفر زندگی کا
تو لازم ہے دیکھے یہ اعلیٰ صفات
اسی طرح جیسے کہ ایک اسب تازی کا شیدا
کرے بے نیازی زمانے سے گویا
یہی خوبیاں اس کے مرکب ہیں زہر قاتل

مود و شیرازہ سے ہوسرو نادم
طبیعت میں شوخی و تیزی نہ تندی
نہ بھائیں انہیں یہ مرغن غذا تیں
نہ ہو اس کے پاؤں میں چکڑ
غزالہ ہو لیکن
نہ جھڑکی نہ کھٹکھا اسے اس آتے

وے جس کی خواہش ہو
اک اسب لاغر کو محبوب رکھے
نہ راکب میں شعلہ نہ مرکب میں تیزی
نہ دانت کی پردہ
نہ پرواہ اس کی کہ جو ہر دکھائے
اسے چارہ اس کے سوا اور کیا ہے۔
کہ سودا چکائے

اسی طرز سے گر کوئی بہت حوا
جو چاہے تو خوبی وہی لا دکھائے
جو ایک اسب لاغر میں
کمزوریاں ہیں

سردار قبیلہ کی کھلی آنکھ سحر دم
دیکھا کہ کوئی اجنبی
ایک اسب پر پیکی و خوش رنگ پر آیا
سردار نے پوچھا کہ عوض اس کا بتاؤ
کہنے لگا وہ اجنبی، سردار کو تم
قیمت نہیں کچھ اس کی بجز یہ کہ اگر تو
نہایت بنے اس کی اسے قابو میں رکھے
دوڑائے، بھگائے ایسے میدان میں ہر شو

چھوٹا سا سنگھڑا
جز کیسری یہ نعل کسی نے نہیں دیکھا۔
چلایا امر میں تو اس انعام کی خاطر
ایک جست میں چڑھ جاؤں اس شیطان پر ہمشیار
یہ کہہ کر وہ کود اچڑھا اس گھوڑی یہ یک دم
جیسے ہی وہ کاٹھی پر لگا، گھوڑی بھی اچھلی
اور پیٹھ کے بل آ رہی مٹی پر امر بھی
وہ اجنبی چینی کہ میری شرط ہو پوری
سو مہر عطا ہوں مجھے اب عہد تھا جس کا
چہرے پر امر کے تھا عجب پاس کا عالم
اور اس کو ادھر نا پڑیں مہر میں اسی دم
وہ چلایا کہ لمے، بھڑا میں جاتے تری گھوڑی

وہ اجنبی منیسے لگا اور بولا
جو اس پر سواری کرے چھوٹا ہو بڑا
میں مفت میں انعام یہ گھوڑی اسے دوں گا
اب بھوج جو گھوڑی پر چڑھا، چڑھتے ہی اس کے
پاؤں سوئے افلاک ہوئے اور وہ دھم سے
ایک آنکھ جھپکنے میں رہا خاک پر آکر

شونہا تھنے پھر سعی کی، پر جیسے وہ بیٹھا
گھوڑی نے قدم اپنے اٹھائے
شونہا تھ کر آ کے زمین پر
اور اس نے کہا یہ کوئی شیطان ہے یقیناً
وہ اجنبی چلایا کہ سو مہر عطا ہوں
اور کون ہے اب جو میری گھوڑی نہ چڑھے گا

نقا ہر نہ کرے شائبہ بھی خوف و خطر کا
اسوار کو گر پھینک دے یہ اسب دل آزار
اسوار کہ گر جاتے گا دے گا مجھے سو مہر
شائبہ کش کا نوتا کے جگر دار قبیلے
نقا رہ بجا کر یہاں اک ایک کو بلاؤ
امر، اندر اور سردار
ہیم، بھوج اور نار
ہیں وہ سب شاہ دل شیر جگر شہسوار
گو دھن، گوندھ، کلیان
اور شیونہا تھ
یہ ہمہنی دست اور یہ جی دار
دلپ، پرتاپ، پٹن اور بھدر
ان میں فرید بحیم بری بھی
سارے خوش باش اس قبیلے کے
وہ قبیلہ تھا جس پر سب کو نانہ
فورا سبھی آگے بڑھے منیسے، اچھلتے
آخر میں تھا کیسری جو سب سے تھا چھوٹا
سردار نے سب اپنے عزیزوں کو پکارا
وہ دوڑے ہوئے آئے آواز پر اس کی
وہ اجنبی اس اسب خوش اندام سے اترا
چلایا کہ ہے مفت یہ گھوڑا اسے جو بھی
جالے کہ سواری کا ہنر کہتے ہیں کس کو
یہ کہہ کر وہ کم بخت ہنسنا ایسے کہ اس کا
ہر دانت نظر آنے لگا — اور توجہ
ہم سب کی اس چہرے پر مرکوز ہوتی تھی
پھر چپکے سے کاٹھی کے تلے اس نے چھپایا

پر سات جگہ سینا پڑا ڈاکٹر کو اس سے
گو بندھ کر کاہل تھا، بڑھا حمل کرنے معمر
موٹی تھی بہت ناک اس کی جو وسط سے ٹوٹی
گھڑی کی طرح
ہنسنا ہوا وہ اجنبی کہتا کہ سوہری ادا ہوں
اب کون سواری کے لئے آئے گا، آؤ

گھوڑی کراٹھاتی تھی قدم اپنے ہوا میں
ٹھکراتی تھی اک اک لہر کو
پھر کھاتی تھی چکر
یوں جیسے کہ پہنچ کر تھرتھرتی کا پھر سے ہے
وہ اچھلی، کودی، نابی، اچھاندی
جیسے کہ پیچ پرچ کا ہے شیطان وہ جس کو
بالا ہو کسی دکھشش نے جہنم سے منگا کر
بچھیرے ہوئے تھے ٹوٹی ہوئی بڑیاں لے کر
ہر سمت سوار اور فضا میں
ہر سمت تھی پھیلی ہوئی فریاد سی آن کی

اب کون ہے، اب کون ہے جو آئے چڑھے گا
چلا یا وہ بیری کہ تھا چرلی ہی چرلی
پھر کاٹھی پر چڑھنے کا ارادہ کیا اس نے
گھوڑی کی تھی پر غلط و غصیب میں، جو وہ اچھلی
کاٹھی سے وہ ٹھٹھکا، زمین پر رکا اگر
پھر ایک برس سیٹھنے کی تاب نہ لایا

سرواں بھی اچھا کہ چڑھے گھوڑی پر وہ بھی
گھوڑی نے زمین پر اسے دے مارا پیچ کر
پر تاپ پھر آیا، لگی گھوڑی ناپختہ
اور سر پر سے اس کے گزرا پر تاپ تڑپ کر
کلیان لپکا راکہ یہ سہرا میر سے سر ہے
پر سہرے کا ہر بھول و ہیں رہ گیا مجھ کو
پھر قسم کھاتی بھو دے لے جانے کی بازی
بازی کی جگہ کھائیں قلا بازیاں اس نے
اند چڑھا، گھوڑی نے اسے محل کے دروازے سے پھینکا
وہ کہنے لگا لوگوں سے دیکھو
میرے لئے آؤ ابھی مریم دپٹی

دلپ نے اب شرطیہ اعلان کیا
اس گھوڑی کو میں چھوڑوں گا اب مریم ہی کر کے
اک پل میں مگر گھوڑی نے دے مالا زمین پر
اور دلپ کا اب ہوش بھی باقی نہ رہا تھا
اس چٹنی کا انجام تھا یہ کہ
لوگوں نے اسے ڈولی میں ڈالا، وہ بولا
سیج پرچ یہ بڑی وحشی ہے
ہم نے کہا، یہ تو بہت سہل ہے لیکن
لازم ہے کہ معلوم ہو کچھ داؤ بھی اس کا
پر بیٹھ گیا وہ بھی نہ خوں سے ہو پتور وہیں پر

چمن نے کہا اب مجھے چڑھنے کا دو موقع
بازی یہ میری ہے۔ لیکن
ایک سال شفا خانے میں رہنا پڑا اس کو
نور دھن نے کہا کہ میں نہیں رفتار دکھاؤں

وہ اجنبی بولا کہ ادا ہو وہ دستم اب

پھر منہ سے لگا اور کہا

کیا ختم ہے اس شخص پر راٹھور قبیلہ

تب کیسری اٹھائے آنکھوں میں تبسم

اور کہنے لگا میں بھی تو کوشش کروں آخر

چلائے سبھی بھائی کر اے بھائی سنبھل کر

یہ گھوڑی نہیں مار کے چھوڑے گی یقیناً

طہرا کہا اس اجنبی نے ہنس کے سبھی سے

یہ بچہ اگر جیت لے یہ بازی تو میں بھی

وہ سونا کہ جیتا ہے اسے دے دوں گا سارا

تب کیسری بولا کہ منہ سے سا پڑھوں گا

کانوں میں اس گھوڑی کے

محفوظ رکھے گا مجھے جو ہر آہنچہ دہلائے

پھر اس نے کوئی لفظ کہا کان میں اس کے

اور گھوڑی کو تھپکی سے بھی چپکا را

پھر چپکے سے اس چھوٹے سنگھاڑے کو لگا لا

اور دو رکبیں پھینک دیا آنکھ پچا کر

پھر بولا کہ لو اب میں سکھاتا ہوں سواری

باگ مانتھوں میں تھائی چڑھا آہستہ سے اس پر

اور لے کے پھر اس کو یہاں اور وہاں پر

پھر کودا بھی، اچھلا بھی ہر اک سمت وہاں پر

حیران تھے سب گھوڑی کی تبدیلی پر

پریشان تھے جو دیکھ رہے تھے یہ مناظر

گھوڑی میں یہ تبدیلی ہوئی کس طرح آخر

پھر کیسری بولا کہ ادھر لاؤ وہ سونا اور یہ گھوڑی

منتر نے میرے بھیڑ بنایا ہے یہ شیطان
”لغت“ کے سوا اجنبی ایک حرف نہ بولا

شاہ پاش کا نوتا کے جگر دار قبیلے

نقارہ بجا کر یہاں اک اک کو بلاؤ

امرا اندر اور سردار

جمیم، جھوج اور نار

ہمیں وہ سب شاہ دل، بشیر جگر شاہ سوار

گوردھن، گوندھ، کلیان

اور شہونا تھے

یہ آہنی دست اور یہ جی دار

دلیپ، پرتاپ، چھمن اور بھور

ان میں فر بہ عجم بری بھی

سارے خوش باش اس قبیلے کے

وہ قبیلہ تھا جس پر سب کوناز

پر فخر قبیلے کے سبھی لوگ تھے خوش خوش

سمہرا کر تھا اس کا نقطہ کیسری کے سر

چاندنی رات میں سؤرکشی

۱۹۱۹ء کے موسم خزاں میں ہم نے کانوتہ میں کیمپ لگایا ہوا تھا اور باری باری شکار و گھڑ سواری سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ ایک دن ہم کھانا کھانے کے بعد کیمپ میں مصروف تھے۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ جنرل نے کہا کہ کیوں نہ آج اس چاندنی رات میں سؤرکشی کی جائے۔

اس علاقے سے ہم پوری طرح واقف تھے کیونکہ ہم نے یہاں تقریباً پندرہ دن سے کیمپ لگا رکھا تھا۔ اس علاقے میں گھوڑے گھوڑے فاصلے پر رکھتوں کی بڑی باتیں تھیں اور اونچی نیچی زمین صرف ڈھنڈی کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ تھی۔ جہاں بہت سے چھوٹے چھوٹے ٹپے موجود تھے۔ اس ندی میں پانی بارش کے موسم میں ہوتا تھا اور اس کی سطح ریتی تھی۔ جہاں گھڑ سواری میں کوئی خاص وقت پیش نہ آئی تھی۔ ہمیں یہ بھی علم تھا کہ سرکاری شکار گاہ کے سؤر رات کے وقت اس ندی سے گزرتے تھے۔ سؤروں کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی پناہ گاہ سے کھانے کی تلاش میں جس راستہ سے جاتے ہیں اسی سے واپس آتے ہیں تاکہ وہ شکار یوں سے محفوظ رہ سکیں۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد ہم تقریباً دس بجے روانہ ہوتے۔ پارٹی میں میرے سب بھائی اور بھارادر دلی بدھ سنگھ شامل تھے۔ جنرل اپنے ویسی گھوڑے "چکرورتی" پر سوار تھا جس پر اس کو بڑا اعتماد تھا۔ میں اپنی پسندیدہ خوب روگھوڑی پر سوار تھا۔ میرا خیال تھا کہ میرا گھوڑا جبل کے گھوڑے سے بہتر ہے۔ میں ہمیشہ عربی گھوڑے پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ تعاقب میں اتنی ہی دلچسپی لیتے ہیں جتنی کہ سوار۔ یہ باتیں کسی گھوڑے کو سکھاتی نہیں جاسکتی۔ یہ تو اس کی فطرت کا حصہ ہونی چاہیے۔ مجھے یقین تھا کہ رات کو میں اس ڈر کی چال بل کی سی حرکات اور دیر کی کی وجہ سے ہر مشکل سے محفوظ رہوں گا۔

ہم مغرب کی طرف روانہ ہوتے۔ ہمیں پتہ تھا کہ یہاں وہ راستہ ہے جہاں کہ سؤر پناہ گاہ سے گاہروں کے کھیت کی طرف ندی کے تقریباً ایک میل علاقے سے گزر جاتے تھے۔ ایک گھنٹہ تک ہمیں کچھ نظر نہیں آیا مگر ہم اسی سمت چلتے رہے۔ جلد ہی سردار سنگھ نے ہمارے بائیں جانب ایک متحرک چیز کی طرف اشارہ کیا۔ ہم فوراً سر پیٹ دوڑے۔ لیکن ہمیں یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ وہ بہت سست رفتار سے چل رہا ہے۔ جب ہم زیادہ قریب پہنچے تو دیکھا کہ یہ سؤر نہیں بلکہ خاد پشت ہے۔



خاد پشت گٹر کر کھانے والے جانوروں کی ایک قسم ہے۔ اس سے سامنے کے کانٹے والے دانت کافی بڑے ہوتے ہیں اور کمر اور گتہ کے لئے خاص طور سے موزوں ہوتے ہیں اس کا تمام جسم سخت باؤں اور پیروں سے بھرا ہوتا ہے۔ اس کا جسم بڑا مضبوط ہوتا ہے جس کی مہائی تقریباً ۱۶ انچ اور دم بھی ۲۴ انچ ہی ہوتی ہے۔ اس کے سر کے پیچھے حصہ اور گردن کھال بڑے ہی سخت ہوتے ہیں۔ ان کی شبابہت ہلال نما ہوتی ہے جو وہ اپنی مرضی سے اونچے نیچے کر سکتا ہے۔ ان ہلال نما بالوں کا گھیر تقریباً ۱۶ انچ ہوتا ہے۔ اس کی چھوٹی دم کھلے پروں سے ٹھکل ہوتی ہے۔ ان بالوں کے ڈھنچل بڑے پتے ہوتے ہیں۔ اس لئے جتنے ہی بڑی عجیب سی حرکتیں پیدا کرتے ہیں۔ رنگ بھورا دکھائی دیتا ہے کیونکہ بالوں پر

سفید کا لے اور بھورے رنگ کے دھبے سے ہوتے ہیں۔ اس کے پر جسم پر چھپے پڑے ہوتے ہیں اور ان کے نوکیلے سرے پیچھے کی جانب ہوتے ہیں۔ جب خار پشت کو چھیڑا جاتے۔ اس کے پر جسم پر زور قائم بناتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقع پر اس کی شکل و شبہت بڑی ڈراؤنی ہو جاتی ہے۔ عادتوں کے لحاظ سے یہ رات کو پھرنے والا جانور ہے۔ یہ گہرے سوراخوں میں رہتا ہے اور رات کو اپنی خوداک کی تلاش میں نکلتا ہے۔ اس کی خوراک زیادہ تر چڑھی بوٹیوں کی کونپلوں، درختوں کی پھال اور اسی قسم کی دوسری سبزلیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس جانور کی اپنے دشمن پر اپنی پھینکنے کی کہانی تقریباً خیالی ہوتی ہے۔ غالباً یہ کہانی اس جانور کے پروں کی ساخت اس قسم ہونے کی وجہ سے گھڑی گئی ہے کہ وہ آسانی سے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اس کے گوشت کا مزہ کمزور سوراخ کے گوشت کا سا ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس کو بہت مزے سے کھاتے ہیں اور یہ کھانے کے درمیان اکسیر ہوتا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ کچھ مسلمان اس کو مذہبی ممانعت کی وجہ سے نہیں کھاتے۔ شیر اور چیتے اس کے گوشت کے بڑے شائق ہوتے ہیں۔

اس قسم کے جانور اتنے سست رفتار ہوتے ہیں کہ پیدل چلتا ہوا آدمی اس کو پکڑ سکتا ہے۔ اس لئے آہستہ آہستہ چلنے ہی کافی تھا۔ اپنے گھوڑے کو اس سے کافی دور رکھنا بھی ضروری تھا کیونکہ اس کے نوکیلے پر بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ سردار سنگھ کو اس بات کا علم نہیں تھا اس لئے وہ ایک سے اس پر جھپٹ پڑا۔ وار خالی گیا۔ اور مزید یہ کہ خار پشت اس کے گھوڑے کی ٹانگوں میں الجھ گیا۔ گھوڑے نے دوڑ لگائی، تب کہیں جان چھوٹی میں سردار سنگھ کے بالکل پیچھے تھا، اس نے قبل اس کے کہ خار پشت حملہ کرنے کو مڑے۔ میں اس کو اپنے نیزے کے پھل پر اٹھا چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ سردار سنگھ کا گھوڑا اس کے پروں سے زخمی ہو گیا تھا۔ اس لئے میں نے اس سے کہا کہ اگر گھوڑے کے پاؤں کا معائنہ کرے دیکھنے پر پتہ چلا کہ اس کے تین پر گھوڑے کی پچھلی ٹانگوں میں گھسے ہوئے تھے۔ ان کو نکالا گیا اور اس اٹار میں میں نے اپنے بائیں جانب ایک اور جانور

پھرتے دیکھا۔ میرا بھائی اور میں اس کے پیچھے دوڑے۔ کافی دور کے بعد ہم نے اس کو جالیا، اور نیزے سے ہلاک کر دیا۔ یہ سوراخیں بلکہ ایک افریقی بچہ تھا۔ یہ سوراخ جتنا تیز تو نہیں دوڑتا مگر خار پشت سے کہیں زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے۔ اس نے بڑی پرفریب چالوں سے جان بچانے کی کوشش کی لیکن ہر حال مار گیا۔

بجڑ پست قدر چھوکی شکل کے ہوتے ہیں، گورکھ سے بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ ان کی چال اور شکل و صورت بالکل رچھ جیسی ہوتی ہے۔ دوسرے جانوروں کی طرح ان کے کان نیچے ہوتے نہیں ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو دیہاتی زبان میں بوجا کہا جاتا ہے۔ یہ دلچسپ مخلوق پورے ہندوستان میں پائی جاتی ہے۔ لیکن ہر دس میں سے نو آدمی اس کے متعلق معلومات نہیں رکھتے۔ جن لوگوں نے اس کا نام سنا ہوتا ہے وہ بھی اس کی شکل و صورت سے پوری طرح متعارف نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ دن میں اپنی چاہ نکالے سے کبھی باہر نہیں نکلتا۔ اس جانور کا رنگ بھی برا عجیب ہوتا ہے اس کا پچھلا حصہ تو گہرا کالا مگر بغلوں اور سر پر سے بھورا چمکیلا ہوتا ہے۔ اور ان دونوں رنگوں کے درمیان ایک پتلی سی سفید لکیر ہوتی جو انہیں ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے۔ ان کی جسامت کے مقابلے میں یہ بہت دلیر ہوتے ہیں۔ عام طور سے یہ انسان کو تنگ نہیں کرتے۔ لیکن میرے علم میں ایسے واقعات ہیں جبکہ مقابلہ ہونے پر انہوں نے آدمی کو جان سے مار دیا ہو۔ اگر آپ کی ملاقات بجڑ سے کسی تنگ راستے میں ہو جائے تو اس کو فوراً راستہ دے دیکھتے ورنہ وہ ایسے مواقع پر شیر سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

ان جانوروں کے پیچھے سر پٹ دوڑنے میں ہم جنگل میں اتنا شور مچا رہے تھے کہ اس کی وجہ ہمارا بڑا شکار۔ سوراخ اس ہو گیا تھا۔ بچہ کی طرح سوراخس جاندار کو ذرا دیر میں ہی پہچانتا ہے۔ بشرطیکہ وہ بچہ بغیر کھڑا رہے۔ لیکن اس میں ذرا سی بھی حرکت ان کو ہوشیار کر دیتی ہے۔ اس لئے اب ہمارے لئے کچھ دیر خاموشی رہ کر سوراخ کو انتظار کرنا ضروری تھا۔ ہم سوراخ کے راستے کے قریب ہی ایک نیم کے درخت کے

نیچے کھڑے ہو گئے اور خاموشی سے انتظار کرنے لگے۔ ابھی وہاں کھڑے آدھ گھنٹہ بھی نہیں گزر رہا تھا۔ اس راستے پر ہم نے ایک تنہا سوڑ کو آتے دیکھا۔ جب وہ ہماری مادی کی زد میں آگیا تو جزل نے ہمیں دوڑنے کا اشارہ کیا۔ اور ہم سب اس پر جھپٹ پڑے۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ سوڑ لوڑھا اور بھاری تھا، اور ہماری کامیابی کا انحصار زیادہ تر اس بات پر تھا کہ اس کو خوب دوڑایا جائے تاکہ وہ خوب تھک جائے اور اسے ٹھہرنے کا موقع نہ ملے۔

ہمارا حملہ اتنا اچانک ہوا کہ قبل اس کے سوڑ کسی طرف جانے کی سوچے میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ ایسی حالت میں، میں اسے اس علاقے میں پھیل ہوئی کچھ جھڑکیوں میں سے گزرتا ہوا دریا کے کھلے میدان میں لے آیا۔ مجھے اس بات کا خاص خیال رہا کہ وہ مجھ سے دوڑ نہ ہونے پاتے۔ یہاں پہنچ کر میں نے اپنے گھوڑے کو تیزی سے دوڑایا۔ لیکن جو نہیں میں نیزہ مارنے لگا وہ جھک کر دائیں جانب مڑ گیا۔ جزل میرے پیچھے آ رہا تھا، اس لئے اس کو ایک ستمبری موقع پیدا گیا اور قبل اس کے کہ وہ دوسری مرتبہ جھک کر مڑے، اس نے سوڑ کے نیزہ پیوست کر دیا۔ سوڑ غرایا اور جزل پر حملہ کیا، لیکن وار خالی گیا۔ اب وہ کھلا میدان چھوڑ کر شکستہ میدان کی طرف جارہا تھا۔ ہم سب بھی بڑی تیزی سے اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ یہ نظارہ اس خوبصورت چاندنی رات میں بڑا ہی دلچسپ تھا۔

بلاشبہ یہ بہت بڑا سوڑ تھا لیکن اتنے زیادہ دیر سواروں کو اپنے قتل میں دیکھ کر وہ اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا۔ لیکن جو نہیں نے ہمارے قریب پہنچ کر اس کے نیزہ چھو یا وہ واپس مڑا۔ اور شیونہ سنہ اور سارنگ پر حملہ کر دیا۔ لیکن وہ دونوں ہی بچ نکلے۔ پھر اس نے ہیری سال سنگ پر حملہ کیا۔ اس نے فوراً ہی اپنا نیزہ اس کی پشت میں پیوست کر دیا۔ سوڑ اور نیزہ کا مکڑا اتنے زور کا ہوا کہ نیزہ پیچ میں سے ٹوٹ گیا اور سوار نیچے آ پڑا۔ خوش قسمتی سے سوڑ نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ اس کی گریں لگے ہوئے بانس کے دستے کی وجہ سے وہ اپنی رفتار نہیں بڑھا سکا۔ اس نے وہ پھر مڑا اور جزل خوفناک شکل بنا کے کھڑا ہو گیا۔ اس کی پشت پر لگنے

ہوتے نیزے کے دستے نے اس کی ہڈیت میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ وہ لڑتا لڑتا چل رہا تھا۔ یہاں تک وہ دریا سے نکلے ہوئے ایک نلے کے کنارے پہنچ گیا۔ کنارے کی جانب پشت کر کے وہ ایک مرتبہ پھر بڑے ڈراؤنے انداز میں لڑنے کو مڑا۔ اب ضرورت اس بات کی تھی کہ اسے آگے بڑھ کر حملہ کرنے کی دعوت دیں اور جب وہ آگے بڑھے تو اس کو نیزے پر دوکا جاتے۔ اس خیال سے میں اس کی جانب نیم دائرہ بناتا ہوا بڑھا۔ میرے گھوڑے کو آگے بڑھتے دیکھ کر اس نے اپنے کان کھڑے کئے اور اتنی زوردار گرج کے ساتھ حملہ کیا کہ میرا گھوڑا سخت دہشت زدہ ہو کر ایک دم سے رگ گیا اور میں ہوا میں ہوا میں اڑتا ہوا اس کے سر پر سے گزرتا ہوا ایک طرف جا پڑا۔ لیکن نیزہ میں نے اب بھی سختی سے پکڑا ہوا تھا۔ اور خوش قسمتی سے میں نے نیزہ اس کے بھی مار دیا۔ جزل میرے پیچھے ہی آ رہا تھا، اس لئے اس نے بھی سوڑ کو نیزے مارنا شروع کئے اور قبل اس کے کہ وہ مجھے کچھ نقصان پہنچائے اس کو ختم کر دیا۔

چاندنی رات میں سوڑ کشی کی یہ ہماری پہلی مگر یادگار کوشش تھی۔ اور میں بڑی کامیابی بھی ہوئی۔ ہم سب جزل کے شکر گزار تھے کہ اس نے یہ واجب تجویز سوچی اور اسے عملی جامہ پہنایا۔ وہ خود بھی اس چاندنی رات میں اس شکار سے بہت لطف اندوز ہوا۔

جزل نے مجھے کہا کہ اس واقعے کو اشعار میں بیان کروں جو میں نے اندر جب ذیل نظم میں بیان کیا۔ لیکن ایک بات یقینی ہے کہ میں کبھی کسی کو چاندنی رات میں سوڑ کشی کے لئے جانے کا مشورہ نہیں دوں گا :

سہانا وقت تھا شب کا استارے جگمگاتے تھے
مجھے بس نیند کے آغوش میں کچھ دیر گزری تھی۔

کہ کچھ احباب نے اگر اٹھایا خواب غفلت سے
اٹھو! بس سوچ کے تم۔ آؤ کہ وقت شکار آیا
خزان کی شام تھی اور کس بجے تھے رات کے ہمد
لگائی اڑھم نے اپنے گھوڑوں کو۔۔۔۔۔

قطار اندر قطار آگے شکاری سوڑ مانگے

مگر آخر میں جو نکلا فقیر بے نو اہی تھا

امر کہنے لگا، "ہم آج سب کو دکھا دیں گے
سور کو نصیب شب کس طرح کرتے ہیں شکار آخر"
کہا میری نے، "یارو آج تو اس نوجوان کو بھی
مزا آجائے کرنے کا شکار آخر"
کہا سردار نے ہنس کر، "یہ تو امر آسان ہے
دیا لقمہ یہ شیوے بے خطر آجا ادھر آگے
مگر میرے ذہن میں اب بھی اپنا نرم بستر تھا
میری خواہش تھی کہ میں کاش سو یا ہی وہاں رہتا

ہوئی ایک سردار بہت بچنے لگے پتے بھی جنگل کے
نسیم تازہ کے شالوں پہ آواز سور آتی
اچانک جھاڑیوں سے بھینس جتنا ایک سور نکلا
بہت نازک خرامی سے !
نشان باندھ تو پیچھا امر اس نے لگائی اتر کھوٹے کو
شکاری دوسرے بھی اس کے پیچھے چل دیئے سر پہ
مگر مجھ میں کہاں وہ جوش رندانہ کی تدریریں
میری کھوٹی بھی دوڑی..... میں رہا لیکن سور پیچھے

امر بھی کیا شکاری تھا لگائی جان کی بازی
مگر لوٹھا سور نکلا جہاں و بدہ
خطا اس کا ہوا نیزہ
یہ اندازہ تھا اس کا شیوہ بھی جرات دکھائے گا
مگر سور نے اس طرح اس شوخ پر بولا
گرایا دونوں نشانے چت !

قبضت سے اب سردار نے زور آزمائی کی
مگر وہ پھسپھسا نکلا، گرا آگے
مجھے بڑھنے دو، اس جانب سے میری سو بولا !
سور نے رخ ادھر موڑا
مگر پیچھے ہی جھٹکے میں گرا ایسے کہ جیسے گیند پھینکا ہو
تو آئی اب میری باری !
نچھو و زار میری جان ! ادھر جنگل کا شہزادہ
مگر تھا حوصلہ میرا۔ لگائی جان کی بازی



چار مہلک حادثات (۱) کرن سنگھ

میں ۱۹۷۴ء میں جب پور کا سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا۔ مجھے کچھ دنوں پہلے جراتم پیشہ قبیلے کے افراد (تھے) کے متعلق بہت سی شکایات موصول ہوتی تھیں کہ وہ چینیل ندی کے قریب گوالیار اسٹیٹ کی سرحد سے رپا جے پور میں لوٹ مار اور قتل و غارتگری کی واردات کرتے تھے۔ کچھ یہ وارنٹ کی ڈانگ چلے جاتے۔ یہ ہیر کچر کی سرپرستی میں ڈاکوؤں کا ایک بڑا طاقت ور گروہ تھا جس نے دیہاتیوں کے دل ہلا رکھے تھے۔ مجرموں کو پکڑنے اور اس لاقانونیت کو ختم کرنے کے لئے میں نے کھنڈار کے علاقے میں ایک ہیفتے کے لئے کیمپ لگایا۔

میں صبح جلد ہی دو سووار امیر خاں اور کرن سنگھ کو لے کر گشت کو نکل جاتا تاکہ مجرموں کو پکڑ سکوں۔

میری خوش قسمتی گشت کے تیسرے دن سورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے میں انڈالا کے علاقے سے گزر رہا تھا کہ میں نے پانچ کچروں کو چینل کی گھاٹیوں میں گھسے ہوئے دیکھا۔ میں اپنے دونوں سواروں کو لے کر ان کے پیچھے سرپٹ دوڑ پڑا اور فوراً ہی ان کو جا پکڑا۔ ہمیں آتا دیکھ کر ان میں سے دو تو ایک گھاس کے ڈھیر میں گھس گئے اور تین ہمارا مقابلہ کرنے پر تیار ہو گئے۔ وہ سب بندو قوں سے مسلح تھے۔ اور ان میں سے ایک نے جلدی سے نشانہ لے کر مجھ پر فائر کر دیا۔ اس کے پاس ایک نالی تیرچ لاک بندوق تھی۔ اس کا نشانہ خطا گیا۔ اس کے بعد میں نے اس کو دوبارہ بندوق بھرنے کا موقع نہیں دیا۔ اور جھپٹ کر اپنی لمبی بانس کی لالچی سے اتنے زور کی چوٹ ماری کہ وہ فوراً ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ میرے دونوں سوار باقی دو کچروں کے پیچھے گئے جنھوں نے اپنی بندوقیں پھینک کر ادھر ادھر چھپنے کی کوشش کی مگر بالآخر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیا۔

جس شخص کو میں نے مار گرایا تھا وہ ہیر کچر تھا جو اس گروہ کا لیڈر تھا، اب وہ ہوش میں آچکا تھا۔ میری سیٹ میں ایک سروکس ریلو اور لٹکا ہوا تھا۔ اس میں ایک مضبوط بانس کی لالچی تھی۔ اس کی بندوق میں ایک گولی تھی۔



کرن سنگھ نے بیوقوفی پر کی کہ دوسرے آدمی کو اس پتیا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ میں نے یہاں ایک ڈاکو پکڑ رکھا تھا۔ امیر خاں بھی اپنا آدمی وہاں ہی لے آیا اور بڑی ہوشیاری سے ان دونوں کو ان کی پکڑیوں سے کس کر باندھ دیا گیا۔ کرن سنگھ نے اپنے شکار پر پھوٹ پانی چھڑکا اور پھر ہوش میں آنے پر اس کو بھی اندر لاکر باندھ دیا گیا۔

اس کے بعد میں نے اپنی توجہ ان دونوں آدمیوں کی طرف کی جو گھاس کے ڈھیر میں چھپ گئے تھے۔ مجھے پتہ تھا کہ یا تو وہ مقابلہ کریں گے یا موقع ملتے ہی بھاگنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے میں گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا کہ اگر بھاگیں تو ان کو پکڑوں اور سواروں سے کہا کہ گھاس کے ڈھیر کی تلاشی لیں۔ ان کو ڈرانے اور سواروں پر حملہ کرنے سے روکنے کے لئے میں نے اپنے ریلو اور سے ہوا میں دو فائر کر دیئے۔

ان دونوں بہتے تھے۔ اس لئے باہر نکلنے پر ایک نے تو کوئی مزاحمت نہیں کی۔ دوسرا کچھ دور دوڑا لیکن مجھے اپنے پیچھے ہی کھڑا پا کر واپس مڑا اور وہ کو میرے حوالے کر دیا۔ ان دونوں کو بھی باقی ڈاکوؤں کے ساتھ باندھ دیا۔

میں نے ان سب کی تلاش لینے کا حکم دیا۔ ان میں سے تین کے پاس چار سوار سپہ سالاروں کی تین تھیلیاں اور کچھ گولیاں نکلیں۔ باقی ان دو کے پاس جن کو گھاس کے ڈھیر سے نکالا گیا تھا کچھ نہیں نکلا جیسے یقین تھا کہ ان دونوں نے اپنا حصہ گھاس کے ڈھیر میں چھپا دیا ہے۔ اس لئے میں نے گھاس کے ڈھیر کی تلاش لینے کو کہا۔ وہاں سے دیہاتی عورتوں کا چاندی کا بیس لونڈو زنی زیور نکلا۔

میں نے قریب کے گاؤں امیر خاں کو روانہ کیا تاکہ چوکیدار اور پٹیل کو بلا لائے۔ ان کے ساتھ ہی گاؤں سے اور بھی بہت سے آدمی آگئے۔ وہ اپنے ان دشمنوں کو پایا بڑ بچہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ پھر ان سب مجرموں کو میرے سواروں کی نگرانی میں گھنڈا پر بٹھا دیا گیا۔ جب میں واپس اپنے کیمپ آیا تو کچھ زمینداروں نے شکایت کی کہ سواران کے کھیتوں کو ہر روز نقصان پہنچاتا ہے اور اکثر خود ان پر بھی حملہ کر دیتا ہے۔ انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ اس کو مار کر ہلاک کر دوں۔ میں نے انہیں بڑی خوشی سے یقین دلایا کہ اگلے دن صبح میں ان کی یہ شکایت رفع کر دوں گا۔

دوسرے دن صبح میں اور میرے دونوں سوارانیزوں سے مسلح ہو کر کیمپ سے روانہ ہو گئے۔ اور اس جگہ پہنچ گئے جو سواروں کی گزرگاہ تھی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہم نے سواروں کا ایک غول پہاڑی کی جانب جاتے ہوئے دیکھا۔ میں فوراً ان کے پیچھے دوڑ پڑا، لیکن اپنے سواروں کو ہدایت دینا بھول گیا جو کجیروں کا قلعہ قہر کرنے کے نو عادی تھے مگر جنگی سوار کے مقابلے میں نا تجربہ کار تھے۔ یہ دونوں سوار میرے پیچھے تو نہیں آتے بلکہ علیحدہ علیحدہ سوار منتخب کر کے ان کے پیچھے دوڑنے لگے۔ ابھی اندھیرا ہی تھا اس لئے چیزیں صاف نہیں دکھائی دیتی تھیں۔ میں نے جو سوار منتخب کیا تھا وہ نہ تھا اور کم عمر ہونے کی وجہ سے بہت تیز دوڑتا تھا۔ امیر خاں ایک مادہ کا قلعہ قہر کر رہا تھا اور کرن سنگھ جس سوار کو مارنا چاہتا تھا وہ کچھ بد مزاج قسم کا تھا۔

اس سوار نے مجھے بڑی دور تک بہت دوڑایا اور بالآخر گھنے جنگل میں

گھس گیا جہاں وہ جلد ہی گم ہو گیا۔ اور میں اس کو چھوٹک نہ سکا۔ اس لئے میں واپس مڑا اس سمت چل دیا، جدھر کرن سنگھ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے دیکھا کہ کرن سنگھ کا گھوڑا بغیر سوار کے کیمپ کی طرف واپس دوڑا جا رہا ہے۔ میں نے سوچا کہ کرن سنگھ گھوڑے سے گر گیا ہو گا اس لئے اس کا گھوڑا واپس کیمپ جا رہا تھا۔ امیر خاں کا شکار بھی اچھل ہو گیا تو وہ بھی واپس لایا۔ لیکن جب اس نے کرن سنگھ کے گھوڑے کو بغیر سوار و دوڑتے دیکھا تو اس کے پیچھے ہولیا اور کیمپ جا کر اسے واپس لایا۔ میں کرن سنگھ کی تلاش میں روانہ ہوا اور جلد ہی ایک جگہ میں نے اسے زمین پر پڑا ہوا پایا۔ اور وہ بد معاش سوار نہ صرف اس کو چھانڈ رہا تھا بلکہ اسے کھانا بھی شروع کر چکا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے بے حد غصہ آیا اور فوراً ہی سوار پر بدلہ لینے کی نیت سے جھپٹ پڑا۔ میں اس وقت غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ اور اپنی تمام قوت مجتمع کر کے سوار پر ایک پاگل آدمی کی طرح جا پڑا۔ سوار بھی بے خبر نہیں تھا۔ مجھے آتا دیکھ کر وہ لپکا اور میرے گھوڑے کے سینے پر حملہ کیا۔ اس کے اس حملے سے بچنے کا کوئی وقت نہیں تھا۔ اس نے گھوڑا اپنے آگے کے پاؤں کھڑا کر دیا اور سوار نے اس کو زخمی کر دیا۔ اس نے گھوڑے کے کچھ اس طرح کاٹا کہ زیر بند بھی کٹ گیا اور وہ زمین سمیت نیچے زمین پر آ پڑا۔ خوش قسمتی سے میں پاؤں کے بل زمین پر گر کر زمین میرے آگے تھی، اس لئے سوار نے پہلے اسی پر حملہ کیا، جس کی وجہ سے مجھے موقع مل گیا اور میں نے نیزہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑ کر پوری طاقت سے اس کے سینے میں پیوست کر دیا۔ وہ پھر بھی میری طرف ایک وحشیانہ غراہٹ کے ساتھ بڑھا۔ لیکن میرا نیزہ اس کے اندر کسی ہڈی پر جا لگا تھا، اس لئے زیادہ اندر نہیں گیا۔ اور اس طرح میں اس کو نیزہ پر روکے رہا اور وہ میرے قریب نہیں پہنچ سکا۔ اب سوار کی غراہٹ پہلے سے تیز ہو گئی اور اس نے سانس کے ساتھ اتنے زور سے خون اگلنا شروع کر دیا کہ خون سیدھا میرے چہرے پر پڑتا تھا جس کی وجہ سے میری آنکھیں تقریباً بند ہو گئیں۔

کچھ دیر میں اسی طرح رہا اور پھر محسوس کیا کہ سوار کی قوت زائل ہو رہی ہے۔ لیکن اس کا غصہ ابھی تک کم نہیں ہوا تھا۔ اس نے مجھ تک پہنچنے کی انتہائی

کوشش کی، لیکن میں اپنے فیڑے کے بانس کے دستے پر اسے روکنے لگا۔ یہاں تک کہ سورا جھکا اور ایک قلابازی کھا کر مردہ ہو گیا۔ میں خود بھی بالکل تھک چکا تھا، اور اگر سورا تھوڑی دیر اور جا رہتا تو وہ یقیناً مجھے مار گراتا۔ اب میں اس جگہ گیا جہاں کرن سنگھ زمین پر مردہ پڑا تھا۔ اس کے جسم پر سورا نے کئی گہرے زخم ڈالے تھے، اور پیٹ پر ششکائی کی وجہ سے اس کی زبان باہر آگئی تھیں۔ جن میں سے کچھ سورا غصے میں کھا چکا تھا۔ سورا کے پچھلے پاؤں پر ایک چھوٹا سا زخم تھا جس کا مطلب تھا کہ کرن سنگھ نے اس کو زخمی کیا تھا جس کی وجہ سے سورا اتنا غصناک ہو گیا۔

میرا گھوڑا ابھی میرے گردنے کے بعد بھاگ گیا تھا اس لئے اب میں ان دونوں لاشوں کے ساتھ تھنارہ گیا تھا۔ ابھی آدھ گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ میں نے امیر خاں کو کرن سنگھ کا گھوڑا پکڑے ہماری تلاش میں پھرتے دیکھا۔ کئی مرتبہ چلا کر پکارنے کے بعد اس نے میری طرف دیکھا اور پھر اس جگہ پہنچا۔

جب اس نے اپنے ساتھی کو مردہ پڑے دیکھا تو بے حد رنجیدہ ہوا، لیکن اپنے دوست کے قاتل کو بھی مردہ دیکھ کر اسے کچھ تسلی ہوئی۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں کرن سنگھ کے گھوڑے پر بیٹھ کر گاؤں جاؤں اور وہاں سے ان دونوں لاشوں کو کیپ تک لانے کے لئے دو اونٹ بھیج دوں تاکہ وہاں پر انہیں مناسب طریقے سے ٹھکانے لگایا جاسکے۔

امیر خاں کے لئے سورا کے تعاقب میں دوڑنے کا پہلا موقع تھا، وہ نوسوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ گندھی مخلوق اتنا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اس نے قسم کھائی کہ جب بھی کوئی سورا اسے نظر آیا تو وہ اپنے ساتھی کا بدلہ لے گا اور مجھ سے انتہائی کرسمے سورا کشی کے لئے لے جاؤں۔

کیپ کے آخری دن میں پھر گشت پر گیا۔ اس مرتبہ میرے ساتھ ایک تو امیر خاں اور کرن سنگھ کی جگہ چیمپ سنگھ تھا۔ ہم ریشور گھاٹی کی طرف جا رہے تھے کہ میں نے جھاڑیوں میں سے ایک بوڑھے سورا کو آتے دیکھا، غالباً وہ دوپہر کو قیلوہ کرنے گھاٹی کی جانب جا رہا تھا، لیکن خاموشی سے کنبیائیں پر جانے کے بجائے وہ ہمیں دیکھ کر ہم پر حملہ آور ہوا۔ سمیت سنگھ کو تو وہ نہ پکڑ سکا، لیکن امیر خاں کو سامنے پا کر اس نے سیدھا اس پر حملہ کر دیا اور قیلو

اس کے کہ وہ نیزہ مارے، اس کے گھوڑے کی ٹانگوں کے بیچ میں ٹھس گیا اور اسے زخمی کر کے واپس جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ اس اچانک حملے پر گھوڑا پچھلے پاؤں پر کھڑا ہو گیا، جس کی وجہ سے امیر خاں گھوڑے سے زمین پر جا پڑا۔ ایک مسلمان ہونے کی وجہ سے وہ اس گندھی مخلوق سے بری طرح نفرت کرتا تھا، اس نے سورا کی پوری برداری کو سخت گالیاں دیں، لیکن یہ گالیاں سننے سے پہلے ہی سورا غائب ہو چکا تھا۔ بوڑھا امیر خاں اور اس کا گھوڑا زیادہ زخمی نہیں ہوئے تھے، لیکن اس اچانک اور تشدد آمیز حملے سے پریشان ضرور ہو گئے تھے۔

میرا ٹور تقریباً ختم ہو چکا تھا اور میں نے واپس جانے کی تیاری مکمل کر لی تھی کہ شام کو ایک اطلاع ملی کہ تیلیر گاؤں میں ہر روز بڑے پیل کے درخت پر ایک کالا بچھگول کھانے آتا ہے، اور گزشتہ دن اس نے ایک آدمی کو بری طرح زخمی کر دیا تھا۔ دیہاتیوں نے مجھ سے انتہائی کہ میں انہیں اس تکلیف سے نجات دلاؤں۔



میرے لئے یہ بڑی ہیجان انگیز خبر تھی اور ایک ریچھ سے مقابلے کا سوچ کر میرے جسم میں خوشی و جوش کی ایک لہر دوڑ گئی۔ گاؤں کے باہر ایک کنواں

تھا اور اس کے قریب گول سے لدے دو پیل کے درخت تھے۔ گاؤں کے قریب یہ ایک ہی کنواں تھا۔ اس لئے تمام لوگ یہاں سے ہی پانی لینے آتے تھے۔ گذشتہ دن ایک جوان برہمن کسان صبح جلد ہی پانی لینے چلا گیا۔ اسے دیکھ کر کچھ نیچے اترے۔ برہمن کو زخمی کیا اور جنگل میں غائب ہو گیا۔

درخت پر چڑھے دیکھ کر بندھو کو کا نشانہ بنانا۔ شکاری کے شایان نشان بات نہیں ہے۔ لیکن اکثر اوقات اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اتنے گھنے جنگلوں میں پائے جاتے ہیں۔ جہاں ان کا قاب گھوسے پر سوار ہو کر نہیں کیا جاسکتا۔ خوش قسمتی سے یہاں کنوئیں کے پاس دو درختوں کے درمیان کھلا میدان تھا۔ اور مجھے گھوڑا دوڑانے کا موقع مل سکتا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ کچھ سوڑے مقابلے میں بہت سست رفتار ہوتا ہے۔ اور اگر وہ مجھے درخت پر مل جاتے تو اسے ہلاک کرنے کا پورا موقع مل سکتا تھا۔

میں نے خوشی سے اپنی روانگی ایک دن کے لئے ملتوی کر دی اور امیر خاں و سمیت سنگھ کو لے کر نیزوں سے مسلح ہو کر صبح چار بجے ہی کیپ سے گاؤں کی جانب روانہ ہو گیا۔ ہم جلد ہی گاؤں پہنچ گئے اور گاؤں میں کنوئیں کی محنت سے داخل ہوتے ہیں۔ وہاں آدھ گھنٹہ آرام کیا۔ یہاں تک کہ اجالا ہونے لگا۔ اس اثنا میں میں نے سب کو کنوئیں کی جانب جانے کی محافیت کر دی تھی۔ آسمان البرکود تھا اور ہلکی ہلکی بوند باندی ہو رہی تھی۔ جب صبح ہو گئی تو میں آہستہ آہستہ درخت کی جانب دیکھ کر تلاش میں روانہ ہوا لیکن قبل اس کے کہ میں اسے دیکھ پاؤں وہ ایک دھماکے سے زمین پر گر گیا۔ فوراً ہی اس پر چھپنا تاکہ اچانک حملہ کرے اس کو اچھے میں ڈال دوں۔ وہ ابھی بچا اس گڑھی ہی کیا تھا کہ مجھے قریب دیکھ کر ایک دم سے رکا اور اپنے پچھلے پاؤں کھڑا ہو کر حملہ کرنے لگا اور اسی وقت مجھے اپنا نیزہ اس کی بغل میں مارنے کا موقع مل گیا۔ نیزہ اتنا تیز لگا کہ میں اس کو نکال نہیں سکا۔ نتیجہ اس کا دستہ بیچ میں سے ٹوٹ گیا اور میرے ہاتھ میں آخری سزاہہ گیا۔ دیکھ کر بڑے خوفناک انداز میں آہ و بکا شروع کر دی، اور ساتھ ہی اپنے دانتوں سے نیزہ نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔

میں نے اپنے اردلیوں کو دیکھ کر قریب جانے سے منع کر دیا تھا۔ اس

لئے وہ دور سے صرف خاموش تماشا بنے رہے۔ اب دیکھئے آہستہ آہستہ چلنا شروع کیا۔ میں نے سمیت سنگھ سے نیزہ لیا اور اس کی جانب بڑھنے لگا۔ مجھے قریب دیکھ کر وہ پھر اپنے پچھلے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اور خوش قسمتی سے اس مرتبہ مجھے نیزہ اس کی گردن میں مارنے کا موقع مل گیا۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے اپنے پیچھے سے نیزے سے اس زور کا پھیر مارا کہ نیزہ ہی نہیں ٹوٹا بلکہ وہ میرے ہاتھ سے بھی چھوٹ گیا۔ نیزہ کا پھل اس کی گردن میں پیوست ہو چکا تھا۔ اس لئے جب اس نے نیزے پر پھیر مارا تو اس کی تکلیف میں اور اضافہ ہو گیا۔ دیکھ کر اب بیکار کھارے اور بری طرح چلتا رہا تھا۔ اب میں نے امیر خاں کا نیزہ لیا تاکہ اس کے قریب جا کر نیزہ اس کے دل پر مار دوں لیکن میرا گھوڑا اتنا خوفزدہ ہو گیا تھا کہ اس نے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ دیکھئے اتنے خوفناک انداز میں شور مچا رہا تھا کہ میں اس کو برداشت نہ کر سکا۔ اس لئے میں نے اپنا سروس رلیو اور نکال کر تین گولیاں اس کے سر پر مار دیں اور اس کو ختم کر دیا۔

جنرل نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ سنٹرل انڈیا میں مہوہ کی چھاؤنی میں مقیم تھا تو اس نے ایک دیکھ کے دل پر نیزہ مار کر اسے ایک وار میں ہی ہلاک کر دیا تھا۔ اسے بھی دیکھ کر ایک درخت پر بیٹھا ملا تھا اور جب وہ نیچے اترتا تو کھلا میدان کافی تھا، اس لئے اسے مارنے کا پورا موقع مل گیا۔ اس کے بعد میں اس قسم کے موقع کی تلاش میں رہا ہوں۔ ایک موقع پر مورٹو وگری کے قریب میں دیکھ کر نیزے سے نہیں مار سکا تھا کیونکہ وہ گھنے جنگل میں داخل ہو گیا تھا اور میرا گھوڑا اس تک نہیں پہنچ سکا۔ اور اس مرتبہ گولیاں نے نیزہ استعمال کیا تھا۔ لیکن مجھے اس کو ختم کرنے کے لئے اپنا سروس رلیو اور بھی استعمال کرنا پڑا۔

میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ دیکھ کر نیزے سے مارنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا کہ اس کو گھڑ سواری کے قابل میدان میں پانا مشکل ہے۔ دیکھئے اس طرح شکا کر کہ تاہم بدل مزہ کے لئے تو یہ ٹھیک ہے، لیکن یہ یقیناً کمر تر کھیل ہے۔ کیونکہ دیکھ کر نہ تو سوڑ جیسی رفتار ہوتی ہے اور نہ ہی وہ اس جیسا لڑاکا ہفت ہوتا۔

(۲) جو دھپور اور لور کی مہارت

مجھے جو دھپور اور لور میں سٹور کشی کے بہترین علاقے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ جو دھپور میں تو یہ علاقہ قدرتی ہے۔ لیکن لور میں یہ علاقہ خاص طور سے تیار کیا گیا تھا۔ میرے آن داتا مہاراجہ جو دھپور میں سٹور کشی کے بڑے شائق رہے ہیں۔ لیکن اپنی پولو کی مصروفیات کی وجہ سے وہ اپنے ہیڈ کوارٹر سے زیادہ دور جانا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے میں نے کھاتی پورا اور ہیر پورا کے علاقوں میں دو بہترین سٹور گاہ قائم کر دی تھیں جو بڑے شہر سے صرف چھ میل کے فاصلے پر واقع تھیں۔ یہاں موسم بہار میں بعض اوقات ہم سٹور کشی اجتماعی منقذ کیا کرتے تھے۔

کھاتی پورہ میں آٹھ سٹور ایکڑ کا رقبہ تھی دیواروں اور چھائیوں سے احاطہ کر لیا گیا تھا اور یہاں سے دو میل کے فاصلے پر ہیر پورہ میں اس سے کچھ چھوٹا رقبہ سٹور کشی کے لئے مخصوص کر لیا گیا تھا۔ ان احاطوں میں مویشیوں کا چرنا بالکل ممنوع تھا۔ اس طرح سٹور اور دوسرے جنگلی جانور یہاں بڑے سکون سے رہتے تھے اور ان کی تعداد دن دوئی اور رات چوگنی ہونے لگی۔ جو دھپور کے کیپٹن امر سنگھ جو کہ ایک اچھے پولو کھلاڑی تھے، مہاراجہ کے اصطبل کے انچارج تھے۔ مہاراجہ اہل کاروں اور مہانوں کو گھوڑے مہیا کرنا ان کی ذمہ داری تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے لئے بہترین گھوڑا چن لیتے اور مجھے بڑا معمولی گھوڑا دیتے، اس لئے کہ میں نے ایک مرتبہ کہہ دیا تھا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اچھا پولو کھلاڑی ایک تیز رفتار گھوڑے کے ساتھ سٹور کشی میں زیادہ کامیاب ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پولو اور گھوڑ دوڑ کے الٹ سٹور کشی میں جتنی زیادہ اہمیت سوار کی ہے، گھوڑا کی اتنی نہیں۔ ایک اچھا گھوڑا از بس ضروری نہیں ہوتا بلکہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ ایک اچھا شکاری جو معمولی گھوڑے پر سوار ہو، ایک اچھے گھوڑے پر سوار ہونے سے شکاری سے سبقت لے جاسکتا ہے۔ اچھے شکاری سے مطلب ایسا شکاری ہے

جو مضبوط اعصاب رکھتا ہو جس کو علاقے کا پورا علم ہو، جو اچھا شاہ سوار متعادل مزاج ہو اور جرأت مند دل رکھنے والا ہو۔ مزید یہ کہ اس کو سٹور کی عادات کی مکمل معلومات حاصل ہوں اور نیزہ زنی کی مہارت ہو۔ ان کیپٹن صاحب نے مجھے غلط ثابت کرنے کے لئے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ایک اچھا پولو کھلاڑی ایک تیز رفتار گھوڑے کے ساتھ سٹور کشی میں ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے۔ مجھے ایک حادثے میں پھنسا دیا جس میں میرا گھوڑا مارا گیا۔

۱۹۲۲ء میں جنوری کے دوسرے ہفتے میں ایک دن صبح کھاتی پورہ میں سٹور کشی کا اجتماع کیا۔ پہلی ٹیمٹ "میں مہاراجہ جو دھپور کیپٹن امر سنگھ اور کیپٹن منگل سنگھ شامل تھے۔ میں دوسری ٹیمٹ "میں تھا جس میں کیپٹن مان سنگھ آف بروڈرا اور کیپٹن پرہیت سنگھ شامل تھے۔ پہلی شکار گاہ سے اونٹوں اور بک کا دینے والوں کی مدد سے کچھ سٹور باہر لائے گئے۔ پہلی ٹیمٹ "ایک نر سٹور کے تعاقب میں دوڑ پڑی اور میرا پڑی کچھ وقت کے بعد جب اسے ایک اچھا نر سٹور کھلے میدان میں مل گیا تو اس کے تعاقب میں روانہ ہوئی۔

میں نے اپنی پارٹی کے افراد کو مشورہ دیا کہ سٹور کے پیچھے اس وقت دوڑیں جب کہ اپنی پناہ گاہ سے تقریباً دو سو گز دور آجائے اور اس طرح اس کو واپس دوڑ جانے کا موقع ملے۔ پہل پارٹی نے سٹور دیکھ کر دوڑنا



شروع کر دیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سور تھوڑی دور دوڑنے کے بعد واپس اپنی پناہ گاہ میں گھس گیا اور وہ اس کو چھوٹک نہ سکے۔ اب ان کے پاس اور کوئی سور نہیں تھا۔ اس لئے وہ ہمارے پاس کسی فالتو سور کی تلاش میں واپس آئے۔ ہماری ہیٹ میں پرواز سب سے آگے اور میں اس کے بالکل پیچھے تھا جب سور داتیں جانب جھک کر مڑا تو مجھے موقع مل گیا اور میں نے آگے بڑھ کر اپنا نیزہ اس کی پسلیوں کے پار کر دیا۔ یہ پھر ایک طرف جھک کر مڑا لیکن اس مرتبہ پر بھت سنگھ نے اپنا نیزہ اس کے پچھلے حصہ میں پھونست کر دیا۔ سور نے اب اپنی پناہ گاہ تک پہنچنے کی تمام امیدیں چھوڑ دیں اور چکر کھانا شروع کر دیتے اور جو بھی موقع ملتا اس سے فائدہ اٹھاتے ہوتے چھینے کی کوشش کرتا۔

دوسری پارٹی میں اس موقع پر پہنچی جب میں سور سے صرف تین گز کے فاصلے پر تھا اور امر سنگھ یہ سوچتے ہوئے کہ میں پہلا نیزہ ماروں گا، اپنا نیزہ گھوڑا دوڑا کر جھپٹا، اور میرے اور سور کے درمیان آگیا تاکہ مجھ سے پہلے اس کے نیزہ مارے۔ میں اس کا ارادہ بھانپ گیا۔ وہ اس کھیل کے تمام قواعد تو بڑبڑاتا تھا۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو پہلے سور کا پیچھا کر رہا ہو، جب تک وہ اپنا وار آزمانے، مداخلت نہیں کرنی چاہتے۔ ایک مہر کو چاہیے کہ دوسرے کو دھکا نہ مارے، نہ ہی تین گز کے فاصلے تک اس کے اور سوار کے پیچ میں آئے۔ لیکن میرا یہ دوست صرف پولا کے اصول جانتا تھا، اس لئے بلا جھجک مجھے روکنے کے لئے میرے سامنے آگیا۔ اس نے جلدی میں سور پر نیزہ پھینک مارا اور میرے سامنے سے دوڑاتا ہوا نکل گیا۔ جب وہ نکل گیا تو میں نے اس کا نیزہ زمین پر سے اچھلتے ہوئے دیکھا۔ وقت اتنا کم تھا اور جگہ اتنی تنگ تھی کہ میں اس سے بچ نہ سکا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نیزہ میرے گھوڑے کے پار ہو گیا جو فوراً ڈگمگایا اور ہنہنایا۔ جنرل جو میرے ساتھ ہی چل رہا تھا، اچھا یا کہ نیزہ کا پھل زمین کے نیچے گھسا ہوا ہے۔ میں فوراً نیچے اترا اور غریب گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ میں نے لگام چھوڑ دی اور نیزے کا دستہ پکڑ کر زور سے کھینچا۔ تب وہ باہر نکلا۔ ایک جانوروں کا ڈاکٹر بلا گیا لیکن اس نے

ناامیدی ظاہر کی اور تھوڑی دیر بعد گھوڑا مر گیا۔

سور میں اب بھی بہت طاقت باقی تھی اور غصے میں دانت ہمیں ربا تھا، اور جو بھی اس کے راستے میں آتا، اس پر حملہ کر رہا تھا۔ مجھے زمین پر کھڑا دیکھ کر وہ میری جانب بڑھا لیکن ہمارا اجر بے پورے مداخلت کی اور قبل اس کے کہ وہ نقصان پہنچے، ہمارا اجر بے پورے اس کے سینے میں نیزہ مار کر اسے ہلاک کر دیا۔

ایسا ہی ایک واقعہ کھارا میں ہوا تھا جب کہ جو دھپور میں انگریز ریڈیٹر کرنل سی۔ جے وندھم کا لڑکا کیپٹن آئشنوڈھم سور کشی کرنا چاہتا تھا۔ اس کھیل کے لئے جو دھپور بہت مشہور تھا۔ وہاں بہت سے گھڑ سواروں کے لئے موزوں علاقے ہیں۔ اور سواروں میں زیادہ تر اٹھو تھے۔ جنہوں نے سور کشی میں ہندوستان میں بہت نام پیدا کیا۔ ایک مرتبہ جرم ہمارا جر سرائید سنگھ جی آف جو دھپور نے کھار کے مقام پر ایک اجتماع کیا اور نوجوان وندھم نے یہ کھیل کھیلنے کی کوشش کی۔ ہمارا اجر اپنی مہمان نوازی کے لئے مشہور تھے۔ اس لئے انہوں نے اس نوجوان انگریز افسر کو یہ موقع بہم پہنچایا۔ وہ ایک دلیر اور اچھا شاہ سوار تھا۔ اس لئے پہلے دوڑ میں اس نے سب سے پہلا نیزہ مارا۔ دوسری دوڑ میں مقابلہ زیادہ سخت تھی۔ اور سونڈھم نے شروع سے ہی مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ نتائج سے بے خبر وندھم نے سور مارنے کے لئے نیزہ پھینک مارا۔ نیزہ کا پھل سور کے جسم سے پھسل گیا اور زمین پر آ پڑا لیکن پھر اچھل گیا لیکن اس مرتبہ نیزہ کا پھل گھوڑے کے جسم میں گھس کر وندھم کے سینے میں پھونست ہو گیا اور غریب وندھم موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔

یہ ان بہت سی وجوہات میں سے ایک ہے کہ میں نیزہ پھینک کر مارنے کا کبھی مشورہ نہیں دیتا۔ سور کا تعاقب کرتے وقت جب نیزہ پھینک کر مارا جاتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ یا تو سور کے گلے کے بعد یا بغیر گلے ہی چھوٹ کر زمین پر لگ کر واپس اچھل جاتا ہے اور وہ گھوڑے یا سوار کے گرد گھومتا ہے۔

ہمارا اجر جو دھپور اس وقت اپنے مہمان کی کارگزاری دور سے کھڑے

دیکھ رہے تھے۔ لیکن اس آفت کو دیکھ کر وہ میدان میں دوڑے اور سوار
کو اپنے فیزے سے ہلاک کر دیا لیکن افسوس کہ نوجوان وندہم کی جان نہ
بچ سکی۔

جو دھنور کے شاہی خاندان کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ کسی کو مصیبت
میں دیکھ کر فوراً اس کی مدد کو دوڑتے ہیں۔ چند سال پہلے کا ذکر ہے کہ گریٹ
میں ہم سب روگٹا منڈ کے جنگ موسم سے لطف اندوز ہو رہے تھے
اور جے پور اور جودھ پور میں درجہ حرارت ۸۸ ڈگری پہنچ گیا تھا۔
مہاراجہ جودھ پور کا وٹال پر ایک بڑا محل تھا جس کا نام آرٹن مور تھا۔
جہاں مہاراجہ قیام کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور مکان تھا
جس کو "ٹرس" کہا جاتا تھا، جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا۔

اس پٹیٹر کے دامن میں نیل گری کا مشہور جنگل تھا جو بہت ہی سرسبز
اور شکار سے بھرا پڑا تھا۔ مہاراجہ ان جنگلوں میں ہر دوسرے دن ندریہ
کار جاتے اور شیر یا دوسرے جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے۔ ۱۹۳۵ء
میں جب ہم وٹال ٹھہرے ہوئے تھے تو بہت سے ملاقاتی آیا کرتے جو
زیادہ تر مہاراجہ کے پاس آتے۔ اور وہ ان کو اپنے محل میں دعوت پر
مدعو کر لیتے۔ بعض اوقات مہانوں کی تعداد دھائی ہزار تک پہنچ جاتی
ڈنر اور نایچ وغیرہ ساڑھے آٹھ بجے شروع ہو کر تقریباً صبح تک
جاری رہتا۔ کچھ مہمان اعلیٰ قسم کی شراب سے اتنے مست ہو جاتے کہ صبح
س بجے سے پہلے جانے پر رونا مندا نہیں ہوتے۔ یہ وقت مہاراجہ کا شکار
پر جانے کا ہوتا اس لئے وہ اپنے بندہ ماسٹر سے یہ نغمہ بجانے کو کہتے۔
ہم آپ کو بہت پسند کرتے ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آپ کے سونے
کا وقت ہے۔ اس نغمے کا خاطر خواہ اثر ہوتا اور زیادہ تر مہمان الوداع
کہتے ہوئے جانے لگتے۔ لیکن مہاراجہ آخری آدمی کے جانے کا انتظار نہیں کر
سکتے تھے کیونکہ ان کو ساڑھے تین بجے روانہ ہونا تھا۔
وہ تیس میل دور ایک گاؤں مونا گودی جایا کرتے۔ جہاں کہ ان
شکاری پہلے پہلے سے موجود ہوتے۔ یہ جنگل شیروں سے بھرا پڑا تھا۔
لیکن پھر بھی انہیں گھنے جنگل میں تلاش کرنا گھاس کے ڈھیر میں سولی

تلاش کرنے کے مترادف تھا۔ قسمت کی بات تھی کہ اس دن جو بھی کپڑے
دور ہوا ایک نر شیر جنگل میں گزرتا ہوا دکھائی دیا۔ مہاراجہ اپنی کار سے
نکل کر اس کے پیچھے ہو گئے۔ گو کافی دور تک وہ نظر نہیں آیا لیکن کچھ
دور جانے کے بعد نظر آیا۔ وہ دو جھاروں کے بیچ سے گزر رہا تھا کہ
انہوں نے اپنی میگنیم ۳۷۵ MEGNUM رائفل سے اس کی گردن میں
گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

شیر کو دوسری کاریں ڈال کر وہ مونا گودی پہنچے تاکہ اسے جینے کے
متعلق معلومات حاصل کریں۔ ان کے شکاریوں نے اطلاع دی کہ ایک تنہا
بوڑھا بیل دیکھا گیا ہے۔ لیکن وہ بدقسمتی سے جنگل کے اس حصہ میں چلا
گیا جہاں کہ ایک دن پہلے ہی ایک مست یا تھی نے جنگل کے ایک محافظ کو
مار ڈالا تھا۔ گورنمنٹ نے اس واقعے کے مست ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

کیونکہ ایک مہینہ سے پہلے اس نے کچھ مزدوروں کو مار دیا تھا اور اس
علاقے میں مکمل سکوت چھا گیا، اور زندگی کے آثار تقریباً ختم ہو گئے تھے
یا کہ ایک ماہ تمام یا تھی کچھ عرصہ کے لئے مست ہو جاتے ہیں۔ ان کی یہ
حالت چند ہفتے تک جاری رہتی ہے۔ اگر ایک یا تو یا تھی بھی مست
ہو جاتے تو اسے دوسرے یا تھیوں سے علیحدہ کر کے مضبوط زنجیروں
سے باندھ دیا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر وہ کھل جائے اور بھاگ
نکلے تو بہت نقصان کرنا ہے اور اکثر بہت سے افراد مار ڈالتا ہے۔

مہاراجہ کچھ جنگلی یا تھیوں کو ہندوستان اور افریقہ میں شکار کر
چکے تھے۔ اس لئے ان کو مزید یا تھی شکار کرنے کی خواہش نہیں تھی۔ انہوں
نے یا تھی مارنے کا پرمٹ بھی نہیں لیا تھا۔ وہ ارنایمنا شکار کرنا چاہتے
تھے۔ اس کے متعلق سنا تھا کہ وہ بہت بڑا ہے۔ مہاراجہ بہت بے خوف
انسان تھے۔ اس لئے انہوں نے اس مست یا تھی کے متعلق خبروں کی پروا نہ
کی اور اپنے چھوٹے بھائی مہاراجہ رنجیت سنگھ اور ایک مجر کوئے کر سید سے
ارنے جینے کی جانب چل دیئے۔ تقریباً ایک میل تک جنگل مست گھنٹا تھا اور
لٹنا کی بیلوں کے پھیلاؤ کی وجہ سے بہت آہستہ اور مشکل سے چلتا پڑتا تھا۔
چلتے چلتے وہ ایک بانس کے درختوں کے جھنڈ میں پہنچ گئے۔ مگر وہاں

بھی گزرنا بہت مشکل تھا۔
 مانتھی بہت بڑا جانور ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود بعض لوگ شاید
 یقین نہ کریں کہ ایک گھنے جنگل میں جب تک وہ حرکت نہ کرے اس کا نظر
 آنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ اس کا کالے سیلڈی رنگ کا جسم جنگل کی چٹانوں
 سے مل جاتا ہے۔ اس کی سونگھنے کی قوت بہت تیز ہوتی ہے اور جوں ہی
 اس کو انسان کی بو پہنچتی ہے وہ یا تو جنگل میں غائب ہو جاتا ہے یا اگر
 مشرارت کرنے کا ارادہ ہو تو بالکل خاموش کھڑا ہو جاتا ہے اور جب
 اس کا شکار اس کی زد میں آ جاتا ہے تو حملہ کر دیتا ہے۔

بانس کے گھنے جنگل سے گزرتے ہوئے مہاراجہ نے اپنے بھائی سے
 کہا کہ وہ شکاری کو لے کر داتیں جانب چلا جائے اور خود اپنے شوگر
 کے ساتھ باتیں جانب ارے چھینے کی تلاش میں چلے۔ ان دونوں بھائیوں کو
 جڈا ہوتے ابھی مشکل سے دس منٹ ہی گزرے تھے کہ مہاراجہ ان جانے
 میں سیدھے بانس کے گھنے جھنڈ میں چلے گئے جہاں کہ مست مانتھی بے حرکت
 کھڑا تھا۔ جوں ہی ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو مست مانتھی
 نے اپنی سونڈ اٹھائی اور اپنے کان آگے لاتے ہوئے ایک زوردار
 چنگاری کے ساتھ آگے بڑھا۔ مہاراجہ کے ہونٹ اٹھان سے ہی داخل



اٹھائی اور جوں ہی سے مانتھی کے اوپر اٹھے سر پر ایک گولی مار دی گولی
 نشانے پر لگی لیکن یہ مانتھی کا آگے بڑھنا نہ روک سکی۔ مہاراجہ نے دوسری
 نال سے بالکل نزدیک سے اس کے سر پر دوسری گولی لگا دی۔ لیکن مانتھی
 اس سے بھی نہ روک سکا بلکہ وہ اب اور بھی تیز رفتاری سے بڑھا۔ شوگر جس
 کے پاس بھی رائفل تھی، غائب ہو چکا تھا۔ مہاراجہ نے دیکھا کہ رائفل
 میں کارٹوس ڈالنے کا وقت نہیں تھا، اس لئے وہ مرے اور قریب ہی ایک
 درخت کے پیچھے پناہ لینے کو دوڑے۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ وہاں پہنچیں
 مانتھی ان کو اپنی سونڈ سے پکڑ چکا تھا اور اپنے پاؤں تلے پھینکے کی کوشش کر
 رہا تھا۔ خوش قسمتی ان دو گولیوں کی وجہ سے مانتھی اتنا بدترس ہو گیا تھا
 کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ لیکن مہاراجہ اب بھی اس کی سونڈ میں جکڑے ہوئے
 تھے۔ اس مرتے ہوئے مانتھی نے جو ہل چل مچائی اس کی وجہ سے مہاراجہ
 سخت زخمی ہو گئے اور چونکہ ان کا سر کئی مرتبہ زمین سے ٹکرایا تھا اس لئے
 وہ بالکل بے ہوش ہو گئے۔ ان کا بھائی گزرا وہ دور نہیں تھا لیکن گھنا
 جنگل اور بڑی عجلت میں یہ واقعہ رونما ہونے کی وجہ سے وہ اپنے بھائی
 کو زخمی ہونے سے نہ بچا سکے۔ لیکن وہ ان کی جان بچانے میں ضرور کامیاب
 ہو گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے مہاراجہ کو مانتھی کی سونڈ میں
 جکڑا ہوا پایا۔ گو مانتھی بھی موت و حیات کی کشمکش میں تھا۔ اس نے جلدی
 سے اپنی رائفل کی دونوں نال اپنے مانتھی کے سر پر خالی کر دیں اور اس
 طرح مانتھی ختم ہو گیا۔ پھر مہاراجہ کو مردہ مانتھی کی سونڈ سے نکالا۔
 مہاراجہ کی بعض چلتا دیکھ کر اطمینان ہوا۔ مہاراجہ کے سر اور دوسرے
 زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ انہیں ابتدائی طبی امداد پہنچائی اور
 شکاری کو چاروں طرف دیکھا، لیکن مانتھی کی چنگھاڑ سن کر وہ بھی بھاگ
 گیا تھا۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ مانتھی بالکل مر گیا ہے، شکاری اور
 شوگر دونوں دوبارہ نمودار ہو گئے اور اس کے بعد ہی دوسری کار
 کی پارٹی بھی پہنچ گئی۔ مہاراجہ اجمیت سنگھ نے اس وقت تک
 بانسوں کی ایک امیر پھر تیار کر لی تھی۔ اس پر مانتھی مہاراجہ کو کار تک
 لایا گیا اور پھر فوراً اسپتال پہنچا دیا گیا۔ مہاراجہ دونوں تک یہ ہوش

رہے اور تیسرے دن ہوش میں آنے پر انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ فوراً ایک یا تھی مار کے لے کر مرٹ حاصل کر لے۔ انہیں ہسپتال سے نہیں تلختے بعد چھٹی ملی۔ پھر سیدھے اسی جنگل میں گئے جہاں ایک یا تھی مارا۔ اور پھر اس کے بعد مکمل طور سے صحت یاب ہوئے کیلئے آرام کرنے گئے۔ اپنے بچنے کے بعد اتنے جلدی مہاراجہ یا تھی مارنے کو اپنے ایک خاص عقیدہ کی وجہ سے بے چین تھے۔ عقیدہ یہ تھا کہ اس قسم کے ٹھیک حادثہ بعد دو چار ہونے کے بعد اگر کوئی فوراً اسی قسم کا دوسرا جانور شکار نہ کرے تو دوبارہ جنگل میں جاتے ہی اس پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ مہاراجہ بہت مگر طے تن و گوش کے آدمی تھے، اس لئے وہ نہ صرف ایک ماہ بعد ہی مکمل صحت یاب ہو گئے اور پھر تندرست توانا جو دھ پور واپس آ گئے۔

اس کے بعد مردلیوں میں مہاراجہ نے مجھے پوچھا کہ ان کے مقام پر تالا شکار کیلئے کس لئے مدعو کیا۔ جہاں ہم نے کل ڈھائی ہزار تالا شکار کئے جن میں سے تین سو پچاس مہاراجہ نے اپنی بندوق سے مارے۔ اس کے بعد یہ پارٹی واپس جو دھ پور آگئی۔ جہاں سے وہ مجھے صدر سمنڈ میں اپنے شکار گھر لے گئے۔ میں نے اس سے زیادہ آرام دہ مکانات کم ہی دیکھے ہیں۔ یہ ایک اپنے بلیو پر بنا ہوا تھا اور سامنے ایک بہت بڑی جھیل تھی جو مہاراجہ نے اپنے والد مہاراجہ صدر سنگھ کے نام پر بنوائی تھی۔ یہاں ایک اعلیٰ پایہ کا ڈیڑھ فارم، پولٹری فارم اور زراعتی فارم قائم تھے اور اس پاس کا علاقہ حفاظت نگاہ تھی۔ اس لئے وہاں پرشے اور دوسرے جانوروں کی بہت بڑی جھیل مرغ آبیوں اور جنسوں سے بھری پڑی تھی لیکن مہاراجہ نے انہیں شکار نہیں کیا کیونکہ وہ پہلے مگر چھوٹے شکار کرنا چاہتے تھے۔

رینگنے والے جانوروں میں مگر چھ سب سے بڑا ہوتا ہے اور ہندوستان کے تمام دریاؤں و جھیلوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر چھ اور اسی قسم کے امریکی جانوروں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح کہ بلیو تھیر (PRATHER) اور لیپورڈ (LEOPORD) میں کوئی فرق نہیں ہے

لیکن بعض دریاؤں میں ایک اور قسم کا جانور ملتا ہے جس کو گھریال کہتے ہیں۔ یہ مگر چھ سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس کے جھاڑے لمبے اور چوڑے نما ہوتے ہیں اور نذ کی ناک پر کچھ گوشہ اور پراکٹا ہوتا ہے۔ یہ صرف جھیلیاں کھاتا ہے اور جھیلوں یا تالابوں میں نہیں پایا جاتا۔ اس جھیل میں ہمارا سابقہ مگر چھ سے تھا جو بڑائی کی مجسم تصویر ہوتا ہے اس کی جسمانی ساخت کے ساتھ ساتھ عادات و اطوار بھی بہت ہی مکروہ ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہ ہر جانور سے نفرت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے ہم جنسوں سے بھی۔ یہ اس دنیا کی مکروہ ترین اور ڈراؤنی مخلوق ہوتی ہے۔ قدرت نے اس کو بڑے خوفناک نوکیلے دانت اور سخت دم عطا کی ہے جس کی وجہ سے یہ بہت ہلاکت آمیز بن جاتا ہے۔ کچھ غریب آدمی مگر چھ کھاتے ہیں اور اس کی چربی گٹے کی سیاریوں کے لئے مفید ہوتی ہے۔

نرو مادہ مگر چھ میں شناخت مشکل ہے کیونکہ ظاہری طور سے وہ دونوں ایک سے لگتے ہیں۔ مادہ مگر چھ پانی کے کنارے ریت میں اندر دیتی ہے جن کی تعداد ساٹھ سے ستر تک ہوتی ہے۔ وہ ریت کی گرمی سے ہی سینے جاتے ہیں۔ جوں ہی بچے باہر نکلتے ہیں، ان کو پانی میں جایا جاتا ہے۔

مگر چھ جب کوئی بڑا جانور پکڑتا ہے تو اس کو پانی میں لے جاتا ہے اور اس وقت تک پکڑے بیٹھا رہتا ہے، جب تک کہ وہ مر نہ جاتے وہ اپنے شکار کو کسی سنسان مقام پر لے جاتا ہے جہاں اس کو آرام سے کھاتا ہے اپنے شکار کو پنجوں سے پھاڑتا ہے۔ مگر چھ کا نگلا زیادہ بڑا نہیں ہوتا۔ لیکن اس ساخت کا ہوتا ہے کہ اس کو بڑھایا جاسکے۔ بڑے مگر چھ انسان کو آسانی سے نگل سکتے ہیں۔ ان جانوروں کا سائزان کی عمر اور آب و ہوا کے ساتھ مختلف ہوتا ہے لیکن پندرہ فٹ لمبا مگر چھ ایک نادر تحفہ ہوتا ہے۔

مگر چھ بندوق سے بڑی تعداد میں ہلاک کئے جاتے ہیں۔ لیکن اسی تنا سے وہ پانی سے باہر نہیں نکالے جاتے کیونکہ کوئی لگتے ہی وہ تڑپ کر

ہل کھاتا ہے اور فوراً ہی نیچے ڈوب جاتا ہے۔ یہ اس وقت تک اوپر نہیں آتا جب تک کہ اس کا جسم گلنا شروع نہ ہو جاتے۔ گندی ہوا سے پھول نہ جاتے، لیکن اس وقت تک اس کی کھال بے کار ہو جاتی ہے ذاتی طور سے میں ایسے پانی میں جہاں مگرچہ ہوں تیرنا برا سمجھتا ہوں اور پھر اگر مگرچہ پکڑے تو بچنے کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ چلبے مگرچہ چھوٹا ہی ہو مگر وہ اپنے شکار کو پکڑ کر پانی کے نیچے لے جاتے گا اور اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ وہ مرنے جاتے۔ میں نے اس لئے یہ اصول بنالیا ہے کہ اس جانور کو دیکھتے ہی گولی مار دیتا ہوں۔ ۱۹۲۲ء میں جب میں نے دریائے چنبل میں بذریعہ کشتی کو نمٹنے سے رامیشور تک سفر کیا تو ایک سو سے زیادہ مگرچہ مارے تھے۔ کیونکہ اس زمانے میں یہ دریا میں بڑی تعداد میں موجود تھے۔

ویسے اور بہت طریقے ہیں جن سے مگرچہ کو ہلاک کیا جاسکتا ہے مہاراجا کا بھی ان کو مارنے کا اپنا طریقہ تھا۔ وہ ہمیں اپنی کشتی پر بٹھا کر رات کو ان کی تلاش میں نکلتے۔ کشتی کے آگے ایک پریشر لیپ لگا ہوتا اور پھر بجلی کی ٹارپچ کے ذریعہ مگرچہوں کی تلاش شروع ہوتی مگرچہ کی آنکھ پر جب روشنی پڑتی ہے تو وہ تاروں کی طرح چمکنے لگتے ہیں۔ کشتی بغیر شور کے آہستہ آہستہ ان آنکھوں کی جانب لے جاتی جاتی۔ جب قریب پہنچ جاتے تو ایک چھوٹی برچھی جس پر ایک رسی بندھی ہوئی مگرچہ پر پھینکی جاتی۔ برچھی پڑتے ہی کشتی تیزی سے اس کی جانب لے جاتی جاتی اور پھر مزید برچھیاں اس کے ماری جاتیں۔ اور پھر مرنے پر مگرچہ کو کشتی میں کھینچ لیا جاتا۔ پہلے دن ہم نے دو مارے اور دوسرے دن صرف ایک ہی مار سکے۔

میں نے اس خوفناک مخلوق سے جھیلیں صاف کرنے کی ایک اور ترکیب نکالی ہے۔ میں تقریباً بیچاس گز لمبی ایک مضبوط ڈوری لے کر اس کے ایک سرے پر پکڑنے کا ایک بڑا کاٹنا باندھتا ہوں اور دوسرے پر سوکھی گھاس کی ایک ٹھٹھی۔ کاٹنے پر ایک گوشت کا ٹوٹھا لگا دیا جاتا ہے۔ پھر اس کاٹے کو کھاڑیوں میں ڈال دیا جاتا۔ جہاں کہ مگرچہ

رات کو مچھلی کی تلاش میں آتے ہیں۔ گھاس والا سہرا جھیل کے پانی پر بہتا رہتا ہے۔ مگرچہ کی سوکھنے کی قوت بہت تیز ہوتی ہے اس لئے وہ گوشت کی بو پا کر آتا ہے اور گوشت کا ٹٹے سمیت کھل جاتا ہے۔ صبح کو جب میں جا کر دیکھتا ہوں تو ان میں سے بعض اسی طرح مرنے جاتی ہیں لیکن بعض کے تنکے پانی پر بہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں ان کو اکٹھا لیتا ہوں اور کشتی کا رخ دریا کی جانب کر دیتا ہوں۔ جب مگرچہ کو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کاٹنا کھل گیا ہے تو وہ چھٹکارا حاصل کرنے کی بہت کوشش کرتا ہے مگر سب کوشش رائیگاں جاتی ہے۔ کنارے پر لا کر اس کو پانی سے باہر نکال لیا جاتا ہے اور پھر اصلی ٹرائی شروع ہوتی ہے لیکن اگر آپ ایک گولی اس کی گردن میں ماریں تو یہ کھیل جلد ختم ہو جاتا ہے۔ ان کو ہلاک کرنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ ایک او جڑی میں چوٹے کا پتھر بھر کر اس کو کسی بہنے والی چیز پر رکھ کر پانی میں ڈال دیا جاتے۔ جب یہ چیز مگرچہ کھل لے گا تو پھر چوٹے کا پتھر اس کے پیٹ میں پگھلا شروع ہو جاتے گا اور اس کی گرمی کی وجہ سے وہ پگھل ہو کر واپس کنارے کی جانب دوڑے گا۔ جہاں اس کو آسانی سے گولی کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔

تیسرا دن ہم نے مرغ آبی کے شکار پر صرف کیا اور سات سو پرندے شکار کئے جس میں بطخیں، مہنس اور ایک قسم کی چھوٹی بطخیں شامل تھیں۔ یہ مکان جھیل کے کنارے بنا ہوا تھا اس لئے میں صبح جلد ہی ایک رائفل لے کر نکل جاتا۔ ایک دن جب کہ میں ایک چھوٹی سی کھاڑی پر پہنچا تو عجیب نظارہ دیکھا۔ کچھ اود بلا۔ وہاں جمع ہو گئے تھے اور مچھلیاں شکار کر کے کھا رہے تھے۔ دو تو کنارے پر کھڑے پہرے رہے تھے۔ اور ایک ڈبلی لگا کر مچھلیاں تلاش کر کے لاتا اور تینوں آپس میں تقسیم کر کے کھا لیتے۔ میں یہ نظارہ دور سے کھڑا دیکھ رہا تھا لیکن جوں ہی میں ان کی جانب بڑھا، باہر کھڑے ہوئے دونوں پہرے داروں نے ایک چیخ ماری اور پانی ہمیں کو دو گئے۔ اور تینوں تیز کر بچ نکلنے کی کوشش کرنے لگے۔ اتفاق کہ ان میں سے ایک نے فوراً سہرا بھر نکالا اور میں

نے اسے اپنی ہائیس پور بندوق سے ہلاک کر دیا۔

اس مکان سے تھوڑے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا پلٹ فارم بنا ہوا تھا۔ ہم یہاں سے ایک دو رین کے ذریعہ سے چیتے کو باؤں مالتے دیکھتے۔ ایک دن ایک جنگلی ستور خون کی بویا کر پلٹ فارم کے نیچے آگیا۔ اور گوشت کے کسی ٹکڑے کے نیچے گرنے کا انتظار کرنے لگا جیتا تو ستور سے ڈر گیا اور اس وقت تک نیچے نہ آیا جب تک کہ ستور چلا نہیں گیا ہم نے اس چیتے کو شکار نہیں کیا کیونکہ وہ صرف دکھانے کے لئے ہی رکھ چھوڑا تھا۔

مہاراجہ نے اپنی ریاست میں چیتے شکار کرنے کا بھی ایک نیا طریقہ نکالا تھا۔ ان کے طریقے سے ایک آدمی ایک رات میں متعدد جگہ پر کئی چیتے مار سکتا تھا۔ وہ ایسا کرتے تھے کہ کسی سنٹرل مقام پر اپنا کیپ لگا لیتے اور بیس میل کے دائرے میں مختلف مقامات پر بکرے باندھ دیتے جاتے۔ وہ مقامات جہاں بکرے باندھے جاتے پہاڑ کے دامن میں ہوتے جہاں کارے جانا ممکن ہوتا تھا۔ مہاراجہ ان جگہوں کا معاہدہ کرنے اپنی شو ٹنگ کار میں رات کے کھانے سے پیشتر اور بعد میں جاتے اور جہاں کہیں بھی انہیں چیتا بکھارتا یا کھاتا نظر آتا، اس کو شکار کر لیتے۔ مجھے ایک مرتبہ مہاراجہ اسی قسم کی مہم پر اپنے ساتھ لے گئے۔ اس رات انہوں نے تین چیتے رات کے کھانے سے پہلے اور دو کھانے کے بعد مارے۔ میں اس طریقے کو چیتے شکار کرنے کا شامانہ طریقہ کہتا ہوں کیونکہ اس طرح آپ میاں پر بے حرکت بیٹھنے کی راحت سے بچ جاتے ہیں اور یہ ڈر بھی نہیں رہتا کہ آپ کی ذرا سی بھی حرکت سے چیتا ہمیشہ کے لئے غائب ہو جائے گا۔

ہندوستان میں مہاراجوں میں مہاراجہ جودھ پور ہی پہلے مہاراجہ تھے۔ جس نے ہوائی جہاز چلانا سیکھا۔ وہ بہت اچھے پائلٹ تھے اور کئی ذاتی ہوائی جہاز رکھتے تھے۔ برٹش گورنمنٹ نے ان کو انر کموڈور کا اعزازی عہدہ دیا ہوا تھا۔ وہ راکھو قبیلے کے سردار بھی تھے جو ہندوستان میں بادشاہ کی بہترین روایات رکھتے ہیں۔ جودھ پور کا رقبہ ۵۳ ہزار مربع میل ہے اور اس طرح یہ ہندوستان کی تیسری بڑی ریاست مانی جاتی تھی۔

لیکن مہاراجہ کھلاڑی ہونے کی وجہ سے بڑی سادہ اور جفاکش زندگی بسر کرتا۔ وہ پلو کو کھیلتے تھے اور ان کی اپنی ٹیم تھی جو پورے ہندوستان میں بہت مشہور تھی۔ ایک بات میرے میزبان میں خاص تھی وہ یہ کہ وہ اپنے مہانوں اور رعایا پر بے دریغ خرچ کرتے لیکن اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے تھے۔ ان کا لباس، خوراک اور رہنے کا طریقہ بہت سادہ تھا۔ ان کا ہندوستان میں سب سے زیادہ شاندار محل تھا۔ لیکن وہ ایک سادہ مکان میں رہنے کو ترجیح دیتے تھے۔

ان کے ساتھ ایک بہت ہی پر لطف ہفتہ گزار کر میں نے ان سے واپس جے پور جانے کی اجازت چاہی کیونکہ وہاں سوائی مادھو پور میں ایک ہفتہ شکار کا پروگرام بنایا تھا۔ جہاں میرے ان دو تا مہاراجہ جے پور کے بہت سے انگریز اور امریکی مہمان مدعو تھے۔



(۳) میرے گھوڑے کی گردن ٹوٹ گئی

میں نے آؤ اگر ٹھہ میں کیمپ لگایا ہوا تھا، ایک دن صبح میں سوروں کی تلاش میں نکلا ہوا تھا کہ میں نے ایک بڑے سورو کو کھلے میدان میں آہستہ آہستہ جاتے ہوئے دیکھا۔ میں فوراً اس کے تعاقب میں دوڑ پڑا اور آدھ میل کی دوڑ میں ہی میں اس کے بہت قریب پہنچ گیا۔ اور مجھے یقین تھا کہ میں فوراً اس کے نیزہ مار دوں گا۔

جب میں اس سے تقریباً ایک گز دور تھا تو میں نے دیکھا سورو مجھے بغور دیکھ رہا ہے۔ میں نے فوراً اپنا نیزہ اس کی سمت کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ باتیں جانب مڑ جائے گا لیکن وہ اچانک دائیں جانب مڑ گیا۔ میرا گھوڑا اتنی تیزی سے نہیں مڑ سکا، اور قبل اس کے کہ میں مڑوں وہ میرے کچھ قریب آ گیا۔ یہ سخت سیم زدہ زمین تھی اور چاروں طرف پانی کے چھوٹے چھوٹے گڑھے سے بے ہوتے تھے۔ سورو نے اپنا رخ ان پانی کے گڑھوں کی طرف کر لیا تاکہ ایک طرف تو وہ مجھ سے چھٹکا حاصل کرے اور دوسری طرف پانی پی کر تازہ دم ہو جائے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ سورو تیر نہیں سکتا۔ لیکن یہ غلط ہے میں نے اسے تقریباً بھی اور اپنے بچاؤ کے لئے بھی تیرتے دیکھا ہے۔ پانی کے قریب اگر اسے زیادہ تنگ کیا جائے تو وہ سب سے پہلے تیر کر بچ نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔

سورو کے سامنے اس وقت پانی کا ایک بڑا جوہڑ تھا اور وہ فوراً سیدھا اس کی جانب بڑھا۔ یہ کافی لمبا جوہڑ تھا لیکن چوڑائی صرف پچاس گز کے قریب تھی۔ اس میں زمین بالکل سخت نظر آتی تھی۔ سورو سیدھا پانی میں کود گیا اور تیرنا شروع کر دیا۔ میرا گھڑا سوار دلی دھان سنگھ جوہڑ کے دوسری جانب جانے کے لئے تھریڈ دوڑ پڑا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں بھی ایسا کروں تو ہو سکتا ہے کہ سورو میری نظروں سے

اوجھل ہو جاتے اس لئے میں نے اپنے گھوڑے کو پانی میں چلنے پر ہی اکسایا۔ چند گز چلنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ پانی گہرا ہے اور میرا گھوڑا تیر رہا ہے۔ لیکن میرے وزن کی وجہ سے اس کو تیرنے میں وقت محسوس ہو رہی تھی۔ میں فوراً ہی زمین سے ایک جانب کود گیا۔ اور ایک لمحہ میں نیزہ پکڑے ہوئے گھوڑے کے ساتھ ساتھ تیرنے لگا۔ اپنے باتیں ماتھے سے لگام تھامے میں گھوڑے کو سورو کی جانب بڑھا رہا تھا۔ سورو گھوڑے سے زیادہ تیز دوڑ رہا تھا اس لئے وہ جلد ہی دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ میرے کنارے پہنچنے تک وہ تقریباً سو گز دور جا چکا تھا۔ سورو، میرا گھوڑا اور میں خود پانی سے تازہ دم ہو گئے تھے۔ اور اب دوبارہ دوڑ شروع ہو گئی۔

چند لمحوں میں، میں سورو سے تقریباً تین گز دور رہ گیا تھا، اس لئے زیادہ آگے نہیں دیکھ رہا تھا اور اپنی تمام تر توجہ سورو پر نیزہ مارنے کے لئے لگائے ہوئے تھی کہ سورو اچانک میرے سامنے سے غائب ہو گیا۔ خدا کی پناہ! وہ تو سامنے نہر میں چھلانگ لگا چکا تھا۔ یہ نہر صرف آٹھ فٹ چوڑی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور نہر تھی اور ان دونوں کے بیچ میں تقریباً تین فٹ چوڑی پگڈنڈی تھی۔ ان نہروں کے کنارے اونچے نہیں تھے بلکہ سطح زمین کے برابر ہی تھے۔ اس لئے ان کو ذرا فاصلے سے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ جب یہ نہر سامنے آئی تو اس وقت دوڑتے ہوئے گھوڑے کو روکنا مشکل تھا اور پھر پہلی نہر دیکھ کر میں نے سوچا کہ اس کو چھلانگ لگا کر پار کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے میں نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

اگر تم چاہتے ہو جست کرنا۔ دیکھ لو پہلے،
اگر تم جست کرنا چاہتے ہو
دور تک نظریں نہ دوڑاؤ
کہ جو آسان راستے ہیں
کھٹن ہو جائیں گے بل میں
جو پہلے ہی سے مشکل ہیں وہ ہو جائیں گے مشکل تر

بچاڑ اگھوڑ اپہل نہر اور پگڈنڈی پار کر گیا لیکن دوسری نہر پار نہ کر سکا اور اس کا سر بڑے زور سے دوسرے کنارے سے ٹکرایا۔ میں بھی نیزہ سمیت قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر اڑ پڑا۔ اس ٹکر کی وجہ سے میرے گھوڑے کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ اور ستر دونوں نہریں پار کر کے گئے کھیتوں کی جانب نکل گیا۔

نہروں کے دوسری طرف کچھ جھونپڑیاں تھیں اور جب ستر کھلے میدان سے جا رہا تھا تو گاؤں کے چند گھنے اس کی طرف دوڑے جس کی وجہ سے ستر پیچھے مڑ کر لڑنے کو تیار ہو گیا۔ دھان سنگھ نے جب مجھے گرتے دیکھا تو وہ نہر کی اس جانب بڑھا جہاں کہ گھات تھا اور پھر فوراً ہی میرے پاس پہنچ گیا۔ مجھے کوئی چوٹ نہیں آتی تھی، اس لئے میں نے اس کا گھوڑا لیا اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں کتے ستر کو پریشان کر رہے تھے۔ کتوں نے یقیناً اسے روکنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ جھونپڑیوں سے کچھ آدمی کتوں کے جھونکنے کی آواز سن کر باہر آ گئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے کتوں نے ایک ستر گھیر لیا ہے تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے پہنچ گئے۔ ان کے پیچھے ان کی عورتیں بھی ستر کا گوشت حاصل کرنے کے لئے آ گئیں۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ سب جانور جانتے ہیں کہ کتے انسان کے غلام ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر وہ انسان کو دیکھ لیں تو وہ کتوں کو چھوڑ کر اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اس لئے اب جب کہ آدمی نزدیک آ گئے تو ستر نے کتوں کو تو ادھر ادھر کر دیا۔ اور سب سے آگے آئے وائے آدمی پر حملہ کر کے گرا دیا۔ اس وقت میں اچانک واپس وار دہوا۔ ستر نے مجھے بڑھتا ہوا دیکھ کر کتوں اور اس آدمی کو چھوڑ دیا اور میری جانب بڑھا۔ میں نے اپنے گھوڑے کو تھوڑا بائیں جانب کیا اور ستر کو اپنے نیزے کے پھل برد کا، جس کی وجہ سے وہ مزید آگے نہ بڑھ سکا۔ وہ اب بھی بڑے پر جوش طریقے سے مجھ سے اور میرے گھوڑے سے لڑتا رہا۔ کتے ابھی وہیں موجود تھے اس لئے ستر نے ایک کتے کو ہوا میں اچھال دیا اور جوں ہی وہ زمین پر آیا، اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ جب ستر کتے کو پھاڑ رہا تھا تو میں نے اپنے

نیزے سے ضرب کاری لگا کر اس کو ہلاک کر دیا۔ اس آدمی کو زمین پر مردہ پڑے اور کچھ آدمیوں کو اس کے گرد جمع کر کے میں نے سوچا کہ یہ لوگ سب الزام مجھ پر رکھ دیں گے۔ لیکن جب ستر ہلاک ہو گیا تو وہ سب میرے پاس آ گئے، میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ جوان آدمی بے وقوف تھا کہ ستر کے اتنے نزدیک پہنچ گیا۔ اور مجھے قدرت نے اس کا بدلہ لینے کے لئے بھیج دیا۔ یہ غریب لوگ اس بات سے باخبر تھے کہ میں ہی تھا جس نے ستر کو غصہ دلایا اور ان کے جھونپڑوں کی جانب دوڑایا اور اس آفت کا سبب میں ہی بنا۔ میں نے ستر ان کو پیش کر دیا جس کے لئے وہ میرے بہت شکر گزار ہوتے اور ظاہر طور سے ہم سب بڑے اطمینان سے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اب میں بادل بخو استہ اپنے اردلی کے گھوڑے پر گھر کی جانب روانہ ہوا اور غریب دھان سنگھ پیدل ہی چل پڑا۔ جب میں واپس ہوا، اور اپنے مہربان میزبان کو تمام واقعات بتائے تو انہوں نے بڑی فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے گھوڑے کے نقصان کا ذمہ دار مجھے نہیں ٹھہرایا، حالانکہ ان کا ایک بہت عمدہ گھوڑا مر گیا تھا۔ بلکہ وہ اس بات کا شکرا ادا کرتے تھے کہ میں خیریت سے واپس پہنچ گیا۔ اپنے میزبان کا ایک عمدہ گھوڑا کھونے اور ایک مہنگی حادثہ کرنے کے بعد اگلے دن میں نے دوسرے شکار میں صرف کیا۔ یہ علاقہ یا تو کاشت شدہ تھا یا یہاں سخت سیم زدہ زمین تھی۔ جہاں کالے ہرنوں کے بہت سے غول موجود تھے۔

ہرن کی جتنی قسمیں افریقہ میں پائی جاتی ہیں، دنیا کے کسی دوسرے ملک میں نہیں ملتیں۔ ہندوستان میں صرف چھ قسم کے ہرن پاتے جاتے ہیں جن میں تین قسم کالے ہرن، نیل گائے اور چار سنگ کے ہرن رہتے تھے۔ علاقوں میں پاتے جاتے تھے۔ چار سنگ کے ہرن نایاب تھے لیکن نیل گائے اور کالے ہرن کی بہت سی تھی۔

کالا ہرن ہندوستان میں پاتے جانے والے ہرنوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے لیکن چار سنگ کے ہرن کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا

ہے۔ یہ غول پسند جانور ہوتے ہیں اور عام طور سے بڑے بڑے غول بنا کر پھرتے ہیں۔ یہ کھلے میدان میں رہتے ہیں کیونکہ ان کی رفتار ان کی محافظہ ہوتی ہے۔ ان میں ٹرکے تیس ارب ٹیے سنگ ہوتے ہیں۔ لیکن مادہ مؤنڈھی ہوتی ہے۔ ان کا رنگ گہرا بھورا ہوتا ہے۔ لیکن دو سال کی عمر کے بعد یہ تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے اور پانچ سال کی عمر میں یہ گہرا کالا ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی پیٹ اور گھٹے پر رنگ سفید ہی رہتا ہے۔ ہرن کا اوسط وزن ۵۵ پونڈ ہوتا ہے۔ ان کے وزن اور سنگ کی اوسط تہا نا مشکل ہے کیونکہ یہ ہر ضلع میں مختلف ہوتے ہیں۔ کالے ہرن کے سنگ مخروطی ہوتے ہیں جن پر ایک خول چڑھا ہوتا ہے۔ دوسرے ہرنوں کی طرح ان کے سنگ ٹوٹتے نہیں بلکہ بڑھتے رہتے ہیں اور ان میں پھر بڑے خوبصورت خم پڑ جاتے ہیں جو پھر گول گھیرے کی سی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ سنگ ان کے جسم کے برابر لمبے ہو جاتے ہیں۔ نر ہرن کو چونکہ سیٹگوں کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے اس لئے مادہ ان کے مقابلے میں زیادہ تیز دوڑتی ہے۔

ایک بڑے غول میں مختلف سائز کے ہرن ہوتے ہیں۔ لیکن سب سے طاقتور ہرن غول کا لیڈر ہوتا ہے۔ وہ غول میں بڑی تنظیم قائم رکھتا ہے۔ وہ نظارہ بڑا ہی پر لطف ہوتا ہے جب کوئی نوجوان ہرن کسی مادہ کو زیادہ تنگ کرتا ہے تو یہ لیڈر اپنے سنگ پیچھے کر کے اور ناک اوپر اٹھا کر اپنا اوپر کا ہونٹ نصرت سے سیکڑتا ہے۔ یہ تنہا ہوتی ہے۔ اس بات کی اب اگر نوجوان نے مادہ پر دست درازی کی تو وہ سزا دے گا۔

میں اس اصول کا پابند ہوں کہ شکار کے لئے صبح جلدی جایا جاتے اس میں بہت سے فائدے ہیں اس لئے میں صبح جلد ہی اپنے اردلی کے ساتھ ان علاقوں میں چلا گیا جہاں سوراخیں پر جاتے ہوتے کالے ہرنوں کے غول دیکھے تھے۔ ان اچھے پرانے دنوں میں جب جیب ایجاد نہیں ہوتی تھی تو کار میں زیادہ آرام سے نہیں جایا جاسکتا تھا میرے پاس بائیس بور آفیل تھی اس لئے میں انہیں زمین میں لے کر قریب سے نشانہ لینا چاہتا تھا۔ میں ابھی زیادہ دور نہیں گیا

ایک نئے سے کچھ دور تقریباً چھ ہرن گھاس چرتے ہوئے دیکھے میں ایک گھنے جھنڈ کی طرف خاموشی سے بڑھا اور گھوڑے سے نیچے اتر کر لگام دھان سنگھ کو کپڑائی اور ان کو زد میں لینے کا جائزہ لینے لگا۔ پھر میں نے مذہباً کیا اور جوں ہی میں نئے کے دوسرے کنارے پہنچا۔ مجھے کچھ سر نظر آئے اس لئے میں مناسب جگہ تلاش کرنے لگا تاکہ پوزیشن لے کر گھات میں بیٹھ جاؤں۔ مجھے نئے کے ساتھ ہی ایک چھوٹا ٹیلو نظر آیا جہاں آنکڑے کی جھڑیاں تھیں۔ میں چپ چاپ وہاں پہنچا اور ان پتہ دار جھڑیوں میں جا چھپا۔ یہ سب اتنی ہوشیاری سے کیا کہ ہرنوں کے غول کو میری موجودگی کا احساس نہیں ہوا۔ میری جگہ سے تقریباً پچاس گز دور میری چند ہرن کھڑے تھے۔ لیکن میں نے فائر نہیں کیا کیونکہ اس وقت غول کا لیڈر ان نوجوان ہرنوں کو سزا دے رہا تھا جو ہرنیوں پر دست درازی کر رہے تھے۔ سزا دینے کا طریقہ بھی عجیب تھا۔ پہلے تو وہ اگر کوئی ہرنیوں کے پاس جاتا اور ان کی نسوانی کمزوری کا احساس دلاتا اور پھر نوجوان ہرن پر وحشیانہ انداز میں جھپٹتا اور اپنے سیٹگوں سے محبت زدہ ہرن کے کچھ دے دے کہ اس کو غول سے دور بھاگا دیتا۔ اس کے بعد وہ واپس ہرنیوں کے پاس آتا اور دوسرے نوجوان ہرنوں کو متوجہ کرتے ہوئے انہیں تنبیہ کرتا کہ وہ سزا کے اس واقعہ سے سبق لیں اور ہرنیوں کو زیادہ تنگ نہ کریں۔ اس وقت ایک نوجوان ہرن نے اس کا کہنا نہ مانا تو ان دونوں میں بڑی خوفناک لڑائی شروع ہو گئی۔ ان دونوں کے لمبے مڑے ہوئے سنگ ایک دوسرے سے بڑی طرح الجھ گئے اور ایسا معلوم دیتا تھا کہ وہ کبھی جدا نہ ہوسکیں گے۔ بالآخر لیڈر ہرن فتح یاب ہوا اور نوجوان ہرن کو غول چھوڑنا پڑا۔

میں تقریباً پندرہ منٹ تک یہ دلچسپ ڈراما دیکھتا رہا اور اس میں اتنا محو ہو گیا کہ میں نے انہیں نہ مارنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں جھڑیوں سے باہر نکل آیا۔ مجھے دیکھ کر وہ ڈر گئے اور چاروں طرف اچھلتے کودتے سر پیٹ دوڑ گئے۔ میں اس اونچے لمبے پرکھڑا ان کے جانے کا مسخو رکن نظارہ دیکھ رہا تھا۔ ابھی وہ زیادہ دور نہیں گئے

تھے کہ ان کے سامنے ایک ذریعہ آب کھیت آگیا۔ اس لئے ان کی رفتار آہستہ پگھلی کیونکہ ان کے کھڑنرم مٹی میں کھجے جاتے تھے۔ اگر ان کو شکاری کتوں کے ذریعہ شکار کیا جاتے تو ایسی جگہ ان کے لئے موت کا جال ثابت ہوتی ہے۔ یہاں پہنچتے ہی کتے انہیں فوراً پکڑ لیتے ہیں۔ عام طور سے یہ ان لوگوں سے خوف نہیں کھاتے جنہیں یہ ہر روز دیکھتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص سڑک یا پگھندی پر جا رہا ہو تو وہ صرف رک کر اس کو دیکھنے لگتے ہیں۔ لیکن جوں ہی وہ سڑک چھوڑ کر ان کی طرف بڑھے، ان کو خطرے کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ بھاگ جاتے ہیں۔ ان کو قریب جا کر شکار کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان سے ذرا فاصلے پر سیدھا چلتے جاتیں۔ اور آہستہ آہستہ ان کے قریب بھی ہوتے جاتیں۔ لیکن ایسا کرتے وقت ان کی طرف سیدھا دیکھنا بھی نہیں چاہیے، بالکل اچھٹی سی نظر ڈالتے رہنا چاہیے۔ اور جب وہ آپ کی ماریں آجائیں تو فوراً فائر کر دینا چاہیے۔ ایسے موقع پر اگر وہ آپ کے سامنے سے گزریں تو ان کو دوڑتے ہوئے ہی نشانہ بنالینا چاہیے۔ ان کو شکار کرنے کا ایک اور آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی بیل گاڑی میں بیٹھ جو وہ ہر روز دیکھتے رہتے ہیں اس لئے اس سے خوف نہیں کھاتیں گے اور آپ انہیں آسانی سے شکار کر لیں گے۔ اگر ان کو ڈرا دیا جائے تو مادہ ہرن سب سے پہلے کچھ دور تیزی سے دوڑتی ہیں، پھر رک کر حالات کا جائزہ لیتی ہیں۔ فربہن بھی خطرے کی حالت میں ایسا ہی کرتے ہیں اور اس طرح شکاری کو ایک موقع ان کو نشانہ بنانے کا مل جاتا ہے۔ لیکن اس قسم کا نشانہ لینے وقت پھرتی سے کام لینا چاہئے ورنہ ہرن روڑ جاتے ہیں۔ جب وہ تیز رفتاری سے دوڑتے ہیں تو ایسا معلوم دیتا ہے جیسے ہوا میں اڑ رہے ہوں۔ کیونکہ اس وقت وہ زمین پر پاؤں ٹیکاتے نظر نہیں آتے۔ بعض علاقوں میں یہ جانور بہت وحشی ہوتے ہیں اور شکاری کو نشانہ لینے کے فاصلے تک نہیں آنے دیتے۔ ایسے مقامات پر بہتر طریقہ یہ ہے کہ خود کو کسی جگہ کے پیچھے چھپا لیا جائے جہاں سے ہرنوں کا گزر ممکن ہو

اور پھر شکار کر لیا جاتے۔ ہرنوں کے غول کے لیٹنڈ اور نو جوان ہرنوں کا ڈرامہ دیکھ کر میں اس غول کو پھیرے بغیر اس کی مختلف سمت گھر جانے کے لئے روانہ ہو گیا۔ راستے میں گھاس دار میدان میں ایک ہرن تنہا ہی چرتا نظر آیا۔ میں ایک بھی مارنے پر تیار نہیں تھا۔ لیکن میرے اردلی نے مجھے مجبور کر دیا کیونکہ اس نے کالے ہرن کا گوشت کبھی نہیں کھایا تھا۔ میں گھوڑے سے اترا اور قبل اس کے کہ نشانہ لوں، ہرن ہوشیار ہو گیا اور دوڑ لگا دی۔ پھوڑی دور جانے کے بعد جوں ہی اس نے مجھے دیکھنے کے لئے گردن موڑی میری گولی اس کی گردن کے بازو گئی اور وہ وہاں پر ہی گر کر مر گیا۔

جب میں جوان تھا تو میں نے بہت سے ہرن شکار کئے تھے لیکن اب ان کے شکار میں میرے لئے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ سونے اس کہ کبھی ان کا گوشت کھانے کو طبیعت چاہ جاتے۔ یہ جانور فطرتاً اپنے بزدل ہوتے ہیں کہ میں حیران ہوں کہ یہ نرندہ کس طرح رہتے ہیں۔ تمام گوشت خور ہر وقت اس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام گوشت خور جانور بھی ان کے تعاقب میں رہتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ باز جیسے پرندے دن میں اور التورات کو ان کے بچوں کے لئے مصیبت بن جاتے ہیں۔ اس لئے یہ بڑی ہی سخت زندگی گزارتے ہیں۔

میں نے پہلے بتایا کہ کوئی دوسرا جانور خوبصورتی اور شان و شوکت میں ان کا ہم پایہ نہیں ہوتا۔ جب غول میں اپنا سر پیچھے کر کے یہ ادھر ادھر گھومتے ہیں تو ایسا معلوم دیتا ہے کہ جیسے مورناچ کر مورنی کا منہ بھار رہا ہو۔ جانوروں میں عام طور سے نہ شکل و صورت بہت جاذب نظر ہوتی ہے۔ مثال کے طور سے مور کی شاندار دم، مرغ کے پتھے کی خون کی مانند کلغی اور شیر کی گردن کے بال پیش کئے جاسکتے ہیں۔ انسانوں کی دنیا میں خاص طور سے مغرب میں آج کل حالات بڑے بدل گئے ہیں۔ خواتین دوسروں

کو متوجہ کرنے کے لئے خود کو بنائے سنوارنے کا خاص خیال رکھتی ہیں
— اور مرد سا وہ لباس پہنتے ہیں۔ اب ہمارے امریکی دوستوں
نے رنگ دار پوش شرٹ پہننا شروع کر دیا ہے اور مجھے یقین
ہے کہ چند سالوں میں مردوں کا لباس بھی بدل جائے گا۔

(۴) میرا آخری بار نیل گائے مارنا

ایک زمانہ تھا کہ مہاراجہ جے پور نے لومڑی کا شکار کرنے والے کتوں
کے پچیس جوڑے پال رکھے تھے۔ اور ان کا ٹکرا کر لکیر میسر تھا
— جب موسم موافق ہوتا تو جلتے ہیں دو بار شکار پارٹیاں ہوا کرتیں۔
کتے ہمیشہ پور چلتے ہیں اور چونکہ سورج نکلنے کے تھوڑی دیر بعد ہی جانور
کی بو فضا میں ختم ہو جاتی ہے، اس لئے شکار پارٹیاں صبح سویرے
ہی ہوا کرتیں۔ جب لومڑیاں ختم ہو گئیں تو پھر ہم ان کتوں کے ذریعہ گیدڑ
شکار کیا کرتے۔ جنرل اور میں ان پارٹیوں میں شامل ہوا کرتے اور لطف
اٹھانے کے ساتھ ساتھ ہمیں اکثر لومڑیوں کی ڈمیں بھی مل جاتی تھیں۔
جنرل کے پاس اپنا ذاتی بھی تازی کتوں کا ایک غول تھا جسے اپنے گاؤں
کا نوتا میں رکھتے جو جے پور سے آٹھ میل دور شرق میں تھا۔ اور یہاں
ہی ہم انہیں شکار کے پیچھے دوڑاتے۔ یہ خرگوش کا شکار اس
کی بو سے نہیں بلکہ اسے دیکھ کر کیا کرتے۔ گو یہ بہت پرانا کھیل ہے
اور لاطینی مصنفوں کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پرانے زمانے میں یہ
کھیل بہت پسند کیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں یہ کھیل وہ لوگ کھیلتے ہیں جن
کے پاس اپنے کتے اور گھوڑے ہوں۔ لیکن انگلستان میں کتوں کے ذریعہ
خرگوش کے شکار کے کلب بنے ہوئے تھے اور اجتماعات اسی طرح منعقد
ہوتے جس طرح کہ آج کل گھڑ دوڑ ہوا کرتی ہے۔ ہم کتوں کو
آزاد چھوڑ دیتے اور پھر ان کی خرگوش تلاش کرنے کی کوششوں کا جائزہ
لیتے اور آخر کار وہ خرگوش پکڑ لیتے۔ ہم خرگوش کے پیچھے ہی نہیں جایا
کرتے بلکہ اکثر ہم لومڑیاں، گیدڑ اور بھیڑیتے بھی شکار کر لیتے
تھے۔

ایک مرتبہ ہم کانوتا اپنے کیمپ میں اپنے تازی کتوں کو خرگوش پکڑنے
کی تربیت دے رہے تھے کہ ہمیں اطلاع ملی کہ سندولی گاؤں میں ایک
بھیڑیوں کا جوڑا بھیڑ و بکریوں کو بہت نقصان پہنچا رہا ہے۔ بھیڑیا کھتے

میدان میں پورے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ یہ پہاڑیاں اور گھٹا جنگل پسند نہیں کرتا۔ یہ ایک بڑے کتے کے سائز کا ہوتا ہے۔ اس کا قد کندھوں تک ۳۲ اینچ اونچا اور لمبائی تقریباً ۴۰ اینچ ہوتی ہے۔ دم کی ۲۰ اینچ لمبائی اس کے علاوہ ہوتی ہے۔ یہ بکے بھورے رنگ کا ہوتا ہے۔ دم بال دار اور کان کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھیں کچھ ٹیڑھی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے اس کے چہرے پر بہت ڈراونا پن پیدا ہو جاتا ہے۔

بھیڑ تے رات کو پھرنے والے جانور ہوتے ہیں۔ لیکن بھیڑ بکریوں کا شکار رات میں ممکن نہیں ہوتا اس لئے وہ اکثر دن میں ہی شکار کرتے نظر آتے ہیں۔



یہ بہت تیز رفتار ہوتے ہیں اور اگر اپنے شکار کو دوڑا دوڑا کر مار دیتے ہیں۔ عام طور سے وہ جوڑوں میں رہتے ہیں لیکن بعض اوقات وہ متحد ہو کر ایک بڑا غول بھی بنا لیتے ہیں۔ اس کے حملہ کرنے کا طریقہ بھی بلی کی برادری کے جانوروں سے مختلف ہوتا ہے کیونکہ نہ تو وہ اپنے شکار کی گھات میں بیٹھتے ہیں اور پہلی ضرب پنچوں کے بجائے دانتوں سے لگاتے ہیں۔ اگر بھوک سے مجبور ہو جائیں تو انسان پر بھی

حملہ کر دیتے ہیں۔ ان کی خوراک بھیڑ، بکریوں، بچھڑوں، ہرن، اکتوں، پرندوں اور کیڑے مکوڑوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اگر وہ تنہا ہی شکار کر رہا ہو تو انسان پر یا کسی بڑے جانور پر کبھی ہی حملہ کرتا ہے۔ کیونکہ حقیقت میں یہ بزدل ہوتا ہے اور اپنے شکار کی جانب بڑی احتیاط سے بڑھتا ہے۔ لیکن اگر ایک مرتبہ مقابلے پر آجائے تو پھر بہت بہادری اور طاقت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

ان بھیڑیوں کا شکار کرنے کو میں کتے نے جانے کا مخالف تھا کیونکہ ایسا کرنا کتوں کے ساتھ نا انصافی تھی۔ لیکن جنرل نے کہا کہ اس علاقے میں بہت سے گھاسیاں اور جھاڑیاں ہیں اور اگر بھیڑیتے ہماری نظر سے اوجھل ہو جائیں تو کتوں کے ذریعہ ان کو تلاش کرنا آسان ہو گا۔ جنرل نے جو کچھ کہا اس کی تصدیق وہاں پہنچنے پر ہو گئی جہاں بھیڑیتے تھے۔ کیونکہ میرے خیال کے مطابق وہ کھلا میدان نہیں تھا۔ ہم نے گاؤں سے ایک راہ نکال لی جو ہمیں اس جگہ سے گیا جہاں ایک گھنٹہ پہلے بھیڑیتے دیکھے گئے تھے۔ ہم اس جگہ پہنچے ہی تھے کہ ہمیں ایک گڈریتے کے چلانے اور ایک کتے کے بھونکنے کی آواز آئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بھیڑیوں نے کوئی اور حملہ کیا ہے۔ ہر اسی سمت سر پٹ دوڑے جہاں سے آواز آرہی تھی اور وہاں پہنچ کر دیکھا کہ بھیڑیتے واقعی ایک بکرا اچھاڑ رہے تھے جو انہوں نے تازہ ہی پکڑا تھا۔ ہمیں اچھک کر وہ مختلف سمتوں میں بھاگنے لگے۔ ان میں سے ایک کھلے میدان کی طرف بھاگا اور ہم سب اسی کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ کافی دور تک بڑا تیز دوڑنے کے بعد ہم بھیڑیتے کے قریب پہنچنے والے ہی تھے کہ سامنے ایک نلا گیا اور وہ اس میں غائب ہو گیا۔ ہم نے اپنے گھوڑے روکے اور ادھر ادھر دیکھا مگر وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ ہوا یہ کہ جو نہی وہ نلے میں داخل ہوا وہ وہاں جان بڑا اور اس کے کنارے کنارے دوڑتا چلا گیا۔ خوش قسمتی سے کتے بھی ہمارے ساتھ دوڑ رہے تھے، اس لئے انھوں نے اس کو دیکھ لیا اور اس کے پیچھے بھاگے اور اس طرح ہمیں اس سمت کا علم ہو گیا جس سمت بھیڑیا جا رہا تھا۔ ہم واپس مڑے اور اس کے قریب پہنچ گئے۔ ہمارے پاس ایک بہت

ہرنوں کے خاندان میں نیل گائے سب سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ چودہ ماہہ اونچا ہوتا ہے۔ نر کا رنگ سیلشی بھورا ہوتا ہے۔ اس لئے اسے نیل گائے کہتے ہیں۔ اس کی مادہ بھورے رنگ اور چھوٹے قد کی ہوتی ہے۔ یہ جانور عام طور سے کھلے میدانوں میں رہتے ہیں جہاں چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں ہوتی ہیں یا لمبی گھاس اُگی ہوتی ہے۔ نر کے چھوٹے سنگ ہوتے ہیں جو آٹھ انچ سے زیادہ نہیں ہوتے اور مادہ موٹا ہی ہوتا ہے۔ ایک تندرست نیل گائے کا وزن سات سو پونڈ ہوتا ہے۔ رات کو یہ فصلوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں۔ بعض اضلاع میں ان کو مارنے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم سمجھے جاتے ہیں۔ یہ غلط نہیں غالباً اس کے نام نیل گائے سے پیدا ہوتی ہے۔ ان کا گوشت بے لذت ہی ہوتا ہے مگر سری بہت مزے دار ہوتی ہے۔

نیل گائے ظاہری طور سے بہت ہی جلد اچانک ہوتے ہیں مگر اس کے دوڑنے کی رفتار خاصی تیز ہوتی ہے اور اس کو کھلے میدان میں دوڑا کر نیزے سے ہلاک کرنے میں کافی لطف آتا ہے۔ ان جانوروں کے تعاقب کو ایک عادت بنا لینا تو مفید نہیں ہوتا مگر ایک دو کو نیزے سے ہلاک کرنے میں بڑے جانوروں کے نیزے سے شکار کرنے کا خاصا تجربہ ہو جاتا ہے۔ اس جانور تک پہنچنے میں آپ اس وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب آپ اس کو دیکھتے ہی اس کے تعاقب میں سر بیٹ دوڑ پڑیں۔ اگر آپ ایسا نہ کریں تو وہ آپ کو جلد تھکا دے گا۔ اس میں دوڑنے کا دم بہت زیادہ ہوتا ہے اور حیل پر فریب ہوتی ہے۔ ایک نیل گائے کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر کوئی یہ نہیں سوچ سکتا کہ یہ ایک تیز رفتار گھوڑے کو دوڑ میں ہرا سکتا ہے۔

اس لحاظ سے دارمیدان میں ابھی ہم کچھ دور ہی گئے تھے کہ ہم نے جھاڑیوں کے جھنڈے پیچھے ایک نیل گائے دیکھا اور قبل اس کے کہ وہ بھاگے ہم اس کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ پہلے تو وہ سیدھا نہیں دوڑا کیونکہ وہ قریب موجود کچھ نیل گائیوں کے ساتھ ملنا چاہتا تھا۔ اس موقع پر ہم اس کا راستہ کاٹتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئے۔ ویسے بھی ہمارے پاس تیز رفتار اور تربیت یافتہ گھوڑے تھے اس لئے ہمیں اس تک پہنچنے میں کوئی خاص وقت نہیں ہوا۔ میں نے اس کے پیچھے حصہ پر نیزہ مارا جس کی وجہ

تیز دوڑنے والا اسٹرین تازی لگتا تھا۔ ایک مرتبہ جب اس نے پھیرتے پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو وہ واپس مڑا اور غراہٹ کے ساتھ کتے کو کاٹنے لگا۔ کتا فوراً ہی اس سے دور ہو گیا۔ میں کتے کے پیچھے ہی تھا، اس لئے میں نے فوراً بڑھ کر اپنا نیزہ اس کے کندھے میں پوسٹ کر دیا۔ یہ بڑا کامیاب وار تھا کیونکہ نیزہ اس کے جسم کے پار ہو گیا اور دوسرے ہی لمحہ وہ زمین پر مردہ پڑا تھا۔

یہ بڑی لمبی دوڑ تھی۔ کتے، گھوڑے اور سوار سب ہی تھک گئے تھے۔ ہم نے دس منٹ تک آرام کیا، اس کے بعد جنرل نے ہمیں دوسرا بھیڑیا تلاش کرنے کے لئے دوبارہ سوار ہو جانے کو کہا۔ یہ بھیڑیا ہماری منی لف سمیت گیا تھا۔ جنرل، ہمارا دلی بدھ سنگھ اور میں، تینوں ایک لائن میں پھیل گئے اور اس سمت بڑھے جہاں وہ بھیڑیا چلتا آخری بار دیکھا گیا تھا۔ ہم نے پورا علاقہ چھان مارا مگر اس کا نام و نشان کہیں نہیں ملا اس لئے ہم کا فوٹہ واپس لوٹ آئے۔

اس دن صبح ہم اپنے دوسرے درجے کے گھوڑوں پر سوار تھے کیونکہ ہم اپنے اعلیٰ گھوڑے دوسرے کے علاقے میں سو رکش کے لئے بھیجے ہوئے تھے۔ اگلے صبح ہم بھی بذریعہ موٹر کار وہاں پہنچ گئے۔ ہماری پارٹی سڑک پر ہی منتظر تھی۔ ہمیں بتایا گیا کہ پیچھے جہتے کچھ ناجائز شکاری یہاں بندو قیں چلاتے رہے ہیں جس کی وجہ سے تمام سوار بھاگ نکلے اور اب ایک بھی موجود نہیں ہے۔ سب قریب کی پہاڑیوں میں چلے گئے تھے۔ میں نے اپنی خوبصورت گھوڑی کو دیکھا تو مجھے دیکھ کر اپنے منہ میں چرچر کرنے لگی۔ جیسے مجھے خوش آید کہ رہی ہو۔ جنرل نے بھی اپنے گھوڑے چکر والی کی طرف دیکھا جس نے اس کو پہچان لیا تھا اور اس کے پاس آنے کو بے چین تھا۔ ہماری پارٹی کے افراد نے بتایا کہ یہاں کچھ نیل گائے ہیں جنہیں اگر ہم چاہیں تو شکار کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے گھوڑوں اور آدمیوں کو کاؤنٹر سے بیس میل دور لے آئے تھے۔ اس لئے ہم نے سوچا کہ اگر سوار نہیں ہے ہیں تو ان سے ہی کچھ لطف اٹھایا جاتے۔

سے وہ کچھ لنگڑا ہو گیا۔ جزل بھی اس کے برابر ہی دوڑ رہا تھا۔ اس وقت نیل گائے کو پتہ نہیں کیا سو جزل کے سامنے سے گزر کر دوسری طرف جانے لگا۔ جزل نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنا نیزہ اس کے کندھے کے نیچے پیوست کر دیا۔ نیل گائے فوراً ہی ایک جھٹکے کے ساتھ مڑا جس کی وجہ سے نیزے کا دستہ ٹوٹ گیا۔ اس وقت میں آگے آگیا اور اس کی گردن پر نیزہ مارا۔ اس کے بعد وہ کچھ کانٹے دار جھاڑیوں میں داخل ہو گیا جہاں ہم اس کا پیچھا نہیں کر سکے۔

ان جھاڑیوں میں پہنچ کر نیل گائے رک گیا اور ہم اس کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگے۔ چند منٹ وہ گھڑا رہا اور پھر ہمارے دیکھتے دیکھتے گر کر مر گیا۔ جزل نے جو نیزہ مارا تھا وہ دن تک پہنچ گیا تھا۔ جب وہ پانپتا ہوا جھاڑیوں کے پیچھے کھڑا تھا تو اتنا مصوم اور قابل رحم دکھائی دے رہا تھا کہ میں نے اسی وقت تبتا کر لیا کہ اب کبھی نیل گائے کا شکار نہیں کروں گا۔

دوسرے دن صبح ہم واپس جے پور چلے گئے۔ جزل نے مجھے پانپتا ہیر چلنے کی دعوت دی۔ جہاں وہ سو رکشی کے لئے جے پور لانسز کے کچھ افسروں اور سواروں کے ساتھ جا رہا تھا۔ ہم تین دن بعد روانہ ہونے میں جزل کے ساتھ اس کی کار میں جھوٹ واڑے نکلا گیا۔ وہاں گھوڑے تیار تھے اس لئے ہم پھر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر جزل نے دو پارٹیاں بنائیں۔ ایک پارٹی میں وہ خود کپتن بنواں سنگھ ہوائے سنگھ اور مردار بھگت سنگھ شامل تھے۔ دوسری پارٹی میں امین خود، کیٹی گنیت سنگھ و سوار مہا بخش سنگھ و ساونت سنگھ شامل تھے کچھ دیر جنگل میں پھرنے کے بعد ہمیں سواروں کا غول نظر آیا جس میں دو ٹکڑے نر سوار بھی تھے۔ ایک کے پیچھے جزل اور اس کی پارٹی روانہ ہوئی اور دوسرے کا تعاقب ہم نے شروع کیا۔ یہاں زمین سخت تھی اور جگہ جگہ نے اور خاردار جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔

ہمارا سوار بہت تیز و طاقتور تھا اور اس نے ہمیں خوب پریشان کیا کھلا میدان ہونے کی وجہ سے وہ بہت تیز رفتار دوڑ رہا تھا جس کا

نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تقریباً ایک میل دوڑنے کے بعد بس ہو گیا اور وہ کچھ دیر سانس لینے کے لئے بے چین نظر آنے لگا۔ اچانک اس نے اپنے سامنے کچھ بھینسیں چرتی ہوئی دیکھیں۔ وہ ان میں گھس گیا۔ لیکن وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا۔ کیونکہ بھینسیوں نے اس کے کمر میں مارنا شروع کر دیں اور اس طرح وہ ان کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن اس اتناہ میں اس نے ایک بھینس کی پچھلی ٹانگ پر اپنے نوکیلے دانتوں سے ایک بڑا شکاف ڈال دیا۔

بھینسیوں کے اس نکلے کو چھوڑ کر وہ ایک گھنے جھنڈ میں داخل ہو گیا۔ اور وہاں آرام سے بیٹھ گیا تاکہ اپنے تعاقب کرنے والوں کو فریب دے سکے۔ درختوں کا یہ جھنڈ زیادہ گھناؤ نہیں تھا۔ لیکن جگہ جگہ لمبی کانٹے دار جھاڑیاں تھیں۔ اور ہم وہاں اس کے تعاقب میں نہ جاسکے۔ پہلے تو ہم نے درختوں کے اس جھنڈ کو گھیرے میں لے لیا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ اس طرح تو وہ ہمیں چاروں طرف دیکھ کر قیامت تک باہر نہیں نکلے گا۔ اس لئے میں نے اپنی تمام پارٹی کو پھر ایک سمت جمع کر لیا۔ یہاں سے ہم نے زور سے چلنا اور اس پر پتھر پھینکنے شروع کئے۔ اس عمل کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا اور سوار تیزی سے نکل کر ہماری مخالف سمت دوڑنے لگا۔

ہم پھر اس کے پیچھے ہو لئے۔ میں سب سے آگے تھا اور اس کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ اس کے نیزہ مارنے ہی والا تھا کہ وہ نیچے جھک کر داتیں طرف مڑ گیا۔ مہا بخش سنگھ میرے بالکل پیچھے آ رہا تھا اس لئے وہ سوار سے نکل گیا۔ اس کے گھوڑے کا پاؤں سوار سے لگا اور وہ گر گیا۔ گھوڑا تو فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔ لیکن مہا بخش نہیں اٹھ سکا۔ کیونکہ اس کا پاؤں لوہے کی رکاب میں پھنس گیا تھا۔ گھوڑا جب چلنے لگا اور اپنے سوار کو ساتھ گھسیٹے ہوئے پایا تو وہ خوف زدہ ہو گیا۔ اور اس وجہ سے بہت تیزی سے دوڑنا ہی شروع نہیں کیا بلکہ اپنے سوار کو دو لٹیاں بھی مارنے لگا۔ غریب مہا بخش اپنے ہاتھ کام

میں نہ لاسکا کیونکہ اس کا جسم باہر کی طرف تھا۔ اور پاؤں رکاب میں اٹکا ہوا تھا۔ گھوڑا جوں جوں آگے بڑھتا زیادہ سے زیادہ تیز ہوتا جاتا۔ مجھے یہ بیان کر کے رنج ہوتا ہے، کہ چند گز دوڑنے کے بعد ہی سوار کا سر زمین سے ٹکرایا اور وہ مر گیا۔ ہم نے سوار کو تو چھوڑ دیا اور گھوڑے کو ایک بڑی کچی دیوار کی جانب لے جا کر روکنے کی کوشش کی گنت سنگھ اور سادت سنگھ نے جلد ہی گھوڑے کو پکڑ لیا اور سوار کا پاؤں رکاب سے نکالا مگر وہ پہلے ہی مرجھا تھا۔

میں نے سوار کو درختوں کے ایک جھنڈ میں گھستے دے دیجے لیا تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ وہ اب بھی وہاں آرام کر رہا ہے۔ اپنے ایک مہرے پر سے ساتھی کا بدلہ لینے کی خواہش میرے دل میں اٹھ رہی تھی اس لیے اپنے دو شاہمیوں کو ہتھکڑیوں کے پاس چھوڑ کر میں اس جگہ کی طرف دوڑا جہاں سوار داخل ہوا تھا۔ میری خوش قسمتی کہ وہ اس وقت اس جھنڈ سے باہر نکل کر ایک دوسرے جھنڈ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ میں نے دیکھتے ہی اس کو جان لینے کی کوشش کی لیکن قبل اس کے کہ میں پہنچوں وہ ایک دوسرے خاراوار جھنڈ میں داخل ہو گیا۔ اور وہاں بیٹھ گیا۔ یہ کوئی بڑا جھنڈ تو نہیں تھا لیکن صرف ایک سوار دیکھ کر اس نے میرے چلنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ میں اس کے ارد گرد چکر کھاتا رہا۔ سو صرف میرے سامنے رہا لیکن مجھ پر عمل نہیں کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ تمام جنسوں میں کچھ بزدلی بھی ہوتے ہیں۔ اتنے عرصہ سوار کشتی کرنے کے بعد یہ پہلا اتفاق تھا کہ میں نے ایک سوار کو اس حالت میں دیکھا کہ میں اسے مار کرنے پر آمادہ تھا کہ وہ مفید جھنڈی دکھلا رہا تھا۔ ورنہ ہوتا ہے کہ سوار کے سامنے چاہے کتنے آدمی ہوں وہ اپنے پریشان کوٹ دالوں پر بے جگری سے حملہ کرتا ہے۔ لیکن یہاں ایک ایسا سوداگر تھا۔ جو صرف ایک آدمی کا مقابلہ کرنے پر بھی تیار نہیں تھا۔

جب سوار نے اتنا اکسانے کے باوجود حملہ نہیں کیا تو میں نے ایک اور طریقہ آزمانا چاہا۔ میں اس جھنڈ سے تقریباً سو گز دور واپس آیا۔ اور پھر تیزی سے مڑ کر دوڑنا اور چلانا ہوا جھنڈ کی طرف بڑھا۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اور وہ دوسری طرف نکل گیا۔ اس مرتبہ میں نے تہیہ کر لیا تھا۔ کہ اس کے دوسرے جھنڈ میں پہنچنے سے پہلے کہ اس کو تیز مار دوں گا۔

میں اپنے تیزے کا بھلے نیچے کر کے تیزی سے سوار کی جانب بڑھا قریب ہی ایک جھنڈ تھا جس سوار کے پیچھے ایک تھار دار جھاڑی سے ٹکرا ہوا اس جھنڈ میں داخل ہو گیا جس

کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک لپٹا شامیری بائیں آنکھ کے ڈھیلے میں گھس گیا۔ بڑا سخت درد ہوا اور گویں نے جلدی سے لپٹا آنکھ سے نکال لیا۔ لیکن اس کا ایک ٹکڑا پھر بھی آنکھ کے ڈھیلے میں اٹکا رہ گیا۔ جس کی وجہ سے پک چپکنے کے ساتھ ہی بڑا شدید درد ہوتا تھا۔ میں نے زخمی آنکھ پر اپنا رد مال باندھ لیا۔ جب میں رد مال باندھ رہا تھا تو میں نے سوار کو جھنڈ سے نکلنے دیکھا میں دوبارہ اس کے پیچھے دوڑا لیکن ایک لمحہ سے مائل اتنا مختلف نظر آتا تھا کہ میں تو فاصلے کا بھی صحیح اندازہ نہیں کر سکا۔ سوار کو زیادہ درد دیکھ کر میں نے اس کا تعاقب چھوڑ دیا۔ اس لیے وہ جیت گیا۔

میں واپس اس جگہ پہنچا جہاں سے ہم روانہ ہوئے تھے۔ مہا بخش سنگھ کو ایک گھوڑے پر لٹک لایا جاکا تھا۔ اور اس کی چٹا جلانے کے لیے آگ جلائی گئی۔ اس کام سے فارغ ہو کر ہم واپس جے پور پہنچے۔ دوسرے دن صبح ایک شہر دسر جن ڈاکٹر وین سنگھ نے ایک بڑے تکلیف دہ آپریشن کے ذریعہ میری آنکھ کے ڈھیلے سے لپٹا نکالا میری خوش بختی تھی کہ اس شدید درد کے علاوہ میری بینائی کو متعلقہ کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ مہا بخش کا ہلاک ہونا بڑا دلخراش حادثہ تھا۔ اور اگر وہ اپنے گھوڑے کی نگاہ میں چھوڑتا تو یہ حادثہ نہیں ہوتا۔ اگر تمام سوار کے ہاتھ میں ہو تو گھوڑا زیادہ تر نہیں دوڑ سکتا اور کوئی مہلک حادثہ نہیں ہو سکتا۔

اشعار

کوئی واوی بویا کوئی بلندی ہو
گزرے جاؤ ساریوں کی طرح تم دھاکہ جنگل سے
مگر خاموش اس آواز کو تم نے سنا بھی ہے
وہ دور دور اک سوہے
اُس جانب جلیں ہم بھی
چلو تیار ہو جاؤ۔ دین سیدھے چلو
وہ سچا ہے کوئی نہ مقابل اس کا کیا ہوگا؟
ذرا فرست نہیں ہے سوچنے کی
ٹاؤں سے گزرو
اور اس کے سامنے ہے ایک تار اور سوار بھی

کوئی پرواہ نہ نالے کی کرو اور پار کر جاؤ
دیواروں پر لٹے ہوئے سینگ اور ہاتھی دانت
بیٹے دنوں کی یاد کیسے جگاتے ہیں
اور گزری ہوئی جوانی کی یادیں
واپس لاتے ہیں
ویسے رونے سے کیا حاصل
میں ان سب کو خیر باد کہہ چکا ہوں

یاد دہانی

دیواروں پر لٹے ہوئے سینگ اور ہاتھی دانت
بیٹے دنوں کی یاد کیسے جگاتے ہیں
اور گزری ہوئی جوانی کی یادیں
واپس لاتے ہیں
ویسے رونے سے کیا حاصل
میں ان سب کو خیر باد کہہ چکا ہوں

میں بے الم سندھیا۔ مہاراجہ آف گوالیار

پس لفظ

جنگلی جانوروں کی حفاظت اور بقا ایک متوازن معیشت کے لیے ضروری ہے۔ یہ بات
قابلِ افوس ہے کہ ہمارے ملک سے جنگلی جانور آہستہ آہستہ ختم ہوتے جا رہے ہیں ماضی قریب میں
ان کے لیے ریاستوں اور ملک کے دوسرے حصوں میں حفاظت کا ایسا قائم نہیں اور ان سے متعلق
قواعد و ضوابط پرستی سے عمل کیا جاتا تھا۔ اب بد قسمتی سے جنگلی جانوروں کی اہمیت کو انسان محسوس نہیں
کیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بلا اجازت شکار کھیلنا مکہ شکار کے جانور چرائی ایک عام اصول
بن گیا ہے۔ جنگلی جانوروں کو اسی وقت محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ جبکہ ان کی پرورش کے لیے
قومی پارک قائم کیے جائیں۔ پناہ گاہیں بنائی جائیں۔ اور شکار پر پابندیاں لگائی جائیں۔ اگر ایسا
نہ کیا گیا تو ہم اپنے بڑے قیمتی اور پرکشش ورثے سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائیں گے۔
کرنل کیریئر سنگھ ملک کے ان چند لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے جنگلی جانوروں کا یہ
قریب سے مطالعہ کیا ہے اپنی جوانی کے ابتدائی سالوں میں وہ میرے والد کے اے ڈی کی
اور انٹر شکار خانہ تھے۔ اور اس درجے سے ان کو اپنے کام سے متعلق نبرات تو معلومات حاصل
کرنے کے لائق اور واقعہ میرے والد اس وقت برصغیر کے بہترین نفاذ باز
اور شیر کے شکار میں سب سے زیادہ تجربہ کار سمجھے جاتے تھے اس لیے کرنل کیریئر سنگھ کی یہ
خوش قسمتی تھی کہ اس مرحلے میں انہوں نے وہ قیمتی معلومات حاصل کر لیں جو اب ان کی مطابقت
حیات میں بچپن میں ہم نے یہ کہانی سنی تھی کہ ایک مرتبہ دہچے دھنشی کے دن میرے
والد کرنل کیریئر سنگھ کی معیت میں شکار کھیلنے گئے۔ جہاں ایک شیر اور شیرنی نے ان دونوں
پر ایک ہموار میدان میں تقریباً دس گز کے فاصلے سے حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اپنی حاضر
و مائی اور اعلیٰ تجربے کی وجہ سے وہ بالکل نگہرائے اور اپنی جگہ پر جمے رہے۔ اب جبکہ وہ یہ
کتاب لکھ رہے ہیں تو اپنے ساتھ وہ تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ جو انہوں نے میرے والد کی ملازمت
کے دوران حاصل کیا۔

کرنل کیریئر سنگھ نے اپنی دو کتابیں شائع کر کے ان لوگوں کے لیے ایک مفرد خدمت
انجام دی ہے۔ جو ملک کے جنگلی جانوروں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی کتاب "دی ٹائگر
اور راجستھان" شیر کے شکار سے متعلق ایک مذمیر داستان ہے جس کو بہت سی معلومات اقرا

اور دلچسپ طریقے سے لکھا گیا ہے۔ یہ دوسری کتاب "شکار پارہ" کا باب "ایک دین معنوی سے تعلق رکھتی ہے۔ یہی خاص طور سے کھیلوں میں سب سے بڑے شایانہ کھیل سے متعلق ہے۔ نیز سے سور کا شکار ایک مردانہ کھیل ہے جس میں بہت بہت، بہارت اور شہزادی کی ضرورت ہوتی ہے یہ کتاب مصنف کے اتنی تجربے پر مبنی ہے اس لیے ان کے بیان میں صرف امید ہم کی تڑپ اور ڈھوک ہی نہیں ہے بلکہ مزید واقعات ہی ہیں۔ مجھے یقین ہے یہ ان لوگوں کے لیے بہت قیمتی اور مفید راہ نمائندہ ہوگی۔ جو شکار میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

Rashid Ashraf-zest70pk@gmail.com

صلاح کار اور ہمدرد ویلے کاریکچر کی ہر دلعزیز کتابیں

گفتگو اور تقریر کا فن، قابل اور متاثر کرنے کے لئے، جسے آنا ہمدرد زندگی کی شاہراہ پر کامیاب و کامران تصور کیا جاتا ہے، اس کتاب نے لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر زندگی عطا کی ہے۔

پریشان ہونا چھوڑیے جیسا شروع کیجئے، یہ کتاب کئی طریقوں سے آپ کی مدد کرتی ہے آپ اپنی پریشانیوں اور الجھنوں پر غالب آجائیں گے۔ اور نئے سرے سے زندگی کا آغاز کریں گے۔

میٹھے بول میں جادو ہے۔ دنیا کی سب سے مشہور کتاب جو قرآن اور بائبل کے بعد سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے اور جو شخص اس کتاب کو پڑھ لیتا ہے وہ کاریکچر کو اپنا ذخیرہ اور ہمدرد جان کر اس کی سب کتابیں پڑھتا ہے۔

۴۷ کامیاب لوگوں کی دلچسپ باتیں۔ قابل رشک صورتحال دیکھ کر ہم اپنے دکھ بھول سکتے ہیں۔

۴۸ جانے بوجھے لوگوں کی ڈھکی چھپی باتیں { وہ باتیں جو ہمیں معلوم نہ تھیں معلوم ہو کر ہمارا حوصلہ بڑھانے کا باعث بنتی ہیں۔

۳۹ بڑے آدمی۔ جن کی زندگی سے متاثر ہو کر آپ قابل شکست نیتا لاکے ملک بن جائیں گے۔ طلسم عمل یا حسن معاشرت، میٹھے بول میں جادو ہے کا دوسرا ترجمہ۔

حرام کی قوت خرید کے اندر پیش کیا گیا ہے۔ ابراہیم لنکن۔ لیکن کن وہ زندگی جو آج تک ہمارے سامنے نہ آئی تھی۔ ویلے کاریکچر نے ہر قسم ارادے سے یہ کتاب لکھی ہے جس سے ہم متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

سلاویٹر شاہ

مملکت پاکستان لوزالیدہ ریاست ہونے کے باوجود اپنی "افرادی قوت" کی بنا پر ساری دنیا میں ایک خصوصی شہرت حاصل کر چکی ہے۔

جہاں دنیا بھر کے عوام سیاحت کی غرض سے ہمارے ہاں آتے ہیں۔ ویسے ہی ہمارے تربیت یافتہ لوگ حصول علم، تلاش روزگار، تجارت، اور سیاحت کی غرض سے آئے دن بیرونی ممالک کا رخ کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر وقت وہ دنیا کے مشہور اور بڑے بڑے شہروں کے حالات جاننے کے متلاشی رہتے ہیں، اتفاق سے ہمارے ہاں آج تک اس موضوع پر کوئی کتاب شائع نہیں ہو سکی۔

اس حلاء کو پُر کرنے کے لئے مکتبہ میری لائبریری نے بھی ہمارے موضوع پر اردو میں ایک معیاری اور دلکش کتاب شائع کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب پاکستان میں طبع ہو رہی ہے اس لئے پاکستان کے چند مشہور شہر بھی اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ جنہیں بین الاقوامی طور پر بھی کسی نہ کسی وجہ سے شہرت حاصل ہے۔

نئے علوم پر دونی کتابیں

”بولتی لکیریں“

پاکستانی کیر، الحاج محمد صدیق حیدر کی لکھی اور نادر کتاب، حماد آپ کے ہاتھ پر سکون و یقین کا نشانہ ہی کرے گی۔ آپ کن حالات سے گزر رہے ہیں؟ آپ کن حالات سے چاہتے ہوئے جا رہے ہیں؟ اس قسم کے تمام سوالوں کا جواب اس کتاب نے ہمارے دیا ہے۔

پڑانے استادوں نے جناب صدیق حیدر کے علم کی تعریف شروع کر دی ہے۔ آپ بھی اپنے گوانف زندگی کا مطالعہ کریں۔ اپنی لائبریری میں اس کتاب کو شان کر کے اپنے علم کو وسعت دیں۔

یوگا و درشن اور جینی نسیات

یوگا کو روحانیت میں داخل تو تھا ہی اب اس کی روشنیوں سے انسانی اعضا کی توانائی کو برقرار رکھنے، بڑھانے خاص مفاد کے لیے ان سے کام لینے کے ایسے راز ہائے نہاں کو عیاں کیا گیا ہے۔

صحت جسمانی کے لیے روشنیوں، فردی ہے اور جسم انسانی کی تربیت کے لیے یوگا کا استعمال کرنے پر سہاگ کا دے رہا ہے۔ آفاقی ایشن نے بڑی عزیزی سے انگریزی، ہندی اور سنسکرت مواد سے کتاب مکمل کی ہے۔

مکتبہ میری لائبریری، لاہور - ۲



مصنف

کرنل کیسری سنگھ ۱۸۹۲ء میں بمقام جے پور میں پیدا ہوئے۔ تعلیم پیمبر پور کانٹن
ایئر اور پھر ایئر میجرل کانٹن جے پور میں حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے والد صاحب کو ملازمت
میں لے کر آئے اور جیسے جیسے ان کی عمر بڑھتی گئی، ان کی تعلیم اور ترقی میں ان کی بہت سی
تفکیر و سواری میں جہالت حاصل کی۔ اور چند ہی دنوں میں ایک ویر اور متاثرہ شکاری کی حیثیت
سے مشہور ہو گئے۔ حسن اتفاق سے موصوف کا شغل ہی ان کا پیشہ بن گیا۔ شروع میں ہزاری
میں نواب جو ناگہوار اور پھر بہار اور سرپر تاپ سنگھ آف کشمیر کی ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۲۰ء
میں بہار اور گواہاڑ میں موراؤ سندھیا کے اسے ڈی سی اور انکو اسی آفیسر مقرر ہوئے
۱۹۲۶ء سے جے پور اسٹیٹ سرکس میں بدھیت پر ٹنڈنٹ پولیس شامل ہوئے اور
پھر ڈی آئی جی کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ فکری جھگڑات اور شکار کا شوق بھی ۱۹۲۰ء سے
۱۹۵۰ء میں ان کے رہنا شروع ہوئے۔ ان کی ذہنی ترقی رہے۔ کرنل صاحب نے اپنی
زندگی کے چالیس سال جنگلی جانوروں کے ہجوم میں ان کے دوست اور دشمن کی حیثیت
سے گزارے ہیں۔ اور شیر، جیتے، جنگلی سور، ہفتی، گرگ، اور دوسرے خونخوار جانور بڑی
توجہ اور میں شکار کیے۔ تلف والیا اور راست اور ہندوستان کے دانشوروں کے لیے ایک
ہزار سے زائد مرتبہ شیر کے شکار کا انتظام کیا۔ ۱۹۴۳ء میں انگلستان کی حکومت نے ان کو دوسرا بار
جے پور کی جہاں پر ان کے لیے سوانی مادھو پور میں شیر کے شکار کا انتظام آپ نے
کی کیا تھا۔ آج کل بھی غیر ملکی سیاحوں کے لیے شیر کے شکار کا انتظام بڑی خوش اسوولی سے
کرتے ہیں۔



میرے میری لائبریری امور